شاہنامہ اردو

منظوم

با تصاویر

پبلشرز

بھاٹیہ بک ایجنسی سوتر منڈی

سنہ ۱۹۲۲ء (لاہور) سمت ۱۹

در مطبع گردھر شیم پریس واقع لاہور طبع گردید

سراغرسانی کے زبردست ناولوں کی مختصر فہرست

قیمت	نام کتاب
۱۲	بہادر سراغرساں ۔ جس میں ایک حسین عورت کا ڈاکوؤں کے پھندے میں پھنس کر اپنی عصمت کو بچانا ۔ ڈاکوؤں کا قتل خون وچوری کرنا ۔ ایک دیگر حسین عورت کا ڈاکوؤں سے مل کر ڈکیتی کا کرنا بہادر سراغرساں کا اپنی جان پر کھیل کر ڈاکوؤں کو مع عورت کے گرفتار کرنا ۔ اور آر ایس ڈی کے راز کو روشنی میں لانا ۔ ڈاکوؤں کی عیاری ۔ چالاکی اور خفیہ پولیس کی ہوشیاری ایسے پیرایہ میں درج ہے کہ ایک ایک بیان سے بدن میں سنسنی پیدا ہوتی ہے ۔ . . . . . .
[illegible]	**جاسوسی جال یا بیس خون** ایک حیرت انگیز اور چکردار معاملوں سے بھرا ہوا ناول خونی ایک نہیں پورے بیس خون کرتا ہے ۔ ایک خوبصورت نوجوان لڑکی کو مار کر اس کی لاش کو صندوق میں بند کر کے تھانہ میں بھیجنا اور ساتھ ہی ایک چٹھی بنگال کے نامور جاسوس سردار گرجا کمار بابو کو لکھنا کہ ایک ہفتہ کے اندر تم کو بھی جہنم میں بھیج کر تب بیس کی گنتی پوری کروں گا ۔ اگر ہمت ہو تو پکڑ لو ۔ پولیس کا ہزار سر پٹکنا مگر خونی کا گرفتار نہ ہونا ۔ انسپکٹر پولیس اور جاسوسوں کی ناکامیابی ۔ آخر سخت محنت کر کے گرجا کمار بابو کا خونی کو پکڑنا ۔ خونی کی بیحد دلبری حمیدہ بانو خونی کی عورت کی چالاکی و مکاری ۔ پہریدار کو جہنم رسید کر کے دونوں کا بھاگنا رات کے وقت تیر کر دونوں کا دریائے گنگا کو عبور کرنے کی کوشش کرنا ۔ خونی کی دوسری عورت کا موقعہ پر پہنچنا ۔ اور [illegible] دونوں کو غرق کرنے کی کوشش کرنا خونی کا بچ نکلنا اور پولیس کو تنگ کرنا جاسوس سردار اور خونی کا برابر [illegible] جاسوس کی مستعدی اور لاثانی بہادری ۔ پیچ در پیچ معاملہ بہ معاملہ آخرکار گرجا کمار بابو کا بجلی کی طاقت سے انکو گرفتار کرنا
[illegible]	**ایضاً حصہ دوم یعنی جادوگرنی کا جال** جس میں حمیدہ بانو کا اپنی جعلسازی سے ایک ہی رات میں پانچ پانچ خون کرنا ۔ آخر میں حمیدہ بانو کا قید میں جا کر فوت ہونا اور قبر میں فوت پایا جانا اور پھر [illegible] زندہ ہو جانا اور جاسوس سردار [illegible] بابو کو مع انکی عورت اور منتری کے قید کر رکھنا اور نامور جاسوس رابندر کا اپنی چالاکی سے رہائی پانا اور اسکو گرفتار کرنا ۔

ملنے کا پتہ :- بھاٹیہ بک ایجنسی سوتر منڈی لاہور

شاہنامہ اُردو منظوم

با تصویر

حسب فرمائش

سردار جے ایس سنت سنگھ بک سیلر لاہور و رام داس بھاٹیہ لاہور

سنہ ۱۹۲۲ء
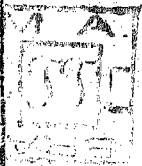
مطبوعہ گردھر سٹیم پریس لاہور

لالہ لال چند بھلی پرنٹر

۱۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرنامہ حمد خدائے کریم
کبھی شے فریدوں کو وہ شکوہ
جن و دد انسان حور و پری
کیا اس نے پیدا یہ بالا و پست
عجب اسکی قدرت عجب شان ہے
بھوسے دم حبابا اسکا دریا میں
چمن میں کیا سرو آزاد فرز
خداوند کون و مکاں ہے وہی
اگروہ نہ دے قوت و زور
توانا ہے وہ آپ اور زور دہ
گدا اور شہ اس کے فرماں پذیر
تو درگاہ میں اسکی ہو نہراں

کہ ہے کردگار غفور رحیم
کرے گا جو جمشید کو وہ تباہ
مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
زبردست ہیں یہ اور زبردست
عیاں اس پہ سب راز پنہاں ہے
رکھے صبح و شام اسکا ورد زباں
بہار و خزاں سے ہوا بے نیاز
نگہدار خلق جہاں ہے وہی
تو پھر تجھ کو کوئی کیا کر سکے
تو وہ ہے خداوند پست و بلند
وہ سب کا ہے یاری وہ دستگیر

بلندی وہ خسرواں ہے وہی
کبھی ناتوانوں کو بخشے وہ زور
کئے اس نے قدرت سے پیدا تمام
بلند اس نے چرخ بریں کو کیا
پرستار اس کا ہے ہر اک مدام
کیا اسنے آراستہ باغ دہر
جہاندار ہے پاک پروردگار
دلیروں کو اسنے کیا ہے دلیر
گدا کو وہ چاہے تو دے خسروی
وہ بخشے جسے عزت و افتخار
تو اے مستی اسکی ہی کر التجا

شہی بخش شاہنشہاں ہے وہی
سلیماں کو گاہے کرے مثل مور
نہاں تھے ہوئے وہ ہویدا تمام
فراخ اس نے کیسر زمیں کو کیا
کریں ذکر اس کا سبھی خاص و عام
عنایت ہے اسکی ہے کل شاد بہر
پرستار اسکے ہیں سب تاجدار
کیا زہرہ شیروں کو اس نے ہے
ضعیفوں کو دم میں وہ کر دے قوی
تو ہے تا بہ کس کی کرے ہمرخوار
کہ شاہ و گدا کا ہے حاجت روا
تضرع کناں اور مناجات خواں

مناجات بدرگاہ حق سبحانہٗ تعالےٰ

میں افتادہ یار با سر خاک ہوں
پہ پھرتا نہیں بخت برگشتہ آہ
نگاہ کرم مجھ پہ کرنا خدا
دکھا اب بہار گل آرزو
گناہ بخش میرے کہ میں چارہ ہوں
نہیں اور کچھ خواہش دل یہاں
نہ درگاہ سے اپنی رکھ نامراد
شبستان دل کو مرے سر بسر
میری طبع ہو نکتہ داں با آلہ

ستمدیدہ دور افلاک ہوں
رکھے ہے پہ سرگشتہ شام و پگاہ
مجھے بند رنج و الم سے چھڑا
پلا مجھ کو جام گل آرزو
پریشان ہوں اور سر افگندہ ہوں
ولیکن تمنا ہے یہ ہر زماں
تو برلا مراد اور کر مجھ کو شاد
چراغ خرد سے منور تو کر
معانی شناسی کی ہو دستگاہ

ستاتی ہے اب گردش روزگار
نہیں ہے کوئی اور فریاد رس
ذرا کر تر و تازہ باغ مراد
گنہگار ہوں اور عصیاں شعار
مجھے اپنے در کے سوا اور در
الہی کش غیر ہرگز نہ ہوں
جہاں میں نہ رکھ دل پریشاں مجھے
مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے
مجھے بخش اب دستگاہ سخن

مجھے خوار رکھا ہے لیل و نہار
تو ہے دادخواہوں کا بس دادرس
میرا کر تو روشن چراغ مراد
ولے تو ہے غفار و آمرزگار
دکھا مت تو اے داور دادگر
تیرا ایک ممنون احساں رہوں
نہ کر فکر روزی سے حیراں مجھے
دُر دانش و گوہر عقل سے
شتابی دکھا مجھ کو راہ

مرے خامہ کو کر تو گوہر فشاں | زباں کو مری کر فصیح البیاں
الٰہی مری اب دعا کر قبول | بحق محمد طفیل بتول

نعت سرور کائنات جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر از مشک و عنبر نہ ہو کیوں دہاں | ثنائے محمد ہے ورد زباں
وہ ختم رسل سرور نامور | فلک جس کے آگے جھکاتا ہے سر
سر سروراں ہے وہ عالیجناب | سپہر نبوت کا ہے آفتاب
جہاں جسکے دیں سے ہوا روشن تمام | سدا نور اسکا ہے دائم مدام
سر سروراں احمد مجتبےٰ | رسول خدا سید انبیا
خرد مند دانشور و بے نظیر | نبیان مہ و مہر روشن ضمیر
سحاب سخا و محیط کرم | ہم جود و خوش خلق و عالی ہمم
وہ مہر جہانتاب اوج جلال | وہ سر سبز و سر افراز باغ کمال
فروغ جہاں نور ایمان و دیں | وہ شمع شبستان عین الیقیں
شفیع گناہاں بروز جزا | کشایندۂ عقدۂ مدعا
فرازندۂ رایت سروری | درخشندۂ خورشید پیغمبری
وہ ہے خاص خاصان پروردگار | کہ جس نے کیا دین کو استوار
قدم اس نے معراج پر جب رکھا | تو پایا یہ رتبہ اور معراج کا
سپہر برین کے زہے خوش نصیب | ہوا جلوہ گر واں خدا کا حبیب
میسر ہوا جب کہ قرب حضور | نظر اسکو آیا وہ تابندہ نور
تجلی کہیں جس کو اہل یقیں | منور ہے جس سے زمان و زمیں
یہ بخشا اسے پایگاہ رفیع | ہوئے جسکے شاہان عالم مطیع
گرامی و اشرف ہے انسا نہیں | غرض اسکی لولاک ہے شان میں
کروں اسکے اصحاب کا اب بیاں | کہ ہیں صاحب عزت و فخر شاں
ابوبکر و عثمان والا گہر | عمر اور علی وہ شہ نامور
کرے اب جو اوصاف کا کچھ بیاں | نہ طاقت قلم میں نہ تاب زباں
کروں میں سخن کو بس اب مختصر | یہی ہے غرض میری کہ شام و سحر
معین اور یاور ہو یا مصطفےٰ | مرے دلکے بر لاؤ تم مدعا
گنہگار رہوں میں بروز حساب | مری کیجیو تم شفاعت شتاب
یہ منشی تمہارا ہے کمتر غلام | کرم اسپہ اپنا رکھو صبح و شام

در تعریف ابو النصر محمد معین الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

لکھوں اے خامہ اب مدح شاہ جہاں | شہنشاہ جمجاہ صاحب قراں
جہاندار اکبر شہ بے نظیر | خداوند تاج و کلاہ و سریر
فروزندہ خورشید برج شہی | گرامی در درج شاہنشہی
ہمایوں خصائل شہ نامور | خجستہ شمائل فرشتہ سیر
جہانبان و دیں پرور و حق پژوہ | حقائق شناس و شہ والا شکوہ
محیط کرم ہے وہ [illegible] | موفق ہے اسکو وفا کیش سے
شناور ہے دریائے عرفان کا | دل اسکا ہے مثل گہر پر صفا
حقیقت کروں علم کی کیا بیاں | نہیں اسکے ہم سنگ کوہ گراں
فزوں شفقت و خلق و ہمت بلند | مروت میں یکتا شہ ارجمند
خدیو زماں شاہ عالی وقار | شہ داد گر خسرو نامدار
جہاں پرور و کام بخش جہاں | سر سرفرازان کس بیکساں
در دولت شاہ عالم پناہ | فقیر و غنی کا ہے امیدگاہ
سنے کام یاں ہر کسی کا شتاب | یہاں آکے ہر کوئی ہو کامیاب
یہ وہ بارگاہ ہے کہ امیدوار | نہ محروم یاں سے گیا زینہار
سخاوت میں دیکھا تو یکتا ہے | حضور اسکی [illegible]
کف جود سلطان والا گہر | گہر بار رکھتا ہے شام و سحر
اگرچہ ہو زباں ہر دل سے خطا | لب [illegible]
جہاں سرکشاں [illegible] | وہ ہے آستان [illegible]
[illegible] | [illegible]
تہ پہ رہیں پیش ہو تا کبھی | اٹھاتا نہ سر اس کی سوچ کبھی
[illegible] | [illegible]
عطارد ہے منشی جہاندار کا | سپاہی ہے مریخ سرکار کا
[illegible] | [illegible] سعادت [illegible]

وہیں دیو حیرت میں آئے تمام
گیا ختم رزم شہ نیکنام
فراہم ہوئے وہ پئے جنگ شاہ
ادھر سے ہوا شاہ کی کینہ خواہ

جو سرکردہ دیو تھی تھا فوج کا
سوا اس دیو سرکش کا ملو نام تھا
صف آرا ادھر تھے وہ خونخوار دیو
ادھر تھے دلیران گیہان خدیو

بہم جنگجو ہر دو لشکر ہوئے
ہزاروں میدان سے چل سر پھرے
وہ تہمو شاہ سے جب مقابل ہوا
تو تہمو کا شہنشاہ قاتل ہوا

بیک گرز توڑا سر کینہ خواہ
دکھائی عدم کی دیا اسکو راہ
رہے زندہ میدان میں اور جو دیو
انہیں قید کرکے کیا وہ خدیو

پھرا رزمگہ سے جو ہو فتحیاب
کیا حکم تب شاہ نے یوں شتاب
کرو قتل دیو ونکو یکدست اب
لگے کہنے دیوان خونخوار تب

گرہ سے جاں بخشی لے تاجور
تو سکھلا دیں ہم ایک طرفہ ہنر
پذیرا کیا شاہ نے التماس
وہ لائے دوات و قلم شہ کے پاس

شہنشہ کو لکھنا سکھایا وہیں
وہ حرفوں کا پڑھنا بتایا وہیں
شہنشہ نے سی سہاں کی تاوری
رہے اسکے محکوم دیو و پری

بیان احوال سلطنت جمشید

پسر تھا جو جمشید طہمورث کا
ہوا بعد اس کے وہ فرمانروا

جہاندار جمشید عالی وقار
خردمند و دانشور و ہوشیار
خداوند اور تاج شاہنشہی
سپہدار اقلیم فرماں دہی

دلیر و قوی زور و آفاق گیر
ہر اک شاہ تھا اسکا فرماں پذیر
شجاعت بہت خوب ہمت بلند
اور اقبال و دولت سے تھا ارجمند

بیاں سے فزوں اسکا جاہ و حشم
سدا خلق پر اسکا لطف و کرم
ہنرمند و آگہ ز دل فہم و فنوں
فراست سے ہر چیز کا رہنموں

فن پارچہ بافی و کشتکار
کیا شاہ جمشید نے آشکار
قز و خز و دیبا و ریشم کتاں
زرہ جوشن و تیغ برگستواں

ہوا عہد میں اسکے پیدا یہ سب
ہوئے اس جہاں بیچ پیدا یہ سب
زراعت کے قابل نہیں تھی جہاں
سوا اسکے جس جا تھا آب رواں

کیا شاہ نے مردم کو ساکن کہیں
ہوا ہر کوئی ہر مکاں میں مکیں
شہر اور ہر شخص کے ہر مکاں
یہ حکم اور کیا یہ بعد ازاں

کہ اب اس مکاں میں راحت کرو
و بے شغل و بیکار ہرگز رہو

یہ دیووں کو ارشاد پھر یوں کیا
کہ تم طرز نقشہ مکانات کا

سکھاؤ میاں مردماں کو تمام
کہ کرنے لگیں سب عمارت کا کام

ہوا جبکہ حکم شہ نامدار
ہوئے دیو تب اسمیں مشغول کار

وہ حمام اور قصر و ایوان و کاخ
بنائے گھر میں و بلند و فراخ

بنائے گچ و خشت اور سنگ سے
طرحدار و دلچسپ ہر رنگ سے

بہت دلکشا اور بہت مستوی
سراپا لطافت سراپا بہا

پھر اک تخت شہ نے مرتب کیا
بیاقوت و گوہر مرتب کیا

اور اس تخت پر بیٹھتا تھا مدام
بہے تھا سدا خرم و شادکام

کبھی حکم کرتا وہ یوں دیو کو
پرودے ہوا تخت کو لے چلو

غرض دیو نکلے دوش پر رکھکے تخت
جہاں چاہتا وہ شہ نیک بخت

پہنچتا وہاں ایک دم میں بشوق
نہ تھا دلمیں اندیشہ تحت و فوق

شہنشہ نے کشتی بھی تیار کی
محیط جہاں میں یہ پہلے نہ تھی

سر سال کا ہے یہ نوروز نام
ہوا اسکا ہے موجد شہ ذوالکرم

جب آیا یہ نوروز عشرت قرین
تب اک جشن ترتیب کرتا وہیں

جہاں میں و نغمہ ہوتا وہاں
غرض عیش کرتا وہ شاہ جہاں

جن و انس و دیو و پری کو تمام
کہ تھا تخت خسرو نیک نام

بعیش و طرب ہفتہ سالوں تک
رہا حکمراں شاہ زیر فلک

رہی خلق آسودہ و بے خطر
بہت خرم و شاد و شام و سحر

نہ بے شغل کوئی نہ بیکار تھا
کوئی دردمند اور نہ بیمار تھا

نہ تھا کوئی رنجور اس دور میں
سبب مرگ بھی دور اس دور میں

جو گذرے برس سات سو اسطرح
کیا ہے بیاں جیسے یاں جسطرح

تو شہ سے ہوا دور دانش و فور
ہوا شاہ کے دلمیں پیدا غرور

یکایک جو اپنی طرف کی نظر
کہ جاہ و حشم ہے مرا اسقدر

تو آیا وہیں ابلیس جمشید کے
کہ ہمسر ہوں میں ماہ و خورشید کے

بجاہ و حشم زیر چرخ بریں
برابر کوئی اپنے دیکھا نہیں

اکابر جو تھے ان کو کرکے طلب
یہ جمشید لایا زباں پر کہ اب

بتاؤ کہ دنیا میں ہے کوئی شاہ
کہ جس کا برابر مرتبہ ہو جاہ

خداوند اور تنگ و افسر ہوں میں
جہاندار بخشندہ زر ہوں میں

جہاں کو کیا جسنے آراستہ
جہاں سے ہوا رنج برخاستہ

خور و خواب و آرام اہل جہاں
جمعیت خاطر مردماں

نشاط و خوشی نغمہ و جام سے
ہوے ہی سبب سے ہے ہر ایک شے

جہاں میں ہوا مجھ سے پیدا ہنر
نہیں کوئی مجھ سا شہ نامور

سنا جبکہ جمشید سے یہ سخن
لگے کہنے دانشوران زمن

کہ بس تب سے بخشندہ داگر
نہیں اور نہ تھا کوئی تاجور

وے دلمیں سمجھے یہ یزداں شناس
کہ جمشید حق سے ہوا ناسپاس

ہوا رخصت اس سے بس اقبال بخت
نصیبوں سے اسکے گیا تاج و تخت

کوئی دیکھو کو دیکھے ہے یہ روز بد
ہوئی فر و فرمانروائی اسکی رد

وہ فرمانبراں شہ نامدار
کنارہ لگے کرنے بے اختیار

خفا ہوکے شہ سے یکبار سب
غرض اٹھ گئے دل سے سرداراں سب

تہمت کے دلمیں یہ آیا ہراس
وہیں اڑگئے اسکے ہوش و حواس

یقین ہوگیا یہ کہ یزدان پاک
مقرر ہوا مجھ سے اب خشمناک

لگی دولت اس شہ سے نہ پہلے جیسے
لگی اسکو بیدولتی گھیرنے

جہاندار جمشید انجام کار
ہوا بس تباہ اور پریشان و خوار

گرفتار قہر الٰہی ہوا
جدا شاہ سے تخت شاہی ہوا

بلا الغرض خاک میں تخت جم
ہوا جائے تھا کہ پھر تخت جم

زوال سلطنت ضحاک تازی

لکھوں آگے ضحاک کی داستاں
کروں اسکی اب سلطنت کا بیاں

سپہدار تھا صاحب تازی بنام
شہ کامران خسرو ذوالکرام

کہ تھا تازیاں میں وہ فرمانروا
رعیت نوازی میں مشغول تھا

ہزاروں پرودا شتر و گاؤ میش
رکھے تھا بہار خندہ کیش

شب و روز ان چارپایوں کا شیر
غریبوں کو دیتا شہ بے نظیر

پسر ایک تھا اسکا ضحاک نام
جوان و دلبر و بلند احتشام

رکھے اسپ تازی تھا وہ سہزار
بڑا جاہ تھا اور بڑا اقتدار

حضور اسکے ابلیس نادرست گو ۔ ہوا حاضر اکدن بشکل نکو
گزارش کیئے نقل ہیں کی آنکر ۔ کہ دلچسپ اور لفظیں سربسر

وہ تھا فریب ابلیس یکسر بھرا ۔ خدع سے سخن کوئی خالی نہ تھا
مسرت تھا ضحاک جو عقل سے ۔ ہوا خرم و شاد اس نقل سے

لگا کہنے ابلیس سے اور بھی ۔ بیاں کر لطیفہ بلطف و خوشی
وہ بولا کہ اے شاہ فرخ نہاد ۔ سخن خوب ایسے ہیں مجھکو یاد

ولیکن میں کہتا ہوں اس شرط سے ۔ کہ گر عہد اور قول دے تو مجھے
کہ جو کچھ کہوں میں کرے تو وہی ۔ کسی سے نہ یہ راز کھولے کبھی

قسم کھا کے ضحاک نے بشتاب ۔ دیا اس کو گفتار کا یہ جواب
یہ مذکور کیا جو تیرے راز کو ۔ کروں ظاہر اے مرد فرخندہ خو

ہوا جبکہ آپس میں عہد استوار ۔ یہ ابلیس بولا کہ اے نامدار
جو مرتاض تازی ہے تیرا پدر ۔ تو اس کو شتابی کہیں قتل کر

کہ تیرے جہاں اور تیرا باپ پیر ۔ یہ تجھکو ہے زیبندہ تاج و سریر
یہ سنکر ہوا دل کو اک اسکے درد ۔ لگا کہنے اس سے کہ اے نیکمرد

یہ گفتار تو ناپسندیدہ ہے ۔ نہ میزان دانش میں سنجیدہ ہے
یہ ہے دین و دانش سے جو دور ہو ۔ وہ بیداد کب مجھکو منظور ہو

کہی شاہزادے نے یہ بات جب ۔ یہ بولا وہ ابلیس ناپاک تب
اگر اس کام سے تو کرے درگذر ۔ پدر سے تجھے سے اپنے نامور

ہے تیری گردن پہ سوگند بند ۔ تو ہو خوار اور تجھکو پہنچے گزند
نہ خون پدر اس کو منظور تھا ۔ ولیکن وہ ناچار مجبور تھا

یہ پوچھا کہ کس طرح کیجے ہلاک ۔ بتا کوئی تدبیر بے خوف و باک
لگا کہنے پھر وہ کہ اے نامدار ۔ یہ کچھ کام مشکل نہیں زینہار

کنواں ایک اس شاہ کی راہ میں ۔ کرو کندہ تا وہ گرے چاہ میں
مکاں ایک بیروں وہ دولتسرا ۔ شہ نامور نے کیا تھا بنا

وہ شہ اس مکاں میں بوقت طرب ۔ عبادت کو جاتا تھا ہنگام شب
ستمگار ناپاک نے ایک چاہ ۔ کیا کندہ وہیں سر راہ شاہ

کیا اسکو خس پوش پھر سربسر ۔ شہ نامور کو نہ تھی کچھ خبر
گیا جب ادھر کو تو یوں راہ میں ۔ گرا شاہ آزاد اس چاہ میں

گئے ٹوٹ اسکے سر و دست و پا ۔ ہوا فوت ہستی سے دم میں ہا
وہ ضحاک بیرحم و بیداد گر ۔ سر تخت بیٹھا بجائے پدر

پھر ابلیس بدذات نے یوں کہا ۔ کہ مسند نشیں اے شاہ کشور کشا
ہوا میری تدبیر سے اب تو شاہ ۔ مبارک تجھے تخت و تاج و کلاہ

مری دانش و عقل و تدبیر پر ۔ عمل تو کرے ہر شب و روز گر
تو ہو بادشاہ ہفت اقلیم کا ۔ خداوند ہو تخت و دیہیم کا

سراسر جہاں کی تجھے خوبیاں ۔ میسر ہوں اے بادشاہ جہاں
یہ سنکر ہوا شاد ضحاک شاہ ۔ تعلق لگا کرنے شام و پگاہ

نوازش بہت اسپہ مصروف کی ۔ کلید خورش خانہ پھر اسکو دی
خوراک اور میوہ نان وان ۔ تہی ان دنوں بہر اہل جہاں

خورش خانہ خسرو نامور ۔ ملا جبکہ اسکو تو شام و سحر
پکانے لگا نغز و خوشتر طعام ۔ مزیدار خوش ذائقہ ہر طعام

وہ تیار کر پیش فرمانروا ۔ کبھی مرغ لاتا کبھی چارپا
پکا اکدن بیضۂ مرغ دال ۔ خورش کو وہ لایا تو شاہ جہاں

ہوا کھا کے اسکو بہت شاد کام ۔ کہ تھا خوشتر و نغز تبکو طعام
زبس دے طرب شاہ نے کی آفریں ۔ یہ سنکر کیا عرض اسنے وہیں

کہ اے قدرداں شاہ فرخ سیر ۔ خورش لاؤنگا اس سے کل نغز تر
خورش دوسرے روز پھر شاد شاد ۔ حضور جہاندار فرخ نہاد

بصد لطف کبک و تذرو سفید ۔ پکا کے گیا با دل پر امید
وہ ضحاک نے جبکہ کھایا طعام ۔ نہایت ہوا خرم و شاد کام

زبسکہ عنایت کہا یوں کہ اب ۔ جو کچھ چاہئے مجھسے کر تو طلب
کیا عرض ابلیس نے پھر شتاب ۔ کہ اے شاہ ضحاک عالیجناب

مری آرزو ہے کہ شام و پگاہ ۔ کہ دوں ایک بوسہ سر کتف شاہ
یہ رتبہ نہیں گرچہ میرا ولے ۔ اگر شہ کے الطاف و عنایات سے

برآئے مرا مدعا کیا عجب ۔ تجھے کامیابی ہو با صد طرب
یہ ضحاک بولا کہ اے نیکخو ۔ ترے دل کی بر لاؤں یہ آرزو

تو اس سے تجھکو کروں ارجمند
که ہو نام تیرا جہاں میں بلند
یہ کہکر دئے کھول کتف اپنے بس
یہی دل میں ابلیس کے تھی ہوس
جو کتف اپنے شہ نے برہنہ کئے
تو شیطان نے اُسپہ بوسے دئے
دئے جبکہ بوسے سر کتف شاہ
ہوئے وہیں پیدا دو مار سیاہ
یہ کردار بد کرکے واں آشکار
نظر سے وہ غائب ہوا نابکار
جہاندار ضحاک حیراں ہوا
بہت اپنے دل میں پشیماں ہوا
کیا چارہ دانشوروں سے طلب
لگے کرنے تدبیر و تجویز سب
پر اس درد کا کچھ نہ پایا علاج
کسی کو بھی اسکا نہ آیا علاج
پھر اتنے میں ابلیس پیدا ہوا
بشکل طبیباں ہویدا ہوا
وہ آکر حضور شہ نامدار
لگا کہنے شہ سے کہ اے شہریار
ہوا وہ ملا جو نصیبوں میں تھا
نہیں دفع ہوتی یہ ہرگز بلا
تیری زندگی اب تو دشوار ہے
وہ چارہ سازی سے ناچار ہے
ہوا سکے ضحاک اندوہگیں
لگا کرنے فریاد و زاری وہیں
کسی طرح سے چارہ سازی کرو
شتابی سے عاجز نوازی کرو
یہ کہنے لگا پھر یہ زشت نہاد
کہ اے مرد فرزانہ چارہ ساز
کیا شاہ نے جب بہت انکسار
تو دلادہ پھر یہ کہنے لگا نابکار
نہیں اس سے چارہ کوئی اور عزیز
که سانپوں کو دے آدمی کا تو مغز
تیری جان کو پھر نہ پہنچے گزند
رہے پھر نہ تو اسقدر دردمند
دیا جا ابلیس نے یہ علاج
لگا کرنے دائم خداوند تاج

آمدن سلطنت ایران بدست ضحاک

آوارہ شدن جمشید و رسیدن تنہا در شہر زابلستان بلباس و بگرویدن حسن او دختر والئے زابلستان و عقد بستن با او

یہ ہر ملک و کشور میں پہنچی خبر
کہ ضحاک شاہنشہ تاجور
رکھے ہے دو مار سیاہ اپنے پاس
جسے دیکھ اڑتے ہیں ہوش و حواس
بہ ہیبت ہوئی شاہ کی دہر میں
کہ ڈرنے لگے لوگ ہر شہر میں
بزرگان ایران سے جمشید سے
ہوئے منحرف تھے سو وہ آنکے
ہوئے پیش ضحاک حاضر سبھی
کمر چست باندھی پئے بندگی
بیاں کرکے احوال ایراں تمام
کیا عرض کاے شہ ذوالاکرام
اگر فوج سرکار جائے ادہر
تو ہاتھ آوے وہ ملک بھی دو[illegible]
یہ سنکر وہیں لشکر بیکراں
کیا شاہ نے ساتھ انکے رواں
وہ جمشید بھی آ مقابل ہوا
ملے کام دل کچھ نہ حاصل ہوا
شکست اسنے کھائی ہنگام جنگ
گریزاں ہوا شاہ جم بیدرنگ
جو اقبال اور بخت برہم ہوا
تو جم اور تباہ لشکر جم ہوا
رہا کوئی بھی پھر نہ ہمراہ جم
کسی سمت تنہا گیا شاہ جم
ہوا شاہ ضحاک ایراں کا شاہ
ہوا وہ نصیب اسکے تاج و کلاہ
کئے لوگ ضحاک نے پھر رواں
کہا یوں شہ جم کو پاؤ جہاں
اسے قید کرکے یہاں لاؤ تم
تفحص کناں ہر طرف جاؤ تم
کرو مل کے پھر ہر اک کا ہیں تیغ زن
زر و گوہر و لعل انعام دوں
ہر اک طرف کے پھر طرفدار کو
گیا وہیں حکم شہ نامجو
کہ لاوے اسے جو گرفتار کر
رضامند ہیں اس سے ہم بیشتر
بڑا رتبہ اسکا ہو بہر حضور
غم و فکر دنیا سے دل ہے نفور
ستم دیدہ چرخ پرفتنہ جم
شب و روز باخاطر پر الم
سوئے والئے کہ وہ آوارہ تھا
نہایت غریب اور بیچارہ تھا
ہر اک سے چھپاتا تھا وہ آپ کو
نہ ہرگز جتاتا تھا وہ آپ کو
پہ بہار مردم سے پوشیدہ تھا
کہ آفت رسیدہ و غمدیدہ تھا
غرض رفتہ رفتہ بصد رنج و غم
گیا زابلستاں میں وہ شاہ جم
سپہدار اور ملک زابل کا شاہ
اسکے ایک تھا دختر رشک ماہ
مہ مہر سے حسن میں خوب تھی
دلآرام و دلدار و محبوب تھی
وہ زلف دوتا اسکی دام بلا
گرفتار جسکا نہ ہوتے رہا
وہ ابرو تھے یا تیغ براں تھے
وہ مژگاں تھی بلکہ پیکاں تھے
کئے سینکڑوں اک نگاہ سے ہلاک
ہزاروں ملائے تہ خون و خاک
وہ قامت کہوں یا قیامت کہوں
قیامت سے بالا وہ کہلا[illegible]
کہوں کیا کہ رفتار نے کیا کیا
کہ ہر گام پہ فتنہ برپا کیا

دلیری و تدبیر و زور و ہنر | لکھے ہیں عرب نے زن سحر پیشتر
حوالے مرے کر یہ تیر و کماں | ہنر دیکھو میرا تو اے بوستاں
یہ سنکر پری رو ہوئی شرمگین | عرق آگیا چہرے پر بس وہیں
ملے دلمیں افزوں محبت ہوئی | زیادہ شہ جم کی الفت ہوئی
کماں ہاتھ سے جم کے آگے رکھی | کیا مدد بھی ہو بہت عاجزی
کہا پھر یہ جم نے کہ اے نیکخو | کروں گر ہدف تیر کا ماہ کو
تو پھر دل جسے چاہے اس سے لولاؤ | بصد شوق ہمبستر اپنا کروں
مراد اس سخن سے تھی وہ رشک ماہ | گلے ہووے ہم آغوش جمشید شاہ
پری رو بھی اس سحر کو پا گئی | یہ بات اسکے جی میں بھلا نہیں آگئی
پیا جام پھر جم نے خاہد بید رنگ | کماں کھینچکر ایک ہاتھ خدنگ
کماں سے ہوا تیر جیسے جو رہا | گری ماہ وہ بسمل ہو نہ اڑ گیا
پھر اک دم میں بیٹھا وہ نزدیک کر | کہ بیٹھا ہوا تھا جہاں پیشتر
نہ تھی زور تھی نازنیں کی کماں | کہ زایل ہیں تھے جسقدر پہلواں
کوئی کھینچ سکتا تھا اسکو نہیں | دلہن نے کھینچا تو وہ نازنیں
لگی جی میں کہنے کہ کیا احتیاج | شبیہ شہ جم کو دیکھو نہیں آج
ہوا اس یقیں یوں کہ جمشید ہے | تہ ابر پوشیدہ خورشید ہے
غرض قوت و زور جم دیکھکر | ہوئی آفریں خواں وہ رشک قمر
طلبگار جم کی ہوئی دلمیں بس | ہوئی وصل کی اسکے جی میں ہوس
تصور میں جم کے پیا پھر شراب | پری چہرہ نے ایک جام شراب
شہ جم سے پھر آپ لیکر کماں | یہ کہنے لگی وہ بت دلستاں
ہوا تر جو بیٹھا ہے پھر آن کے | نشانہ کروں تیر کا گر اسے
تو جس مرد فرخ پہ مائل ہو دل | ملاقات کا اسکے سائل ہو دل
مرا وہ ہم آغوش ہو شوق سے | کروں اسکو بیاہ بیں ذوق سے
یہ اس گفتگو سے تھی اسکی مراد | کہ ہو جفت جمشید فرخ نہاد
سمجھ یہ گیا شاہ جم بھی وہاں | کہ میری طلبگار ہے نازنیں
بہم گفتگو واں خوشی سے یہ تھی | کہ دایہ بھی آپہنچی اس نیکبخت کی
کہا اس نے یہ ماجرا یا قلم | نگاہ کی دایہ نے وہیں سوے جم
کیا جم کو پہچان اور یوں کہا | کہ اے دختر ہوش و دلربا
جو دیکھا تھا طالع میں تیرے سو اب | ہوا آشکارا بالطاف رب
طلبگار تھی جسکی سو ہے یہی | شہ جم شہ نامجو ہے یہی
نہ کر دیر ہو وصل سے کامیاب | خوشی سے ہو ہمبستر اسکی شتاب
وہ دختر کہ تھی عاشق روے یار | رکھے تھی تمنائے بوس و کنار
سنا اسنے دایہ سے جب یہ سخن | ہوئی اور دیوانہ وہ سیم تن
اور اپنے دلمیں خوش ہوئی بیشتر | کہ مشتاق مطلوب ہوا جلوہ گر
یہ دایہ سے بولی جو تو نے کہا | نہ روئے کرم رحمت لاوے خدا
پھر اتنے میں واں جم کی آئی شبیہ | وہ دایہ کو اسنے دکھائی شبیہ
ہو صورت سے جم کی مقابل ابھی | تو البتہ باعث فرحت دل ہوئی
شہ جم کو دایہ نے پھر دی شبیہ | اور اسنے وہ اپنی جو دیکھی شبیہ
تو اورنگ و دیہیم کو یاد کر | دل پر الم سے کیا نالہ سر
لگا کھینچنے نالہ پھر شہریار | ہوئی زن بھی نرگس اشکبار
پری رو نے دیکھا جو یہ حال جم | تو پوچھا کہ کیوں تونے کی چشم نم
نگاہ کرکے اب تو سو پرنیاں | ہوا کس لئے یاں تو نالہ کناں
یہ صحبت ہے دلچسپ بزم طرب | یہ ہو وقت گریہ کا کیا ہے سبب
گیا کس طرف ملے تیرا خیال | اگر ہم سے کچھ تو نے پایا ملال
یہ کہنے لگا جم کہ اے گلعذار | جو دنیا میں ہیں عاقل و ہوشیار
ستمدیدگاں کے وہ احوال پر | غم و درد سے ناز کرتے ہیں سر
سو پرنیاں کی جو میں نے نگاہ | تو دیکھی شبیہ جسے رشک ماہ
مجھے یاد آیا وہ جاہ و حشم | بزرگی و اورنگ تاج و علم
لگا دل نہ بیچوں ارے اختیار | رہا کچھ نہ دلمیں شکیب و قرار
کیا جور چرخ ستمگر نے ہائے | کیا ظلم اس سفلہ پرور نے ہائے
کیا شاہ جمشید کو یوں تباہ | لیا چھین اکدست تاج و کلاہ
جہاں کا کیا شاہ ضحاک کو | دیا تاج و تخت ایک ناپاک کو

دو مار سیاہ جسکے ہیں کتف پر
کہ ایسا ہے وہ برگشتہ اختر کہاں
کہیں ہے اسیر بلائے بزرگ
کہ ہے آپ جم یہ شہ نامجو
کہا پھر یہ خلوت میں تو ہی ہے جم
شہ جم یہ بولا کہ اے دلستاں
تعلق بہت نازنیں نے کیا
کریگا تو انکار کر لاکھ پر
بہانہ تو کرتا ہے اب بار بار
تیرے وصل کا مجھ کو مژدہ دیا
تری ہی تمنائے دیدار تھی
نہ آرام جاں ہے نہ کچھ مجھ کو تاب
غرض آخر کار لایا ادھر
بہت شاہ بیرے ہوئے خوشگوار
نہ مجھ سے دلارام و دلدار سے
جدائی کے ہوں درد سے بیقرار
یہ کہکر لگی رونے بے اختیار
یہ دل تجھپہ صدقے کروں بلکہ جاں
کہا دخت نے جب بہت انکسار
مخالف میرا ایک تو بخت ہے
مجھے دوسرے تجھ سے اندیشہ ہے
یہ سنکر لگی کہنے وہ گلعذار
کہ بدخواہ تیری نہ ہوں زینہار
یہ جب بیچ میں آئے قول و قسم
پری چہرہ کے ہاتھ میں جم کا ہاتھ
بندھا عقد جس طرح آئین تھی
ہوئے عقد سے سخت وہ دلفگار

وہ صورت میں ہیں وہ پری سے بھی تر
بجز نام اسکا نہیں کچھ نشاں
ہوا یا کہیں لقمۂ شیر و گرگ
ولیکن چھپاتا ہے یہ آپ کو
تو پوشیدہ رکھ مجھ سے جانیں ہیں ہم
سراپا غلط ہے یہ تیرا گماں
ولیکن یہ انکار کرتا رہا
کرونگی نہ تجھ سے میں اتنی گذر
نہیں جائیگا پیش کچھ زینہار
اور اس آن سے مجھ کو وقف کیا
دل و جاں سے تیری طلبگار تھی
نہ دل میں شکیبا و نہ آنکھوں میں خواب
مرا جذبۂ دل تجھے کھینچ کر
نہ اقبال ملنے کا کیا زینہار
پری چہرہ و ماہ رخسار سے
خدا کے لئے مجھ سے ہو ہمکنار
زباں پر یہ لائی کہ اے نامدار
تو کر مجھ سے راز نہفتہ بیاں
یہ کہنے لگا تب شہ نامدار
دو ہیں دشمن جاں وہ کمبخت ہے
کہ زن کا نہ ہرگز وفا پیشہ ہے
کہ ہر زن نہیں بیوفا زینہار
دل و جاں سے ہوں میں تیری پرستار
تو ایمن ہوا بس وہیں شاہ جم
طرف قصر کے لیگئی اپنے ساتھ
ادا کی جو رسم وہ دین تھی
ہوئی شہ کی منکوحہ رشک ماہ

نہیں ہے خبر شاہ جمشید کی
خدا جانے جیتا ہے یا مرگیا
یہ غصہ بیاں جبکہ جم نے کیا
کنیزوں کو کیسر کیا واں سے دور
کہا ہیں نہیں جم وہ بولی کہ ہاں
مجھے جم جو سمجھی تو اے مہ جبیں
بہت کرکے عجز اور انکسار
کہ تجھ کو لیا میں نے پہچان اب
یہ دایہ جو بیٹھی ہوئی ہے یہاں
کہ تجھ سے فدا ہے مجھ اک پسر
تری جستجو میں ایک مدت سے ہیں
خدا سے یہ خواہش تھی اے نامجو
غنیمت سمجھ تو مرے وصل کو
کہ تجھ پہ دل زار دیوانہ تھا
نہ ہو شوق سے گر ہم آغوش اب
تہیں تو کروں اپنے سینہ کو چاک
مقرر ہے تو جب مجھے ہے یقین
جو کچھ راستی ہے تو وہ بات تو
مجھے راستی سے نہ کیوں ہو خبر
خبر اسکو پہنچے مبادا کہیں
نہیں ہے پسندیدۂ عاقلاں
قسم ہے مجھے اب تری جان کی
نہ کر خوف اندیشہ اے نامور
کہا قصہ پھر جم نے اپنا تمام
کیا جا کے آراستہ تخت زر
ہوئے عہد و پیمان محکم بہم
سر مہد زریں ہوئی جائے خواب

نہیں حال اسکے سے کچھ آگہی
ہوا اسکا احوال کیا جانے کیا
تب اس دخت دایہ نے جی میں کہا
رہی دایہ اور وہ بت رشک حور
یہ کہتی ہے کیا پیکر پرنیاں
مگر کوئی ہمشکل ہوتا نہیں
وہ بولی کہ اے خسرو نامدار
تو مت جان تک مجھکو انجان اب
خبردار ہے راز اختر سے ہاں
یہ سنکر شب و روز شام و سحر
گرفتار غم تیری فرقت سے ہوں
کسی طرح تیری ملاقات ہو
کہ تجھ سے ہوئی آپ میں کامجو
ترے عشق میں سب سے کار نہ تھا
تو صد حیف ہے اور بڑا ہی غضب
کروں آپ کو ایکدم میں ہلاک
تو اقرار کرتا بھلا کیوں نہیں
رکھے ہے تو پوشیدہ اے نامجو
کہ ڈر رکھتا ہوں وزیر سے میں خطر
اور آجاویں لوگ اسکے اے نازنیں
کہ زن سے عیاں کیجو راز نہاں
قسم ہے مجھے اپنے ایمان کی
سمجھ اس مکاں کو نہ جائے خطر
کیا تھا ہر آگہ پریوش نے ہم
ہوئی ساتھ جمشید کے جلوہ گر
ہوا ساتھ گلرو کے پیوند جم
ہوا اتصال مہ و آفتاب

ہوئے بے حجابانہ وہ ہمکنار
عجب ڈھنگ کی اس گھڑی تھی بہار

ہوا چہرہ فیروزہ رنگ مراد
نشانے پہ بیٹھا خدنگ مراد

وہ باہم لگے عیش کرنے مدام
لگے عیش کرکے وہ لگے پینے جام

کئی روز گذرے کہ وہ سیمبر
بہت کم لگی آنے پیش پدر

تو کرنے لگا اسکی وہ جستجو
کسی نے خبر دی کہ وہ ماہرو

ہوئی اک جواں سے گرفتار اب
رہے ہم آغوش وہ روز و شب

یہ سنتے ہی بس وہ ہوا خشمگیں
اور آئی وہ جب دختر نازنیں

تو چھپ کر جبیں ہو کے از روئے خشم
نکالنے اس کے لئے شوخ چشم

ہوئی اسقدر ہوئے بیباک تو
اڑانے لگی سر پہ سر خاک تو

کیا چاک اب شرم کا پیرہن
لیا جامۂ بے حیائی پہن

کیا راز کو تو نے ہم سے نہاں
تلے رنگ کے ہے تو رہے چھپا

وہ تھی حاملہ اندنوں گلبدن
ہوا زرد تھا عارض رشک چمن

کیا عرض اس نے کہ سن اے پدر
دیا حکم تھا تونے یہ پیشتر

کہ چاہے جسے اس سے ہم خواب ہو
سو ہم با عمل ہیں یہ طرز نکو

ولے شیفتہ رنگ تو تو نہیں
رہ نیک سے تجھ کو موڑا نہیں

رکھا بیٹی ناموس کیسر نگاہ
کیا جفت وہ شاہ عالم پناہ

جہانبیں کوئی اسکا ہمسر نہیں
کوئی جاہ میں اس سے برتر نہیں

یہ دایہ نے بھی عرض شاہ سے کیا
شہا بیٹی جو تجھ کو فرزند دیا

بفضل خدا اس نے پایا ظہور
ہوا جلوہ گر مہر مقصد کا نور

شہ جم یہاں آگیا ناگہاں
ہوئی حاملہ اس سے یہ دلستاں

سنی دایہ سے اس نے یہ بات جب
شہ زابلستاں ہوئی شاد تب

یہ بولا کہ خوش تو نے مژدہ دیا
مرے دل کو مسرور و شاداں کیا

یہ ہے یاوری بخت کی سر بسر
ہوا جو گذر شاہ جم کا ادھر

مقرر اسے باندھ کر صبحگاہ
روانہ کروں سوئے ضحاک شاہ

کہ ہو جیسے خوشنود وہ شہریار
فزوں ہو مرا عزّ و جاہ و وقار

مجھے لطف سے اور اقلیم دے
در و لعل بخشے زر و سیم دے

یہ سنکر وہ دلدار رونے لگی
وہ بے صبر و بیتاب ہونے لگی

یہ بولی کہ اے خسرو نامجو
تو جو رہ تعدی کے درپے نہ ہو

روا رکھ نہ خونریزی شاہ جم
مری جان پر تو نہ کر یہ ستم

جو لے اپنی کشور میں آکر پناہ
دغا ساتھ اسکے ہے بیداد شاہ

اٹھا اپنے دل سے ذرا یہ خیال
ترے اپنی گردن پہ ناحق وبال

سدا بخت و دیہیم رہتا نہیں
ہمیشہ زر و سیم رہتا نہیں

نہ اپنا سمجھ ملک و دیہیم کو
سمجھ خاک لعل و زر و سیم کو

نہ بیچارے پر جور و بیداد کر
خداوند جان آفریں سے بھی ڈر

اگر نام عزت بیاں نہ کر تو پسند
نہ بد نام ہو اے شہ ارجمند

تو جمشید کو مجھ سے مت کر جدا
وگرنہ مرے تن سے کر سر جدا

یہ کہکر وہ رونے لگی زار زار
تو التماس لگی کرنے بے اختیار

ہوئی بسکہ گریہ کناں نازنیں
تو رحم آگیا باپ کو بس وہیں

یہ بولا کہ اے دخت والا تمیز
مجھے تیری خاطر بہت ہے عزیز

تو خاطر کو رکھ جمع شام و سحر
کہ اس کام سے بیٹی کی درگذر

اذیت نہ جم پر رکھوں گا روا
نہ ہرگز گزند اسکو پہنچاؤں گا

اسے بلکہ دوں گا مال و سپاہ
زیادہ کروں عزّ و توقیر و جاہ

یہ کہہ جاکے بیٹھا [illegible]
کہ اے بادشاہ شہ با جناب

سحر میں بھی آؤں گا تیرے حضور
غم و فکر کو رکھ تو اب دل سے دور

ہوئی شاد وہ دختر دلستاں
گئی پیش جمشید وہ پھر وہاں

سنا تھا جو کچھ باپ سے سو کہا
دل شاہ کو مطمئن کر دیا

فروزاں ہوا جبکہ نور سحر
ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر

گیا پیش جم شاہ زابلستاں
جھکا کر سر اپنا پھر اس نے کہا

کہا یوں کہ اے شاہ عالی تبار
نہ ہو بدگماں مجھ سے اب زینہار

یقین جان جب تک کہ زندہ ہوں
کہ دختر کنیز اور میں بندہ ہوں

نہ دینا کچھ اندیشے کو دل میں راہ
کہ خدمت میں حاضر ہوں شام و پگاہ

دلاسا وہ دیتا تھا شام و سحر
ولیکن یہ جمشید کے تھا خطر

یہی قصد تھا یاں سے ہو جائیے

آگہی شدن جمشید از زابلستان بطرف

... دیکھ قابو نکل جائیے

ہندوستان وگرفتار آمدن راہ بدست مردمان ضحاک وکشتہ شدن او

بہت دن رہا شہر زابل میں جم / ولے دل کو تھا اسکے آرام کم
رہے تھا شب و روز اندیشہ مند / کہ پہنچے مبادا یہاں کچھ گزند
کہ مجھ کو پکڑ کر بحال تباہ / روانہ کریں سوئے ضحاک شاہ
ہوا جب خبردار اس بات سے / گریزاں ہوا شاہ جم گھات سے
وہاں سے سوئے ہند راہی ہوا / بیاباں نورد و تباہی ہوا
وہ ازبسکہ تھا اپنے جی سے تنگ / لگا بخت ناساز سے کرنے جنگ
خراب اور آوارہ مجھ کو کیا / ملا خاک میں ہائے تونے دیا
کہاں تک پھروں میں تباہ وخراب / کہاں تک رہوں یونہیں بے صبر وتاب
عدم سے نہ آتا میں ہستی میں کاش / نہ ہوتا مجھے یہ غم جانخراش
اسے آگیا خواب اور ناگہاں / ہوا فتنۂ خفتہ بیدار واں
غرض ایک ضحاک کا ایلچی / کہ ساتھ اسکے تھوڑی سی تھی فوج بھی
شہ جم کو پہچان اس نے لیا / گرفتار بس اسکو وہیں کیا
کسی کا نہیں یہ جہان دوستدار / کسی کا نہیں چرخ گردندہ یار
کہ دولت بھی ہے آہ ناپائدار / نہ دنیا کو ہے کچھ ثبات و قرار
ہوا پھر گرفتار زنجیر و بند / اسے چرخ گرداں سے پہنچا گزند
گیا جبکہ جم آگے ضحاک کے / پس پشت تھے ہاتھ دونوں بندھے
الم سے تمام اسکا چہرہ تھا زرد / گرفتار خواری تھا وہ نیک مرد
خوشی سے وہ ضحاک بیداد گر / ہوا خندہ زن حال یہ دیکھکر
پر اب اسطرح کیوں ہوا خوار تو / خرابی میں کیوں ہے گرفتار تو
کہاں پادشاہی و تاج و علم / کہاں لشکر و فوج و جاہ و حشم
جواب اسکو جمشید نے یہ دیا / کہ تجھ سے نصیبا جو یوں پھر گیا
نہ مغرور دولت پہ ہو اسقدر / ذرا روز بد کا بھی اندیشہ کر
کریگا فلک تجھ کو خوار اسطرح / کہ دیکھے ہے تو مجھ کو اب جس طرح
کروں یا قلم سر کو شمشیر سے / پرو دوں ترے تن کو یا تیر سے
یہ گفتار سنکے لگا کہنے جم / کہ اس وقت مجھ کو نہیں کچھ بھی غم

وہ دلدار تھی رات دن اسکے پاس / وہ قسمت پہ بھی تھا تھا وہ غم اداس
کسی نے کہا اسے شہ بے نظیر / یہ چاہیں ہیں یا تکلے اہیر و وزیر
نہیں تو وہ لشکر ادھر کھینچکر / کریگا تباہ ملک کو سربسر
وہ زابل سے چلکر سوئے چین گیا / ولیکن وہاں بھی بہت کم رہا
جو گھبرا گیا راہ کے رنج سے / گیا بیٹھ سائے میں اک نخل کے
کرے بخت کمبخت کیا جو ہے / بھلا یہ بھی ظالم کوئی طور ہے
ہوئے یہ مخاطب سوئے فلک / کرے چرخ بیداد یہ کب تلک
یہ ناسازی بخت سے سربسر / کہ سرگشتہ ہوں میں پڑا شام و سحر
یہ کرتا ہوا زاری و آہ جم / پڑا اسے ذرا سو گیا ایکدم
اجل بھی کمینگاہ میں تھی کہیں / سو وہ آگئی اسکے سر پر کہیں
وہ تھا سوئے خاقان چین و سپیر / کہیں اتفاقاً جو گذرا ادھر
بحال پریشان و بند گراں / کیا سوئے ضحاک جم کو رواں
عبث ہے جو دولت پہ پھولے کوئی / طرح گل کے شادی سے پھولے کوئی
ذرا دیکھنا حال جمشید کا / کہ تھا چرخ پر جسکا تاج و کلاہ
خبر سنکے بولا یہ ضحاک شاہ / کہ ہاں جم کو لاؤ بحال تباہ
فقط پاؤں میں کچھ نہ زنجیر تھی / بندھی بھی رسن اسکی گردن میں بھی
اٹھاتا نہ تھا شرم سے سر وہاں / اور آنکھوں سے تھے اسکے آنسو رواں
لگا کہنے ظالم یہ جمشید سے / فزوں تر ترا رتبہ خورشید سے
ہوا کس لئے تجھ سے برگشتہ بخت / کہاں ہے ترا شاہ و دیہیم و تخت
کہاں حکمرانی کہاں گیر و دار / کہاں وہ ترے رسم و آئین کا
تو بیجا ہے اس بختیاری پہ ناز / عبث ہے پھر اس تاجداری پہ ناز
تجھے بھی یہ پیش آئیگا ایکروز / رہیگا نہ تیرا صدا نیک روز
لگا کہنے پھر یوں کہ بیدادگر / کہ کھینچوں تجھے اس گھڑی دار پر
ذرا کہہ کہ کیا ہے تیری آرزو / وہ منظور ہے جو کہے مجھ سے تو
قضا نے یہ چاہا تو کیا خوف باک / تو جس طرح چاہے مجھے کر ہلاک

یہ ضحاک نے پھر کسی کو کہا — کہ چیرو اسے ایک آرہ منگا
وہ دو تختے لایا اور آکے آرہ بھی — شہ جم کو تختے سے باندھا بھی

پھر آرے سے چیرا اُسی پیش ہاں — ہوئے ایک جم سے دو پیکر عیاں
نہ دَورِ فلک کا ہے کچھ اعتبار — کہ پھرتا رہے ہے یہ لیل و نہار
پھر اک دم سے سو جو دیا بار برگ — سدا گوش زد ہی یہ آوازِ مرگ
جب اس نازنین کو یہ پہنچی خبر — تو رنج و الم سے ہوئی نوحہ گر
اُسے کام تھا اشکباری کیا تھا — سدا شغل تھا آہ و زاری کیا تھا
اُٹھایا بہت اُس نے بیداد و قہر — پھر آخر کو وہ مر گئی کھا کے زہر
کہ خلق تھی ایک کو شہرناز — اور اُس دوسری کا تھا نام ارنواز

جہاں سے عبث ہے اُمیدِ وفا — کہ بے مہر ہے اور سراپا خطا
جو ہوا ارجمند اسکو یہ چرخِ دوں — کرے آخر کار یوں سرنگوں
خبر یہ گئی سوئے زابلستاں — ہوا قتل جمشید شاہِ جہاں
نہ آنکھوں میں خواب اور نہ جی میں قرار — لگی رہنے بیتاب لیل و نہار
نہ تھی آشنا وہ خور و خواب سے — وہ بیگانہ تھی صبر اور تاب سے
وہ دو ہمشیر تھیں شاہ جم کی کہیں — انہیں لوگ لائے پکڑ کر وہیں
انہیں شاہِ ضحاک نے کر طلب — رکھا اپنے گھر میں بلطف و طرب

خواب دیدن ضحاک و ترسیدن ازاں خواب ہولناک

وہ ضحاک تازی پس از قتل جم — جہاں میں لگا کرنے جور و ستم
وہ مردِ جواں کو وہ بے خوف و باک — طلب کر کے ہر روز کرتا ہلاک
کئے قتل اور گاہ غارتگری — ہوئی تازہ رسمِ ستم پروری
وہ ہوتے غریب اور یا ارجمند — روا جان پر اُنکی کرتا گزند

رہے تھا وہ پوشیدہ گھر میں مدام
اور اسکی تھی اک زوجہ سیم فام
جبین سے عیاں اسکی پریشان تھی
پھر اس نے پتی سے یہ جی میں کہا
یہ کہکر وہیں سوے صحرا گیا
گرفتار کر کے بحال تباہ
فریدوں کی ماں کو یہ پہنچی خبر
وہاں سے شتابی سے وہ ٹلگئی
وہاں کا نگہبان تھا حق شناس
مبادا کوئی بال نہ پہچان لے
وہ سوچی کہ یہ کودک شیرخوار
وہ ناچار ہو کر بہت بدحواس
یہ کہنے لگی ایک دلخستہ ہوں
ٹھکانا نہیں اور باقی ہوں میں
قبول اس جوانمرد نے سب کیا
رواں سوے البرز وہ زن ہوئی
اسے جانتا تھا بجائے پسر
گئے جب گذر الغرض تین سال
ہوئی البرز سے وہ آخر رواں
کہ البرز میں پالنے لیجاؤں اب
نہ لیجا تو ویرانے میں طفل کو
خدا کی طرف سے ہوئی رہبری
ہوئی شاہ ضحاک کو جب خبر
نگہبان کو اسنے کر کر ہلاک
نشاں کچھ نہ پایا فریدوں کا جب
کہ اسنے ضحاک کے پیشتر
فریدوں کو وہ لیگئی اسکے پاس

کہیں آنے جانے سے تھا کچھ نہ کام
کہ فرزانگی میں زمیں کا تھا نام
نمودار تھا فرِ شاہنشہی
کہ دل بیٹھے بیٹھے بتنگ آگیا
لگا پھرنے اور سیر کرنے لگا
وہیں لیگئے پیش ضحاک شاہ
تو اندیشہ دل میں ہوا بیشتر
فریدوں کو لیکر نکل وہ گئی
اور اک گاؤ سے شیر تھی اسکے پاس
مری اور اس طفل کی جان لے
نہ زندہ رہے شیر بن زینہار
گئی دوڑ کر اس نگہبان کے پاس
بصد رنج اندوہ وابستہ ہوں
ترے پاس اب چھوڑ جاتی ہوں میں
فریدوں کو لے پاس اپنے رکھا
رہی جاکے وہ اور اسمیں ہوئی
وہ کرتا تھا شفقت بجائے پدر
فریدوں کی ماں کو یہ آیا خیال
مسافت کو طے کر کے آئی وہ واں
رکھوں پاس اپنے اسے روز و شب
گزند اسکو پہنچے اب ایسا نہ ہو
کہ رکھنے میں پاتی نہیں بہتری
کہ بیٹے ہیں سے بیٹوں کا پسر
کیا ظلم اسنے یہ بیخوف و باک
کیا سارے ایراں کو مسمار سب
اسے لیگئی یاں سے ماں آنکر
کہا یوں کہ اے مرد ایزد شناس

اسے جاوداں ہم ضحاک تھا
ہوئی وہ زن مہروش باروا
فریدوں رکھا باپ نے اسکا نام
نکل گھر سے چلئے اب سوئے دشت
ادھر ناگہاں لوگ ضحاک کے
کیا قتل آخر اسے شاہ نے
نہ اس سرزمیں میں رہا زینہار
کہیں ایک دلچسپ تھا مرغزار
کرپایہ تھا نام اس گاؤ کا
ولیکن جو گلبن سبز تھی مدام
وہ طفل ان دنوں دو مہینے کا تھا
لگی رونے واں جا کے بے اختیار
یہ بچہ ہے بیچارہ و بے پدر
اسی گاؤ پرمایہ کا دیجو شیر
ہوئی وانسے رخصت اسے سونپ کر
یہاں مالک اس گاؤ پرمایہ کا
وہ مصروف تھا پرورش میں مدام
سوئے مرغزار اب ذرا جائیے
کہا اس نے آکے اے مرد پیر
وہ بولا کہ ہے یہ ابھی خرد سال
وہ کہنے لگی یوں کہ اے مرد نیک
یہ کہکر اسے لیگئی پس وہاں
یہ سنکر ستمگار و بد روزگار
گیا پھر وہ ظالم شتابی سے واں
بد اندیش تھا گرچہ ضحاک شاہ
سر کوہ اک مرد درویش تھا
یہ بچہ ترا بندہ ہے اور غلام

دل اسکا شب و روز غمناک تھا
ہوا اس سے پیدا پھر اک مہ عذار
اسے دیکھکر دل ہوا شاد کام
وہاں چلکے کیجے ذرا سیر گشت
جو پہنچے تو پہچان کر لیں اسے
کیا یہ ستم ہائے ناپاک نے
کہ رہتی جہاں تھی وہ بیل دنما
وہ پہنچی وہاں بادل سوگوار
فریدوں کو شیر اسکا بس وقف تھا
ہوا شیر تھا خشک اسکا تمام
شب و روز سے اسکے جینے کا تھا
کیا اسکے آگے بہت انکسار
تو کر پرورش اسکی شام و سحر
کہ پروردہ ہو کودک دلپذیر
نہ دیکھا ذرا اسنے پھر کر ادھر
فریدوں پہ رکھتا تھا شفقت روا
پلاتا تھا شیر اسکو ہر صبح شام
وہاں سے فریدوں کو لے آئیے
مجھے دے مرا کودک دلپذیر
اسے ہوگئی واں اذیت کمال
مرے دل میں گذرا ہے وسواس اب
جہاں اسکا البرز میں تھا مکاں
وہ کہیں سے آیا سوئے مرغزار
فریدوں کے رہنے کا تھا جو مکاں
ٹلا تھا فریدوں پہ یہ فضل اله
کہ روشن ضمیر و صفا کیش تھا
کرم کی نظر رکھ تو اسپر مدام

خطر بسکہ تھا اُس ستمگار کا
سبھوں نے یہ ناچار محضر لکھا

ہر اک شخص کی پھر گواہی ہوئی
نشانی بفرمان شاہی ہوئی

ولیکن جو کاوہ تھا آہنگر ایک
دلیر و خردمند تھا مرد نیک

کہیں نوبت اُسکی تھی فرزند کی
یہ اسدن ہوس شاہ کے دل میں تھی

کہ کاوہ کے فرزند کو قتل کر
کھلا دیجیے سانپوں کو مغز سر

وہ کاوا ہوا آن کر دادخواہ
لگا کہنے تا کہ کنان پیش شاہ

کہ اے شاہ سن میری فریاد کو
ذرا کام فرما نہ بیداد کو

تہی ہے اژدہا پیکر و پیلتن
جہاندار سالار شاہ زمن

ولے کس لیے ہم پہ سختی و جور
ذرا کیجیے اپنے دل میں تو غور

کہ یہ بھی ہے انصاف کوئی بھلا
کیے تام تو داد بیداد کا

کرے میرے فرزند کو یوں ہلاک
نہ آئے ترے دل میں کچھ ترس باک

پھر اپنی بھلائی کا محضر لکھے
نکوئی کا مضمون سراسر لکھے

یہ گفتار سُنکے وہ حیراں ہوا
ہراساں ہوا دل میں ترساں ہوا

شہ رکھا روا خون بیچارے کا
اُسے اُس کا بیٹا حوالے کیا

لگا کہنے کاوہ سے وہ تاجور
کہ اب یہ جلد اپنی محضر پہ کر

پڑا جبکہ کاوہ نے محضر وہاں
ہوا تب خروشاں و نعرہ زناں

بزرگان اقلیم سے یوں کہا
کہ اے مردواں تم نے یہ کیا کیا

خطر سے شہ دیو چہرہ کے اب
گرفتار عصیاں ہوئے ہائے سب

کیا تم نے ہرگز نہ کار نکو
غرض سب نے و رخ رکھا سب نے رو

یہ کہکر شتابی سے بیخوف و باک
کیا اُس نے یکدست محضر کو چاک

کیا اور بھی کچھ سخنہائے سخت
حضور خداوند دیہیم و تخت

پھر اس انجمن سے وہیں اُٹھ گیا
اور اپنا وہ بیٹا بھی ہمراہ لیا

ہوئے آفریں خواں وہ سب شاہ کو
یہ کہنے لگے اے شہ نامجو

ہوا کاوہ گستاخ اور بے ادب
حق نعمت شاہ کیا بھول سب

حضور خداوند رشک زمیں
زباں پر وہ لائے سخنہائے کیں

رہ کینہ سے چاک محضر کیا
اطاعت سے پیچیدہ یوں سر کیا

شقاوت سے لی اپنے سر پر خراف
کیا بات نے بس سمجھے وہ برخلاف

مگر دوستدار فریدوں ہوا
کہ دشمن تیرا زبر گردوں ہوا

نہ فرمانبری کی جو گر اُسنے
تو پھر کیوں تحمل کیا شاہ نے

دیا شاہ ضحاک نے یہ جواب
تحمل کا مجھ سے نہ پوچھو جواب

کیا آنکے کاوہ نے جب خروش
تو یکبارگی اُڑ گئے میرے ہوش

لگا پیٹنے اپنے سر کو وہ جب
بس اک خوف آیا مجھے دل کو تب

خدا نے جو چاہا سو یاد وکیا
اور آگے کریگا جو کچھ چاہیگا

گیا جبکہ وہ کاوہ کینہ خواہ
فراہم ہوئی پاس اسکے سپاہ

طلب کرکے پھر چرم آہنگری
بنایا وہیں اک علم اُسنے واں

علم ہاتھ میں لیکے وہ نامور
روانہ ہوا واں سے پیش بیشتر

یہ کہتا تھا ہر بار کرکے خروش
کہ اے نامداران باعقل و ہوش

فریدوں تھا ہر ایک کے دل میں خیال
سو آئے یہاں وہ خجستہ خصال

کرے چاکری پھر نہ ضحاک کی
رفاقت کرے ترک ناپاک کی

ہوئے جمع واں شہری لشکری
ہوا پھر فریدوں رتبہ سروری

وہ کاوہ تھا بس آگے آگے رواں
پس کاوہ انبوہ پیر و جواں

کہاں ہے فریدوں یہ واقف نہ تھے
مگر سر اُٹھا لے وہ سیدھے چلے

غرض رفتہ رفتہ تفحص کناں
وہ پہنچے وہاں تھا فریدوں جہاں

وہ کاوہ حضور فریدوں گیا
ادب سے جھکا اپنے سر کو دیا

کیا عرض اے صاحب تاج و تخت
تری یاور دولت مدد گار بخت

تو ضحاک کا چل کے دیہیم لے
جہاندار ہو ہفت اقلیم کے

یہ سمجھا فریدوں عالیجناب
کہ تائید غیبی ہوئی ہم رکاب

کیا شکر لطف جہاں آفریں
بجا سجدۂ شکر لایا وہیں

رفتن فریدوں بمعیت کاوہ بارادہ جنگ ضحاک و نشستن بر تخت شاہی و تسخیر ملک بتائید خدا

بیسر ہوا جب یہ جاہ و حشم
سپاہ فراوان و تاج و علم

ہوا خوش فریدوں فرخ سیر
کیا تاج شاہنشہی زیب سر

علم پہ جو تھا چرم آہن گراں
وہ یکدست تھا سرخ و زرد و بنفشہ
کہ ہو جو کوئی بادشاہ جہاں
شہانِ کیاں نے بصد فرخی
گیا پاس ماں کے یہ اُس سے کہا
وہ جاہ و حشم دیکھ شاداں ہوئی
کہ سونپا تجھے یارب اپنا پسر
فریدوں کے تھے وہ برادر بزرگ
پھر آہنگ اُس شاہ نے کر طلب
اُترتا تھا شب کو وہ لشکر جہاں
وہ پہنچے کہیں اُس جگہ ایکبار
فریدوں کو الہام اُس دم ہوا
پھر اک شخص پیدا ہوا ناگہاں
کوئی آئے درپیش مشکل جہاں
یہ سُنکر فریدوں فرخ نہاد
ترقی پہ اقبال تھا شاہ کا
لگے کہنے باہم کہ ہے یہ غضب
کہا ایک نے ہے یہ مشکل کہاں
کرینگے ہلاک اُسکو تدبیر سے
گئے بس وہ دونوں شقاوت نشاں
پھر اک سُنی اُسنے آواز سنگ
نہ غلطاں ہوا پھر ذرا بیشتر
یہ بولے کہ ہم کو تعجب ہے یاں
جہاں آفریں نے رکھا اب نگاہ
نہ کچھ مُنہ پہ اُسکے کہا زینہار
بیابان اور کوہ کی راہ سے
گذر یاں سے کشتی جو دیکھی طلب

کیا زیب و زینے روحی بتاں
رکھا نام پھر کاویانی درفش
تو چمکنے لگا چرم آہنگراں
یہ رسم و رہ نیک جاری کبھی
کہ رکھتا ہوں میں قصد ایران کا
ولیکن جدائی سے گریاں ہوئی
نگہدار رہنا تو شام و سحر
ولیکن وہ تھے کینہ ور مثل گرگ
کیا حکم اسطرح اُسکو کہ اب
سحرگاہ ہوتا تھا واں سے رواں
کہ ایزد پرستوں کے واں تھے فراں
فریدوں کا دل جس سے خرم ہوا
کہ رکھتا تھا وہ صورت رہبراں
یہ افسوں تو پڑھنا وہاں بیگماں
ہوا دل میں اپنے وہیں شاد شاد
ظہور اُسکی تھا دولت و جاہ کا
جو ہیں اُسکے محکوم ہم روز و شب
ہلاک فریدوں ہے امر محال
بہانے حیلے سے تدبیر سے
اُکھاڑا وہیں ایک سنگ گراں
ہوا شاہ بیدار بس بیدرنگ
بد اندیش حیراں ہے دیکھ کر
ہوا کس طرح یاں سے سنگ کر
بجا لائے شکر لطف الٰہ
زیادہ کیا اُن کا جاہ و وقار
سپاہ و حشم شوکت و جاہ سے
شادی اور ہوا شاہ وہاں غضبیہ

بنی پیکر گوہریں اُسپہ ایک
علم کی جو اس طرح تزئیں ہوئی
بنا کر علم اُس کو پر زر کرے
کیا پھر فریدوں نے یہ عزم جزم
دعا کر تو اے مادر مہرباں
دعا دیکے پھر اُس کو رخصت کیا
روانہ ہوا پھر وہ عالیجناب
فریدوں نے ساتھ اپنے اُنکو لیا
بنا دے تو اک گرزہ گاو سر
اسی طرح ہر روز تھے وہ نورد
رہا شاہ تنہا وہاں وقت شب
یہ آواز آئی کہ دل شاد رکھ
فریدوں کو سکھلائی افسونگری
کہ ہووے وہ آسان مشکل تمام
خوشی سے اُسے اور قوت ہوئی
گئے بھائی دونوں جو تھے کینہ ور
فریدوں کو بس قتل اب کیجئے
دیا دوسرے نے یہ اُسکو جواب
کہیں ایکدن یاں جو پہنچا
سر کوہ سے اُسکو غلطاں کیا
فسوں کو کیا شاہ نے وردِ زباں
رہ رکے سے پھر خروشاں ہوئے
اگر کوہ سے لائے گرتا کبھی
ولیکن فریدوں نے سمجھا وہاں
بصد فرخی پھر شہ نیک مرد
جہاں دجلہ تھا شہر بغداد کا
گیا وہ وہیں پر رہا ہیں گھوڑا رو لب

بہت نادر و نغز و دلچسپ نیک
ہمیشہ کو یہ رسم و آئیں ہوئی
مزین بہ دیبا و گوہر کرے
کہ ضحاک سے کیجے اب جاکے رزم
کہ ہو میں ظفریاب جاکر وہاں
اور اُس دم خدا سے یہ کی التجا
ہوا کاوہ لشکر کے ہمرکاب
وفورِ عنایت سے شاداں کیا
مرتب کیا اُس نے بس وہ تبر
سر چشمہ پہنچی تھی لشکر کی گرد
اور امداد کی اُسنے واں سے طلب
یہ افسوں بتاتے ہیں سو یاد رکھ
یہ بولا کہ اے لائق سروری
بن آئے شتابی سے یکدست کام
زیادہ فریدوں کو ہمت ہوئی
حسد لگیئے یہ حشم دیکھ کر
نہ تاخیر کو راہ یاں دیجیے
نہیں لازم اس کام میں اضطراب
سرِ دامنِ کوہ سوتا وہ تھا
کہ تا ریزہ ریزہ ہو سر شاہ کا
ہوا بعد وہ سنگ غلطاں ہوا
وہ سرگرم فریاد و افغاں ہوئے
تو صبح فریدوں بھی سوتا ابھی
کہ یہ کام اُنکا ہی تھا بیگماں
دم صبح واں سے ہوا رہ نورد
فریدوں کو کاوہ وہاں لیگیا
روانہ ہوئی فوج بیحد ازاں

نہ ہرگز ڈرا وہ لعیں آیا خطر — گئے بیخوف خطر سے سب اُتر
مکاں وہ بنایا تھا ضحاک نے — کیا تھا بلند اسکو ناپاک نے
طلسم ایک تھا وہ درون مکاں — بلائے دشوار تر تھیں جہاں
نمایاں ہوئی وہ بلائے عظیم — سیہ دیو اور اژدہائے عظیم
کیا گرز سے وہیں انکو ہلاک — پھر آگے گیا شاہ بیخوف و باک
پہ کاوہ سے پوچھا کہ کیا ہے یہ تخت — لگا کہنے یوں کاوۂ نیک بخت
بصد فرخی پھر شہ نامور — سر تخت زریں ہوا جلوہ گر
کہ ضحاک بیداد گر ہے کہاں — جو کچھ تجھ کو معلوم ہے کر بیاں
اُدھر لے گیا لشکر بیکراں — زرہ پوش مردان جنگی یلاں
رہی فوج تھوڑی سی باقی وہاں — طلسم و حرم خانے کے پاسباں
لیا مال و زر اور توڑا طلسم — نہ چھوڑا خزانہ نہ چھوڑا طلسم
گیا پھر شہنشاہ گیتی پناہ — سوئے شبستان ضحاک شاہ
بتان پری چہرہ و سیم بر — ہوئیں شاد واں شاہ کو دیکھکر
وہیں خواہران جم نامور — لگیں کہنے یوں چشم کو کرکے تر
کہ اک دیو بیپیر کی صحبت میں تھے — گرفتار ہم اک مصیبت میں تھے
ہوا ہم پہ بارے خدا مہرباں — کہ بھیجا بجاہ و حشم تجھ کو یاں
یہی اپنے دل کی ہے اب آرزو — کہ جبتک جہاں ہو جہاں میں ہو تو
وہ بولی کہ تجھ سے تھا اسکو خطر — تجسس کو تیرے گیا ہے اُدھر
کہ ہندوستاں کو مسخر کرے — دل بیخودہ کو وہ خوشتر کرے
تجھے جسکے جادو سے پہنچے گزند — وہ بیخوف ہو زیر چرخ بلند
کہ بدخواہ تیرا سدا خوار ہو — تو دائم جہاں میں جہاندار ہو

وہاں سے جہاندار گیتی پناہ — ہوا سوئے بیت المقدس رواں
بہت دور سے وہ نظر آئے تھا — فلک بھی اسے دیکھ شرمائے تھا
گیا اس مکاں میں وہ شاہ دلیر — دلیری کو جسکی نہ پہنچے تھا شیر
فریدوں نے افسوں اسدم پڑھا — کہ عاجز ہوئے دیو اور اژدہا
وہاں ایک اورنگ آیا نظر — مکلل بیاقوت لعل و گہر
کہ یہ تخت ضحاک تازی کا ہے — ولے اب فریدون غازی کا ہے
پھر اک شخص واں شاہ کو مل گیا — اور اس شخص سے شاہ نے یوں کہا
یہ بولا اسی وقت وہ زشت خو — فریدوں کی کرنے لگا جستجو
درون طلسم اسکا ہے مال و زر — رکھا ہے یہاں گنج و لعل و گہر
ہوا سنکے خوش شاہ آفاق گیر — تصرف میں لایا وہ زریں سریر
خدا کا ادا شکر نعمت کیا — کہ جس نے خداوند دولت کیا
ہوا اتصل جو واں مقابل ہوا — فریدوں شبستاں میں داخل ہوا
یہ بولیں کہ ہم تھے اسیر بلا — کیا آن کے تو نے ہم کو رہا
اٹھایا تھا ہم نے جو رنج و عذاب — کہیں کیا وہ اے شاہ عالیجناب
اُدھر اس سیہ دل کا تھا بیم و یاس — اِدھر اژدہائے سیاہ کا ہراس
پھرے دن ہوا پھر مددگار بخت — کہ آیا تو اے وارث تاج و تخت
یہ پوچھا فریدوں نے اے دلربا — سوئے ہند ضحاک اب کیوں گیا
کہ شاید کہیں ہاتھ آجائے تو — سوا اسکے یہ ہے اسے آرزو
بہم واں سے پہنچا ہے اک سحرکار — فسوں ساز و جادوگر و ہوشیار
ولے چاہتا ہے یہ عالم تمام — دعا ہے ہر ایک کی صبح و شام
رہے تیرے اقبال و دولت قریں — نگہباں ہو تیرا جہاں آفریں

نشستن فریدون بر تخت کیان و گرفتار ساختن ضحاک را و تسخیر کردن ملک

ہوا جبکہ ضحاک کا تخت گاہ — نصیب شہنشاہ گیتی پناہ
ہوا ہمسر عرش و افلاک تخت — کہ بیٹھا جہاندار فیروز بخت
ہوئیں کامراں وہ پری پیکراں — بہم پہنچے خسرو کامراں
ہوا رونق افزائے تخت کیاں — فروزندہ خورشید تخت کیاں

سراپا گلستاں ہوا وہ مکاں — ہوا تازہ یکدست باغ جہاں
شبستاں ہوا غیرت صد چمن — ہوئی رشک باغ ارم انجمن
کیا شاہ نے مال تسخیر سب — ہوا کامیاب نشاط و طرب
جو تھا کندرو نامی اک پہلواں — طلسم و زر و مال کا پاسباں

کیا پاس ضحاک کے بھاگ کر / وہاں جاکے اسنے کہی یہ خبر
کہ شاہا بہ تن گرد گردن بلند / جوان و دلیر و قوی ارجمند

کسی طرف سے لاکے فوج گراں / سوئے شہر بغداد آئے دواں
بزرگی انہیں وہیں اور اک خرد ہے / دلاور ہے پر نور ہے گرچہ ہے

نمایاں ہے چہرے سے فر کیاں / خداوند دولت ہو وہ نوجواں
وہ سرکردہ ہے لشکر و فوج کا / سپہدار و ممتاز و فرمانروا

رکھے ہو وہ پاس اپنے گرز گراں / جو امرد ہے جنگجو پہلواں
بجاہ و حشم اسنے واں آنکر / وہ توڑا طلسم اور لیا مال و زر

تیرے دیو گردان جنگ آزما / جو واں تھے انہیں قتل سب کو کیا
کیا زیر پا اپنے تیرا وہ تخت / ہوا بیگماں تیرا برگشتہ بخت

ہوا تیرے داخل شبستان میں / تصرف کیا تیرے ایوان میں
ستمگار سمجھا یہ سنکر خبر / کہ پہنچا فریدوں وہاں آنکر

ولے اسنے پنہاں کیا راز کو / کہ تا کوئی لشکر میں بیدل نہ ہو
کہا یوں کہ مہماں کوئی ہوویگا / جو رخ اسنے سوئے شبستاں کیا

نہیں جائے اندیشہ کچھ زینہار / رہا چاہیئے شاد لیل و نہار
یہ گفتار سن اور کھا پیچ و تاب / دیا کندرو نے یہ اسکو جواب

کہ اب سوچ کچھ تو شہا چاہیئے / اسے کیونکہ مہماں کہا چاہیئے
رکھے جو کہ گرزہ گاؤ سر / شبستاں میں شوخی کرے آنکر

وہ مہماں کوئی آفت دہر ہے / پڑا یہ غضب ہے بڑا قہر ہے
کہ یوں خواہران جہاندار جم / رہیں بیچ بانہ اس سے بہم

ادھر ہمکنار اس سے ہو شہناز / ادھر اسکے پہلو میں ہو ارنواز
پھرا شہر میں اسکا لشکر تمام / ہوئے آدمی اسکے جاکر تمام

یہ قصہ سنا جبکہ ضحاک نے / تو کی خواہش مرگ ناپاک نے
ہوا کندرو پر بہت خشمگیں / لگا کہنے یوں اس سے از روئے کیں

تری بات کا کچھ نہیں اعتبار / ذرا بھی نہیں راستی زینہار
ترا خوف سے دل پریشاں ہوا / تو مارے خطر کے گریزاں ہوا

نہ اب ناظم شہر سمجھا کروں / نہ خدمت تجھے کوئی زنہار دوں
اسے کندرو نے یہ پاسخ دیا / کہ سمجھاو ہے اب یہ گماں خسروا

تو ہرگز نہ ہو بہرہ ور تخت سے / نہ ہو کامراں افسر و بخت سے
بھلا شہریاری نہ ہے جب تجھے / کرے ناظم شہر کیونکر مجھے

ذرا کام کا اپنے ہو چارہ گر / نہ بگڑے تیرا کام وہ کام کر
سنی جبکہ گفتار ارباب ہوش / تو آیا ستمگار کے دل میں جوش

کیا حکم ضحاک نے پھر وہیں / کہ گرداں رکھے اب سر اسپ زیں
غرض کرکے تیاری لشکر تمام / روانہ ہوا وانسے وہ تیزگام

فریدوں شہ نامور تھا جہاں / وہاں شاہ ضحاک آیا دواں
ولے فوج بیدل تھی ضحاک سے / نہ راضی تھا کوئی بھی ناپاک سے

کہ اسکے ستم سے تھے پرخوں سب / طلبگار عہد فریدوں تھے سب
سنا فوج نے جب فریدوں کا نام / دل اسکا ہوا خرم و شادکام

دلیران و مردان برنا و پیر / کہ تھے پہلوانی میں وہ بے نظیر
فریدوں کے آگے ہوئے سب رفیق / کہ تھا حق شناس و کریم و خلیق

وہ لشکر جو یوں ہوگیا بر خلاف / تو بیدادگر دل میں سمجھا یہ صاف
کہ کرتا نہیں خیر خواہی کوئی / نہیں چاہتا میری شاہی کوئی

کیا مشورہ دل میں پھر یہ وہیں / کہ تنہا سلح ہو اب پھر کہیں
سوئے خوابگاہ فریدوں چلوں / وہاں جاکے بس قتل اسکو کروں

ہوئی رات جسدم تو وہ بے حیا / ہوا غرق آہن میں سرتاپا
یہ اسدم بنی صورت نابکار / کہ کوئی نہ پہچانے بس زینہار

کمند ایک لیکر گیا پھر وہیں / چڑھا پھر سر بام کاخ بریں
جو دیکھا تو ایوان میں ارنواز / فریدوں سے ہے شوق میں گرم ناز

ہوئی شعلہ خیز آتش رشک تب / دل اسکا ہوا گرم کین و غضب
شتابی سے ایوان میں ڈالی کمند / کہ وہاں جاکے پہنچے شہ کو گزند

بلندی سے بدخواہ آیا فرود / فریدوں نے اسکو جو دیکھا تو زود
اٹھا لیکے وہ گرزہ گاؤ سر / مقابل ہوا اسکے وہ آنکر

وہ گرز اسکے سر پہ جو مارا شتاب / تو ضحاک کو پھر رہی کچھ نہ تاب
فریدوں نے پھر یہ ارادہ کیا / کہ اک ضرب اور اسکے سر پر لگا

ملا دیجیے اسکو تم خاک میں کہا
اسے قید کر کوہ کے درمیاں
کہیں کوہ تھا اک دماوند نام
بشاہی اسے سال گذرے ہزار
کہ نام انکو ہی رہے یادگار
ہوا جبکہ ضحاک پر فتحیاب
شتابی سے حاضر ہوئے آنکر
کیا شاہ نے اپنے لطف و کرم
نوازشگری شاہ نے کی اختیار
انکو ہی جو کی شہ نے زیر فلک
ہمیشہ کرے جو کوئی کام نیک

زمیں تا کہ ناپاک سے ہووے پاک
رہے یہ گرفتار بند گراں
وہاں غار تھا اژدہا تھے تمام
ہوا جبکہ اسکے گرفتار و خوار
ہمیشہ انکو نام ہے برقرار
سعادت ہوئی شاہ کے بہرہ یاب
حضور شہ عادل و دادگر
فریدوں نے کیا انکا جاہ و حشم
کیا عدل اور داد لیل و نہار
تو نام انکو بھی ہے اب تلک
تو بیشک ہو آغاز و انجام نیک

صدا غیب سے لیکن آئی تھی
فریدوں نے جسدم سنی یہ صدا
کیا بند لے جاکے ضحاک کو
یہ دنیا اگرچہ ہے بے ثبات
فریدوں نہیں تھی یہ صفت سپہر
تو سب نامداران و گردان شہر
کیا عرض یوں ہم ہیں فرمان پہ
سر تخت ایران و طوران و چین
کشادہ کیا واں در گنج و زر
جو کار فریدوں کرے بیگماں
سنو تم کہ آگے کروں میں بیاں

کہ باقی ہے اسکی ابھی زندگی
تو ضحاک کو قید وہیں کیا
رکھا سرنگوں اسمیں ناپاک کو
ولیکن جہانمیں ہے بہتر یہ بات
کیا جز نہ کوئی نہ کار دگر
کہ تھے دولت و مال سے شاد بہر
پرستندہ شاہ آفاق گیر
ہوا خواہ شاہنشہ دوربین
رعیت نوازی پہ باندھی کمر
فریدوں وہی ہے تہ آسماں
فریدوں کے بیٹوں کی اب ہے داستاں

تقسیم کردن فریدون ملک را بہ پسران و رشک بردن سلم و تور و کشتہ شدن ایرج از دست آنہا

شہ ہفت اقلیم کے تھے سہ پسر
ہوئے جب جواں بادشہزادگاں
تو ان کو ولی کہ خدا کیجیے
یہ بولا کہ گرد جہاں پھر کے تو
بہت ملک میں گشت اسنے کیا
رکھے تھیں دختر ہے شاہ یمن
فریدوں کا پیغام یکسر کہا
بصد حشمت و شوکت و فر و شاں
پری طلعتوں کو کیا کدخدا
فریدوں کے دلمیں یہ آیا خیال
دیا سلم کو روم و خاور و باختر
سپرد روم و خاور کئے سلم تور
کیا باپ والی سلم [illegible] ہوا
سو تور لکھہ کر کئے نامہ شتاب

کہ تھا انکا نام ایرج و سلم و تور
ہوئی یوں تمنائے شاہ جہاں
نہ تاخیر کو راہ تک دیجیے
جو ہے مدعا اسکی کر جستجو
دے جبکہ شہر یمن میں گیا
پری چہرہ و مہوش و سیمتن
وہ اقبال شاہ یمن نے کیا
کیا شہزادوں کو شہ نے رواں
بہت مال اور گنج انکو دیا
کہ اب میں ہوا پیر دیرینہ سال
دیا تور کو ملک توران و چین
رہا ایرج ایسے نہیں با صد سرور
سپرد [illegible] وہ داخل ہوا
رسول ایک بھیجا کہ لاوے جواب

ملکزادہ ایرج ولے خورد تھا
سہ دختر جہاں آرا وہی ہوں
کوئی مرد دانا تھا جندل نام
اسے جبکہ فرمان شاہی ہوا
تو لوگ لئے اسکے ہوا یہ عیاں
سپہدار کا واسطے تھا مرد نام
فریدوں نے جسدم سنی یہ نوید
گئے جب وہ سوئے دیار یمن
ہوئے واں سے پھر [illegible]
کروں ملک تقسیم ہر ایک کو
ولے ملک و زر زیر ایران تمام
وہ کہنے لگے بادشاہی وہاں
قناعت نہ کی خاور و روم پہ
لکھا تھا یہ مضمون کہ بہتر ہیں ہم

خرد مند و دانشور و خوش لقا
فزوں حسن میں ماہ انور سے ہوں
طلب کر کے اسکو شہ ذوالکرم
تو رخصت ہو وہاں سے وہ اپنا
کہ ہے تمنائے شاہ جہاں
گیا واں رسول مبارک پیام
ہوا خوش کہ دل کی بر آئی امید
ہوا شاد تب شہریار یمن
ملکزادگاں اور وہ مہوشاں
کہ باہم برادر نہ ہوں کینہ جو
مقرر کیا شہ نے ایرج کے نام
ہے تخت و دیہیم سے کام اب
نہ آیا پسند اسکو بخشش پدر
نہ ہو نہار ایرج سے کمتر ہیں ہم

ذرا سوچ اب اے خداوند تور / کہ ہرگز نہیں باپ کو کچھ شعور
دیا اسکو اندر نگہ و بیم و زر / کہ کم سن بھی اور تجھ سے خرد تر
کیا ملک ایران کا ایرج کو شاہ / کہ ہے جائے آسائش تخت گاہ
مجھے اور تجھے ملک ایسا دیا / جہاں جنگ کینہ ہے صبح و مسا
یہاں کا ہے حاصل بھی ایران کم / غنیموں سے ہے رزم و کین مدام
یہ تقسیم ہے مجھ کو بس ناگوار / تری مصلحت کیا ہے اے شہریار
جو نامہ پڑھا تو نے سر بسر / ہوا ولیس اپنے غضبناک تر
لکھا پھر وہیں سلم کو یہ جواب / کہ اے بادشاہ ثریا جناب
ہر ایک بد سے شامل ہمیں / یقیں جانیو تو کہ یکدل ہمیں
ترے ساتھ دل سے ہیں پیوستہ ہوں / پئے قتل ایرج کمر بستہ ہوں
مگر اس نامہ بر کو بھیجے پدر / روانہ کرو اب تو ہے خوب تر
یہ پیغام بھیجو کہ اے بادشاہ / بزرگی و خردی پہ کیجے نگاہ
ہمیں تخت ایران سزاوار ہے / یہ ایرج کو لائق نہ زنہار ہے
رہ راستی پر وہ آجائے گر / تو بہتر ہے ورنہ تیغ و سپر
جب آیا رسول خردمندیاں / کیا سلم نے تب یہ اس سے بیاں
کہے سے فریدوں روانہ ہو تو / یہ پیغام لے جا جہاندار کو
کہو تو پدر اور سے بعد از درود / کہا یوں کہ اب زیر چرخ کبود
ہوا خسروا عقل کو تیرے کیا / کیا دور کیں دل سے ترے خدا
نہیں خوب یہ رسم و آئین راہ / کہ ایرج کو دے تاج و تخت و کلاہ
یہ کر غور دلمیں کہ بہتر ہیں ہم / سزاوار اورنگ و افسر ہیں ہم
ستم ہے جو کہتر کرے بہتری / غضب ہے کہ کمتر کو ہو برتری
کوئی گوشۂ ملک کافی ہے بس / عبث ہے اسے اور باقی ہوس
یہ ہو حق بیاں ایرج کے خوب / کہ ایراں سے اب دست بردار ہو
وگرنہ سواران جو ہائے کیں / دلیران رومی و ترکان چین
شتابی سے سوئے ایران وطن / قیامت کریں ایک برپا وہاں
پھر ایران و ایرج ہوں دونوں خراب / خبر شرط ہے دیجے اس کا جواب
وہاں سے روانہ ہو پیغامبر / جو آیا حضور شہ نامور
در پہ ہی ہوا وہیں سجدہ کناں / رکھا سر کو اپنے سر آستاں
فرستندگاں کی طرف سے دعا / درود اس نے اندر شہ زر و صفا
لگا پوچھنے یوں کہ دونوں ہیں شاد / وہ بولا کہ ہاں تم کو کرتے ہیں یاد
کیا عرض پھر یوں کہ پیغامبر / گر خدا اور زباں سے ہے بے خطر
یہ پیغام شاہا اگر کہہ رہے / یہ لایا پیام ایک دشوار ہے
اگر میری تقصیر ہووے معاف / تو پھر میں گزارش کروں ما فی شغاف
یہ کہنے لگا شاہ عالم پناہ / پیام آوراں ہیں سدا بیگناہ
تو کر ضبط ہر یک بکس پیام / بیاں شوق سے کر حقیقت تمام
کہا جبکہ یہ شاہ آزادہ نے / تو کھولی زباں پھر فرستادہ نے
پیام درشت اور سخنہائے سخت / کہے سب حضور خداوند تخت
فریدوں یہ سنکر ہوا تند گرم / یہ بولا کہ آئی نہیں انکو شرم
کیا بیٹے یکدست تقسیم ملک / کیا تینوں کو یعنی تعلیم ملک
بدی کچھ نہیں بیٹے کی زینہار / فزوں تر کیا عز و جاہ و قرار
جو مجھ سے نہیں تو خدا سے ڈرو / نہ زنہار باہم خرابی کرو
مجھے اب تمنائے تاج و سریر / نہیں کچھ کہ دیکھو ہوا ہیں تو پیر
ذرا گوش دل سے مری سن تو پند / کہ قائم نہیں دور چرخ بلند
رہو راضی اب میری تقسیم پر / لئے کینہ خواہی نہ باندھو کمر
شہ نامور سے یہ سنکر جواب / فرستادہ رخصت ہوا پر شتاب
فریدوں نے ایرج کو کرکے طلب / کہا بھائیوں کا وہ پیغام سب
کہا پھر یہ راز نہفتہ عیاں / کہ پرخاش پر ہیں وہ گردنکشاں
کیا سلم اور طور نے اتفاق / رکھے ہیں ترے ساتھ دونوں نفاق
ارادہ کیا از رہ سرکشی / کہ تجھ پر کریں آکے لشکرکشی
کمر قتل پر تیرے باندھی ہے بس / ترا چھین لیں ملک ہے یہ ہوس
اگر میں بھی تیرا مددگار ہوں / معاون ترا وقت پیکار ہوں
جو سب کے بھی ہو وے مقابل نہیں / وہ گردنکشاں کھینچکر تیغ کیں
وہ ہیں کینہ جو زیر چرخ کہن / تو کیا فکر رکھتا ہے اے جان من
یہ بولا دلیر ایرج نام جو / وہ لائق نہیں ہیں جو شاہ ہو

جہاندار نے پھر کیا یوں بیاں — کہ اے نور چشم سعادت نشاں
تو ہے خرد اور یقیں مجھ میں تاب — جوان سے نبرد آزما ہو شتاب
وہ یکدل ہوئے ہر دو جنگ آوراں — فراہم کیا لشکر بیکراں
پسندیدہ و عقل رائے تمکو — یہی ہے کہ تو صلح جو اُن سے ہو
کہ تا جاں پہ تیری نہ پہنچے گزند — نہ ایمن ہے تیرہ چرخ بلند
سنی گوش جاں سے فریدوں کی پند — لگا کہنے یوں ایرج ارجمند
جو دنیا و دولت نہیں پائدار — تو غم کھائیے کیوں مردم ہوشیار
تو گذرا میں بس تاج و اورنگ سے — بہم صلح بہتر ہے اب جنگ سے
کہ میں خورد ہوں اور وہ ہیں بزرگ — بجاہ و حشم بھی ہیں مجھ سے سترگ
مجھے دہر میں کچھ نہیں حب جاہ — نہیں کچھ تمنائے تاج و کلاہ
یقیں ہے کہ پھر مجھ سے الفت کریں — بزرگانہ مجھ پر وہ شفقت کریں
برادر ہیں تجھ پہ سر خشم و کیں — تو ہے صلح جو اور محبت گزیں
دلے میں بھی اک نامہ انکو لکھوں — رقم جس میں رو درد دل اپنا کروں
مجھے پھر بخوبی وہ رخصت کریں — محبت کریں اور الفت کریں
یہ سنکر فریدوں نے نامہ لکھا — رقم جس میں بھی یہ مضموں لکھا
سر تخت شاہی سے آیا فرود — کلاہ شہی سر سے لایا فرود
تمہیں بھی ہے لازم کہ شفقت کرو — سر کیں سے گذرو محبت کرو
سر نامہ جب شاہ نے مہر کی — تو ایرج نے توران کی پھر راہ لی

تھے اب وہ دونوں برادر بزرگ — ہوئے تجھ سے اب کینہ جو مثل گرگ
مری بھی یہ حالت کہ لب ہیں ہے جاں — کہ ہے ترک شاہی ہوا گو فقیر
یہاں ساتھ انکے نہیں تاب جنگ — نہ فوج اسقدر ہے نہ اسباب جنگ
مری طرح شاہی سے اب درگذر — نہ رکھ دل میں تو خواہش تاج و زر
نہ آرام جاں افسر بندہ ہوا — قلم آخرش شمع کا سر ہوا
کہ زنہار اے شاہ فرخندہ بخت — نہیں کچھ مجھے الفت تاج و تخت
یہ کینہ اگر پھر اور رنگ ہے — لیے بادشاہی اگر جنگ ہے
حضور آپکے جاؤنگا بے سپاہ — نہ وسواس کو دیں دل اپنے راہ
کروں عرض یوں ہنس زباں پر — مبارک تمہیں ہوئے تاج و سریر
مرے ساتھ کس واسطے خشم و کیں — کہ ہوں بندہ خسرو و ہم قریں
فریدوں نے ایرج سے پھر یوں کہا — کہ اے پور صد آفریں مرحبا
بہت خوب جانا ہے تیرا ادہر — کہ دونوں وہ یکجا ہیں اب اے پسر
کہ لب پر ہے انکا دل کینہ ور — سر پہ آ جائے پھر زود تر
تمہیں مجھکو دیدار حاصل ہو پھر — تو ہمکو مسرت مراد ہو پھر
کہ تم ہو بزرگ اے جوانان گرد — اور ایرج تمہارا برادر ہے خرد
کمر اپنی باندھی پئے بندگی — یہ آیا برائے پرستندگی
کئی روز واں جبکہ جائیں گذر — تو پھر اسکو رخصت کرو تم ادہر
لئے اسقدر ساتھ برنا و پیر — کہ تھے واسطے راہ کے ناگزیر

داستان رسیدن ایرج نزد سلم و تور بے فوج برائے عذر و انکسار مع نامۂ پدر خود و قتل نمودن آنہا ایرج را از روئے کین و سرش را نزد فریدوں فرستادن و ماتم نمودن فریدون

شہ روم و توران چین سلم و تور — کہ تھا جنکو جاہ و حشم کا غرور
وہ توراں میں آ کر فراہم ہوئے — پئے خون ایرج وہ باہم ہوئے
فریدوں نے نامہ بھی ہمراہ لکھا — یہ سنکر وہ دونوں گئے پیشوا
ملک زادہ ایرج تھا فرخندہ خو — خردمند و خوش منظر و خوبرو
کہ ہوں بے خطا کشتہ وہ نامدار — سوئے خانہ جانبر نہ ہوں زینہار
کہا تور سے کام ابتر ہوا — کہ ایرج سے دلبستہ لشکر ہوا

وہ رکھتے تھے ایرانکی طرف عزم — وہ تیار کرتے تھے اسباب رزم
خبر انکو پہنچی یہ اتنے میں واں — کہ بے فوج آیا ہے ایرج یہاں
خوشی سے جہاں اسکی تھی بارگاہ — اُسے لیگئے واں وہ با عز و جاہ
مگر اب جو برپا ہوا یہ فساد — تو آئے پھر اس بات پر بدنہاد
اسے فوج پھر سلم نے کی نگاہ — نہ پایا طرف اپنے میل سپاہ
یہاں قصد تھا ملک ایران کا — وسے ایسا ہے اندیشہ توران کا

ہوا قتل ایرج کا اب ناگزیر | وگرنہ نہ ہم ہیں نہ تاج و سریر
بھری آہ اس بات سے تور نے | رکھا خون دا اسکا سر زور سے

گیا وہ سحر دن جو انکے حضور | تو بولا یہ ایرج سے کمبخت تور
کہ اے بے ادب بیہدہ گستر ہے تو | نہ ہرگز سزاوار افسر ہے تو

ہمارا ادب کچھ نہ دکھلائیگا | ہوا ملک ایراں کا تو بادشاہ
خبر دو زیاں ہم تو کھینچیں یہ رنج | ہے تو وہاں شاہ با تاج و گنج

یہ باتیں جو تندی سے اسنے کہیں | تو ایرج نے پاسخ دیا پھر وہیں
کہ اے بادشاہ جہانگیر فرد | بزرگ آپ ہیں ہر طرح میں ہوں خرد

مجھے چاہیے اب نہ تاج و کلاہ | نہ گنج اور نہ کشور نہ فوج و سپاہ
نہیں مجھ پہ لازم ہے تنہا عتاب | کہ ہوں بندۂ شاہ عالیجناب

نہ کرتا تھا عجز اور گفتار نرم | مگر تپ سے ہوتا تھا وہ تند گرم
نہ گفتار ایرج کی بھائی اسے | نہ الفت برادر پہ آئی اسے

سر کرسی زر وہ بیٹھا جو تھا | وہاں سے وہ یکبارگی بس اٹھا
وہ کرسی زر راہ رد خشم و کیں | اٹھا سر سے ایرج کو ماری وہیں

پھر اسکے رکھا دست و بازو پہ بند | گزند برادر بس آیا پسند
بہت کر کے جب زاری و انکسار | لگا کہنے ایرج کہ اے نابکار

نہ کر قتل مجھ کو خدا سے تو ڈر | نہ دے ہاتھ سے پاس شرم پدر
یقیں جانیو تو کہ انجام کار | تجھے رنج پہنچائیگا کردگار

نہ رکھ ملے خون برادر روا | مری جاں پہ رحم کر خسروا
نہیں مجھ کو خواہش سروری | کروں رات دن محنت و چاکری

کیا عجز ایرج نے ہر چند پر | نہ آیا سر رحم بیداد گر
وہیں کھینچکر خنجر آبگوں | کیا اسنے ایرج کو بس غرق خوں

سر نامور کر کے تن سے جدا | حضور فریدوں روانہ کیا
لکھا یوں کہ تو نے جسے اے پدر | دیا تاج و زر تھا یہ اسکا ہے سر

تو رکھ اسکے اب سر پہ تاج شہی | بٹھا اسکو بالائے تخت شہی
فریدوں یہ بیٹھے تھا در انتظار | کہ آوے کہیں ایرج نامدار

کہ اتنے میں نالہ کناں ہر دواں | لئے اسکا تابوت پہنچے وہاں
وہ تابوت کھولا تو آیا نظر | وہ پیچیدہ تھا پرنیاں میں جو سر

فریدوں اسے دیکھ گریاں ہوا | وہ بیچ و سر خاک غلطاں ہوا
ذرا ہوش آیا فریدوں کو جب | وہ بولا کہ ہو دیں سیہ پوش سب

وہیں توڑ ڈالے وہ کوس و علم | فغاں اور نالہ تھا واں دمبدم
بنایا تھا ایرج نے اک گلستاں | سر اسکا کیا دفن لیکر وہاں

اکھاڑے نہالان گلشن تمام | جلائی گل و سرو و سوسن تمام
یہ کہتا تھا گریہ کناں شہریار | کہ افسوس اے گردش روزگار

ہوا کشتہ یوں ایرج نازنیں | کہ سر ہے کہیں اور تن ہے کہیں
ہوا سو ہوا لیکن اے کردگار | ترے فضل سے ہو شہی بیدہ دار

کہ ہو تخم ایرج سے اک نامور | پئے رزم و کیں چست باندھے کمر
یہانتک کہ دل سے ہو دور غم کا بار | سنو اب منوچہر کی داستان

تولد شدن دختر از بطن کنیز ایرج و کتخدا شدن او با پشنگ کہ او ہم از نسل فریدوں بود و تولد شدن منوچہر و کینہ خواہی او

شبستاں میں ایرج کے شاہ جہاں | گیا ایکدن تو یہ پوچھا وہاں
کہ ہے کوئی یاں ماہرو باردار | نشانی ہے جس پر کرم کردگار

کسی نے دیا شاہ کو یہ نوید | کہ ہے حاملہ ایک ماہ آفرید
یہ سنکر بہت خوش ہوا شہریار | کہا یوں کہ اب ہوں میں امیدوار

خدا سے اسے ایک فرخ پسر | کہ لے بدلہ گا اس سے خون پدر
گذر جب گئے نو مہینے وہاں | تو پیدا ہوئی دختر دلستاں

وہ تھی حسن میں ایک ماہ تمام | فریدوں نے رکھا پری چہرہ نام
کیا پرورش ناز و نعمت کے ساتھ | پھر کتخدا ہم قریں اسکو کیا

جواں دلاور پشنگ ایک تھا | اسی سے ساتھ اسکے کیا کتخدا
فریدوں کی نسل سے تھا وہ جواں | ہنرمند و دانشور و پہلواں

ہوئی حاملہ جب وہ رشک قمر
تو اس سے تولد ہوا اک پسر

ملکزادہ ایرج کی ہمشکل تھا
منوچہر نام اسکا شہ نے رکھا

بہت شاہ کو شادمانی ہوئی
پسر تو اسے زندگانی ہوئی

وہ لایا بجا شکر پروردگار
دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار

کہ جب تک فلک پر مہ و مہر ہو
الٰہی جہاں میں منوچہر ہو

رہے اسکا اقبال دائم بلند
نہ پہنچے ذرا چشم بد سے گزند

ہوا وہ جواں وہ منوچہر جب
ہنر پہلوانی کے سکھلائے سب

سکھلائے سب آئین و رسم شہی
پھر اسکے رکھا سر پہ تاج شہی

کہا یوں نظر کر کے سوئے سپاہ
تمہارا منوچہر ہے پادشاہ

منوچہر کی تم اطاعت کرو
دل و جان سے تم اسکی خدمت کرو

در گنج شاہی کشادہ کیا
سپہ کو زر و سیم و گوہر دیا

فراہم ہوا لشکر بے شمار
دلیران جنگی و مردان کار

منوچہر سے مردمان سپاہ
گزارش یہ کرتے تھے شام و پگاہ

کہ عزم عدم سوزی اب کیجئے
شتابی سے ایرج کا خوں لیجئے

جو پہنچی خبر سلم اور طور کو
منوچہر ہے مرد پیکار جو

قوی بازو و پہلوان و دلیر
حضور اسکے روباہ سی کم ہے شیر

فریدوں یہ رکھتا ہے انبوہ جزم
کہ بھیجے اسے اس طرف بہر رزم

یہ سنکر بہت دل میں لائے ہراس
پریشاں ہوئے انکے ہوش و حواس

کہا مشورہ یوں کہ گنج و گہر
رواں کیجئے اب بہ سوئے پدر

منوچہر کو اب طلب کیجئے یہاں
یہ لکھئے کہ اے بادشاہ جہاں

عوض خون ایرج کے دیتے ہیں ہم
اسے گوہر و گنج و تاج و علم

غرض بار زر و گنج بھیجا رسول
کہ شاید فریدوں کرے یہ قبول

حضور فریدوں وہ پیغامبر
جو پہنچا تو رکھ کر وہ سر خاک پر

دعا و ثنا کر کی شہنشاہ کی
کہ اے مہر رخشندہ خسروی

گئے جا وہاں عالم افروز تو
ہمیشہ کرے جشن نوروز تو

وہ تحفے جو لایا تھا پھر اسنے سب
رکھے شہ کے آگے بصد طرب

زر و لعل اور گوہر شاہوار
سریر زر و تاج گوہر نگار

وہ دیبائے رومی و خز و حریر
وہ زریں طبقہائے مشک و عبیر

وہ پیلاں محمولہ دیہیم و زر
حضور جہاندار گذران کر

کہا سلم اور تور کا یہ پیام
کہ بھیجے ہیں ہم اے شہ نیکنام

کیا ہمکو گمراہ شیطاں نے آہ
جو سرزد ہوا ہم سے ایسا گناہ

خجالت زدہ ہم ہیں تقصیر سے
ولیکن ہیں ناچار تقدیر سے

اگرچہ ہیں ہم تو سراپا خطا
وے تو خطا بخش ہے خسروا

ہماری یہ تقصیر ہووے معاف
کرو کینہ سے اپنے سینہ کو صاف

تمنا یہ ہے اپنی شام و سحر
سو خاور آئے منوچہر اگر

تو ہو تخت شاہی پہ جلوہ کناں
ہم اسکی کریں چاکری جاوداں

رکھیں اسکے تارک پہ دیہیم زر
کریں پیشکش اسکے گنج و گہر

فریدوں نے دیکھا جو تحفہ تمام
سنا اور یوں سرکشوں کا پیام

بلایا منوچہر کو تب وہیں
بٹھا یا سریر کے گوہریں

کہا یوں کہ اے پور فرخ خصال
تحفے ہیں سعید اور مبارک یہ فال

نظر کر تہ گنبد نیلگوں
ہوئے تیرے بدخواہ یکسر زبوں

پھر آیا وہ شاہ سوئے پیغامبر
ہوا خندہ زن اسکی گفتار پر

دیا اس کو پیغام کا یوں جواب
کہا ہر دو ناپاک سے کہ شتاب

ہوئے گر منوچہر پہ مہرباں
تن ایرج نامور ہے کہاں

ستمگر نے اب بیگناہ و خطا
کیا قصد خون منوچہر کا

منوچہر رکھ سر پہ خود و کلاہ
سو خاور آویگا لیکر سپاہ

وہ سام نریماں وہ قارن ہژبر
وہ کاوہ کہ ہے جنگجو مثل شیر

وہ گرشاسپ شاپور شیر و یل
کہیں پہلوانی میں سب بے بدل

یہ مردان جنگ آور پہلواں
منوچہر کے ساتھ پہنچیں گے واں

جنہیں زر سے دیتے ہو تم کیا فریب
یہ مکاری ہے سب تمہارا فریب

یہاں خواہش زر نہیں زینہار
نہیں چاہئے گوہر شاہوار

تو سب پھیر بھیجا یہ گنج و رسول
کہ ہرگز ہمیں کچھ نہیں ہے قبول

کیا عذر جو نابکاروں نے اب
نہیں ہے کا بیٹی بیجا ہے سب

ستم ساتھ ایرج کے جو کچھ کیا
سو اسکا مکافات دیگا خدا

گیا اس جہاں سے وہ ایرج اگر | تو پیدا ہوا اور اک نامور
گر ایرج نہیں تو منوچہر ہے | فروزندہ مثل مہ و مہر ہے

دلیر و قوی چوں ہژبر ژیاں | ہژبر آزما مثل شیر ژیاں
کمر چست باندھی پئے کارزار | پچھوڑے وہ ایرج کا خوں [illegible]

یہ پیغامبر نے جواب پیام | سنا جب تو ہوش اڑ گئے بس تمام
ذرا ایکدم بھر نہ ٹھہرا وہاں | ہوا بس وہیں سے وہ خاور رواں

غرض تیز رو مثل باد صبا | جہاں سلم اور تور تھے واں گیا
وہ پاسخ جو تھا اُس کا خوں بار | کیا سلم اور طور سے آشکار

کہا پھر کہ بیٹے منوچہر کو | جو دیکھا تو ہے سرور پیکار جو
جوانمرد شیر افگن و پیلتن | یل نوجواں گرد شمشیر زن

اور اسکے جو لشکر میں ہیں پہلوان | قوی زور ہیں مثل پیل دمان
ہژبر آزما پھر جوانمرد ہے | طلبگار پیکار ہونا ورد ہے

وہ دونوں جفا کار بیدادگر | ہوئے سنکے پاسخ بہت پرخطر
پھر آراستہ ایک کی انجمن | پئے کینہ خواہی بھئے سب رائے زن

یہ بولے کہ چرخ فریبندہ رنگ | کہ ہم گر نہ پہلے کریں قصد جنگ
مبادا منوچہر ہووے دلیر | شتابی ادھر آئے مانند شیر

یہی مصلحت ہے کہ لیکر سپاہ | چلیں ہم بسوئے منوچہر شاہ
کریں چلکے ایران پہ ہم اسسے جنگ | نہیں خوب ساعت میں کچھ درنگ

جنگ منوچہر با سلم و تور و فتح یافتن منوچہر و نشستن بر تخت و وفات فریدون

کیا سلم اور طور نے جب یہ عزم | کہ جا کر منوچہر سے کیجیے رزم
فراہم کیا لشکر بے شمار | یلان تنومند جنگی سوار

بعزمِ شب خوں وہ آیا عدو پر — خبردار پائی سپاہِ سپہر
ولیکن نہ زنہار پایا گزار — ہوا گرم ہنگامۂ کارزار
یہ پہنچی خبر جب منوچہر کو — کمیں گاہ سے تب شہِ نامجو
جہاں تور بدکیش تھا رزم ساز — دلیرانہ پہنچا بہ نیزہ باز
اٹھایا وہیں اُس کو بس زین سے — گرایا زمیں پر سرِ کین سے
ہوا شاہ تور پر جب فتحیاب — سو پھر سلم آیا اُدھر سے شتاب
گیا بھاگ کر در بیابان حصار — ہوا جا کے محصور وہ نابکار
نگہبان وہ شہ کا کو اک گرد تھا — دلیر و جوانمرد و جنگ آزما
پھر اک گرز مارا بہت زور سے — کمر پر منوچہر کے آن کے
ولیکن نہ زنہار کاری پڑی — ہوا شہ غضبناک پھر اس گھڑی
تن اُسکا کیا تیغ سے چاک چاک — سپہدار کا کو ہوا یوں ہلاک
ہوئی خیمہ زن فوج گردِ حصار — نہ تھا قلعہ میں پھر صبا کا گذار
منوچہر نے اُسکو بھیجا پیام — کہ مدت تیری ترکی ہوئی اتمام
اگر شیر دل ہے تو اے پہلواں — تو مت جا نکلے اپنی مثل سگاں
یہ سنکر اُسے غیرت آئی دوبار — وہ بغیرت سرِ رزم لائی وہیں
منوچہر شاہ ولایت ستاں — مقابل ہوا لیکے تیغ و سناں
شہِ روم و خاور ہوئے کشتہ جب — ہوا لشکر ان کا پراگندہ سب
کیا عرض مت کھینچئے تیغ کیں — غریب ہیں اُسے شاہ روئے زمیں
وزیر خردمند رخصت ہوا — کہ مشمول لطف و عنایت ہوا
شہنشہ نے سب پر بلطف و خوشی — عنایاتِ شاہانہ مصروف کی
ظفر جب ہوئی شہ کی ہمعناں — ہوا تب عناں تاب شاہِ جہاں
پیادہ ہوا واں منوچہر بھی — کیا پھر قدم بوس باصد خوشی
بٹھایا منوچہر کو تخت پر — رکھا اُسکے تارک پہ دیہیم زر
جہاں سے ہو نہیں فرقتی آجکل — کہ آگاہ ہے ہر دم پیامِ اجل
پھر آخر فریدوں جہاں سے گیا — وہ سرو سہی گلستاں سے گیا
ہوا پھر بفضلِ خدائے کریم — منوچہر بھی بادشاہِ عظیم
کیا سام کو اپنا مختار کار — کہ تھا کاردان وہ یلِ نامدار

بناچار چاہا کہ پھر جائے — طرف اپنی لشکر کہیں آئے
ہوئی وقت شب تیغ رانی وہاں — ہوئے غرق خوں بہتر از صد جواں
شتابی سے پہنچا سوے رزمگاہ — کئے قتل آکر بہت کینہ خواہ
جو اک تیر مارا پسِ پشت تور — تو قالب سے اُسکے ہوئی جان دور
جدا تیغ سے کرکے سر تور کا — حضورِ فریدوں روانہ کیا
نہ پائی وہاں سلم نے تاب جنگ — گریزاں وہاں سے ہوا بیدرنگ
منوچہر بھی سوئے حصنِ متین — گیا لیکے فوج اور گھیرا وہیں
سوے رزم پیغاش مائل ہوا — منوچہر کے وہ مقابل ہوا
منوچہر نے کھینچ کر وہیں تیغ — لگائی سرِ خصم پہ بے دریغ
کمربند اُس کا پکڑ کین سے — سرِ خاک پٹکا اُسے زین سے
لگا کہنے پھر شاہ فیروز جنگ — کروں قلعہ کو گھیر کر خوب تنگ
رہا سلم مدت تلک قلعہ بند — ہوا تنگ زیرِ سپہرِ بلند
ملا دونگا تجھکو بہ خوں خاک — بنامردی آخر تو ہوگا ہلاک
مقابل ہے آکے اب ہو شتاب — خدا جسکو چاہے کرے فتحیاب
نکل قلعہ سے سلم جنگی سوار — دلیرانہ آیا پئے کارزار
کیا زخم شمشیر اُس پر روا — کہ تن سے ہوا سلم کا سر جدا
سپہدار خاور کا تھا اک وزیر — وہ آیا حضورِ شہِ بے نظیر
سرِ رحم آیا وہیں شہریار — کیا اُسنے پیمان و عہد استوار
غرض سلم اور تور کی فوج کو — وہ لایا حضورِ شہِ نامجو
جو تھا منصب اُسکا وہ قائم رکھا — زیادہ کیا بلکہ کچھ مرتبہ
جو نزدیک پہنچا وہ کشور کشا — فریدوں پیادہ گیا پیشوا
جب آیا وہ ایران شاہی میں تب — فریدوں نے باصد نشاط و طرب
کہا پھر یہ سام و نریمان سے — کہ اپنے نبیرے کو سونپا تجھے
بہت پند کی پھر منوچہر کو — دعا دی کہ قائم جہاں میں تو ہو
فریدوں جہاندار اب ہے کہاں — ولے نام نیکی ہے جاوداں
بسانِ فریدوں کیا عدل عام — رکھا لطف و احساں سے سب کو شاد
سپاہ امیران و فرزانگان — ہوئے سب ثنا خوان شاہِ جہاں

یہ کہتے تھے پر شام و ہر بامداد
کہ ہو اے جہاندار فرخ نہاد
ترے جان و دل سے ہیں صد منتگزار
کریں چاکری تیری لیل و نہار

جہاں میں تو فرمانروا ہو سدا
یہی آرزو ہے یہی ہے دعا
لکھوں زال و رستم کی اب داستاں
کہ سنکر جسے پیر بھی ہوں جواں

داستان تولد شدن پسر بخانہ سام و پرورش نمودن سیمرغ و نام نہادن زال و باز آمدن بسیستان

شبستاں میں سام کے اک پسر
تولد ہوا گلرخ و سیمبر
سفید اسکے اندام پر مو تمام
گئی دایہ یہ دیکھکر پیش سام

یہ کہنے لگی تجھ کو اے نامور
خدا نے دیا بچہ اک طرفہ تر
کہ ہے وہ حسین سرو قد لالہ رو
ولے شل قطار اسکے یکسر ہیں مو

وہیں سام نے آکے دیکھا اسے
ہوا خوف اندیشہ پیدا اسے
رکھا اسکا نا تھا پنے نام زال
تعجب تھا صورت پہ آگی کمال

یہ کہتے تھے واں ہر زباں خاص و عام
کہ ہے طفل ہرگز نہیں پور سام
پریزاد یا دیو ہے یہ پلنگ
یہ خلقت ہو انسانکی بیڈھنگ

یہ سنکر ہوا سام جی شرمگیں
اٹھا لیگیا زال کو لیں وہیں
سوئے کوہ البرز ڈالا اسے
شبستاں سے اپنے نکالا اسے

مکاں واں جو تھا ایک سیمرغ کا
لیکا یک وہ سیمرغ ادھر آگیا
جو دیکھا تو اک کودک شیرخوار
پڑا ہے سر خاک روتا ہے زار

ہوا مہرباں رحم آیا اسے
اٹھا آشیانے میں لایا اسے
طرح اپنے بچوں کے باصد خوشی
لگا پرورش کرنے زال کی

نہ سیمرغ کو صرف الفت ہوئی
کہ بچوں کی بھی اک محبت ہوئی
وہ رہتے تھے باہم شب و روز شاد
ہوا نوجواں پھر وہ فرخ نہاد

کوئی کارواں اتفاقاً ادھر
جو گذرا تو شاداں ہوا دیکھکر
وہ سیمرغ سے زال کو لے گیا
محبت سے ساتھ اسکو اپنے کیا

یہاں سام کو خواب آیا نظر
یہ کہتا ہے کوئی کہ اے نامور
ترا پور زندہ ہے اور شاد ہے
جہاں میں بخوبی وہ آباد ہے

ہوا جبکہ بیدار وہ پہلواں
تو پھر دل میں اپنے ہوا شادماں
ہوئی تازہ تر الفت و مہر پور
کہ ہے پور دلبند آنکھوں کا نور

خوشی سے پھر اسکی خبر کیلئے
رواں سوئے البرز مردم کئے
پھر اک خواب دیکھا بروز دگر
نظر آئے وہ مرد فرخ سیر

کہا ایک نے یہ کہ اے بیشعور
کیا تونے خوف خدا دل سے دور
رکھا دور آنکھوں سے فرزند کو
کیا خوار یوں پور دلبند کو

سپید اسکے مو ہیں اگر سر بسر
تو کیا عیب ہے اک نظر آپ کر
کہ تیرا بھی اب ریش سر ریش ہے
تو ناحق پسر کا بد اندیش ہے

نظر میں ترے گو ہو فرزند خوار
مقرب ہے وہ پیش پروردگار
سر خرم ہوا دیکھکر بس یہ خواب
نہ دل میں رہی کچھ صبوری کی تاب

ہوا صبحدم سام گھر سے رواں
سو کوہ البرز آیا دواں
خدا سے وہاں اسنے کی التجا
بہت زاری و گریہ کرکے کہا

الٰہی مرے حال پر رحم کر
کہ پھر پاؤں میں جلد اپنا پسر
پذیرا ہوئی اسکی یکسر دعا
ہوا حال پر اسکے لطف خدا

نظر کی جو سیمرغ نے ناگہاں
تو دیکھا کہ ہے سام گریہ کناں
وہ سیمرغ آیا وہیں پیش سام
سنا قصہ خواب اس نے تمام

یہ سیمرغ نے سام سے پھر کہا
کہ دایہ ہوں میں تیرے فرزند کا
بہت عاجزی سام نے اسکی کی
گیا پاس وہ کارواں کے تبھی

کیا زال کو کارواں سے طلب
حوالہ کیا اس نے باصد طرب
پھر اڑ کے سیمرغ لے زال کو
لے آیا حضور یل نامجو

کہا یوں کہ لیجے یہ اپنا پسر
یہ ہے لائق تاج و اورنگ و زر
کہا پھر یل سام خرم وہیں
لگا کرنے سیمرغ کو آفریں

دیئے اپنے سیمرغ نے چند پر
کہا زال سے یوں کہ اے نامور
جو مشکل کوئی پیش آئے تجھے
تو پر کو جلا یاد کیجو مجھے

شتابی سے پہنچوں وہاں آنکر
تری مشکل آساں کروں سربسر
بھری ہوئی ہے دلمیں الفت تیری
زیادہ ہے مجھکو محبت تیری

مقابل ہوا کوتوال حصار ہوئی گرم واں آتش کارزار
بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ رہا صبح تک گرم بازار جنگ
ہوا کشتہ آخر جو سردار دژ گریزاں ہوئے سب نگہدار دژ
ولیکن نے تاراج دژ کو کیا بہت مال و اسباب واں سے لیا
عجب خوبتر واں کی اجناس تھی کہ دیکھی نہ تھی مردماں نے کبھی
کیا پھر وہاں رستم نامدار سو خانہ حکمران حصار
جو دیکھا کہ ہے سنگ خارا کا گھر اسی کی ہے بنیاد بھی سر بسر
سوا لگے اک گنبد زر نگار بصد لطف و خوبی ہے شایاں بہا
یہ کہتے تھے یوں یکبیک پہلوان کہ یہ کام انساں نہیں بیگمان
لکھا نامہ رستم نے پھر زال کو کہ اے نامدار نکو نام جو
کیا فتح میں نے یہ حصن حصین کہ ہمسر نہیں جسکا چرخ برین
جو ارشاد ہو سو بجا لاؤں میں رہوں یا یہاں یا ادھر آؤں میں
یہ نامہ پڑھا زال نے جب تمام دل اسکا ہوا خرم و شادکام
یہ پاسخ لکھا اے خردمند پور رہے چشم بد تجھ سے ہر لحظہ دور
کیا تو نے تسخیر حصن متین ہزار آفرین صد ہزار آفرین
فضا و لکو تیرے نہ گلشن کیا روان نریماں کو روشن کیا
لگا آگ بالا کو کر خراب ولیکن تو پھر جلد کر اشتاب
کہ دیدار کا ہے ترے اشتیاق جدائی ہے تیری بہت مجھکو شاق
جو پہنچا یہ نامہ تو وہ پہلوان روانہ ہوا جانب سیستان
گیا زال با صد طرب پیشوا بصد شوق اسکو بغل میں لیا
ہوا شاد رستم کو وہ دیکھکر نثار اس کے سر پر کیا سیم و زر
سو سام رستم نے نامہ لکھا رقم مژدۂ فتح و نصرت کیا
غرض سام نے جب وہ نامہ پڑھا تو پھر شوق سے چشم و سر پر رکھا
اسے اس قدر شادمانی ہوئی کہ پھر تازہ گویا جوانی ہوئی
سنا کارنامہ یہ رستم کا جب ہوئی اہل ایران قریب طرب
ہوا دل پہ پھر ایک امید وار کہ سارے بداندیش ہونگے خوار
سو قصۂ منوچہر آتا ہوں پھر یہ باقی بھی قصہ سناتا ہوں پھر

داستان نشستن نوذر بر تخت منوچہر پدر خود و وصیت کردن منوچہر اورا

جو گذرے تھے شاہی میں صد بیست سال تو آخر شناسان صاحب کمال
لگے کہنے شاہ منوچہر کو کہ اے شاہ دانشور نامجو
تو پیری آئی اب تیرے جانے کے دن بسر ہو گئے سب خلافت کے دن
یہ سنکر جہاندار کشور کشا طلب کر کے نوذر کو کہنے لگا
کہ میں ہوں کمر بستہ سوئے عدم مبارک تجھے تخت و تاج و علم
تو مت چھوڑیو رسم آئین و داد رعیت کو رکھنا تو آباد و شاد
سو حق پرستی پہ رہیو مدام نہ غیر از رہ راستی رکھیو کام
جہاں میں ہوئی تازہ اک داوری ہوئی نام موسیٰ کے پیغمبری
وہ پیدا ہوا ہے شہ و زمن کیا خلق نے اختیار اسکا دین
وہ ہے مرسل پاک یزدان پاک کیا اسنے فرعون کو اب ہلاک
تو مت ہو جدا اس سے جا پیش جو قبول اسکے اب کیجیو دین کو
تجھے پیش ہے اک مہم عظیم ترے اہل توران ہیں سارے لئیم
رہ کینہ خواہی سے پر تنگ کرے قصد تیری طرف بہر جنگ
بچے ہاتھ سے اسکے پہنچے گزند تو عاجز ہو لیس زبیب عج بلند
پشنگ و پسر دارہ سرکشی کرے جب بد اندیش لشکر کشی
خبر بھیجیو سام اور زال کو کمک چاہیو اسنے اے نامجو
پل نوجوان بیٹا فرزند زال نہیں پہلواں کوئی جسکی مثال
وہ اس خاندان کا ہو خدمتگذار کرے یاوری آکے پیل و سوار
منوچہر کرتا تھا جبتک بیاں ادھر زادہ نوذر تھا گریہ کناں
نہ کچھ اندنوں شاہ بیمار تھا نہ کچھ درد تھا اور نہ آزار تھا
یکایک ہوا خسرو سرفراز اگرچہ تھا بیمار سے جاں گداز
نہ بیان پہ ہوا پھر تسلے نظیر جہاں سے گذر گیا تا کہ پیر

جلوس نوذر بر تخت سلطنت ایران

منوچہر کے بعد با کر و فر
سر تخت نوذر ہوا جلوہ گر

رکھا سر پہ دیہیم شاہنشہی
ہوا مسند آرائے فرماندہی

نہ داد و دہش کی نہ انصاف و داد
نہ غفلت بجز رو ستم دل نہاد

ہوا ایک عالم ہی اس سے بیزار سب
ہوئے منحرف بلکہ سر تا ادب

ستمگار تھے جبکہ دیکھا یہ حال
ہوا اپنے دلمیں ہراساں کمال

کیے وقت رحلت کی کرتا تھا یاد
منوچہر شاہ خجستہ نہاد

ہوئی سلطنت اندنوں کچھ خراب
یہاں آپ کو اب تو پہونچا شتاب

ادھر تو یہ نامہ لکھا اور ادھر
ستمدیدگاں پہونچے واں پیشتر

پھر اتنے میں نامہ گیا شاہ کا
تاسف بہت پہلوان نے کیا

جو نزدیک پہونچا یل نیکنام
بزرگان ایران گئے پیش سام

تو بیٹھ اب سر تخت فرماندہی
تو رکھ اپنے سر پر کلاہ مہی

یہ لایا زباں پر یل ارجمند
خدا کے یہ نزدیک کب ہے پسند

منوچہر کی دخت ہوتی اگر
سر تخت شاہنشہی جلوہ گر

جو نوذر نے پیشہ لیا ظلم کا
تو امی نامداران ہو اندیشہ کیا

نہ ہو منحرف اس سے تم زینہار
کرو چاکری اس کی لیل و نہار

کیا شاہ نے سب کو گرویدہ پھر
رہا کوئی بھی واں نہ رنجیدہ پھر

ولیکن منوچہر کی رسم پر
نہ قائم رہا خسرو نامور

ہوئی بند یکسر مروت کی راہ
ہوا بند سیم و زر بادشاہ

لکھا بادشاہان اطراف کو
کہ آؤ ادھر اور یہ ملک لو

سوئے سام نامہ کیا اک رواں
لکھا یہ کہ اے پہلوان جہاں

زباں پر تماشہ کیے ہی بار بار
کرو کچھ شرافت سے سام سوار

وگرنہ یہ پھر تخت شاہی نہیں
بد اندیش ہو اور ایران زمیں

گئے تھے جو نوذر نے بیداد دوں
گئے سام سے جا کے یکسر بیاں

روانہ ہوا نامداراں سے وہیں
شتاباں ہوا سوئے ایران زمیں

گزارش کیا کہ اے نامور
جہاندار نوذر ہے بیداد گر

گرفتار کر شاہ نوذر کو اب
اطاعت کریں سب کے ہم تیری سب

کہ نوذر نژاد کیاں سے ہے یاں
اسے قید کر ہوں میں شاہ جہاں

کمر باندھتا ہیں پئے چاکری
شب و روز کرتا ہیں فرمانبری

اسے باز لاؤ نکالو اس طرف سے
کروں تازہ پیمان شہنشاہ سے

یہ کہکر گیا پیش شاہ جہاں
جھکایا سر عجز چوں بندگاں

سنو آگے احوال پور پشنگ
کہ نوذر سے آ کے ہوا گرم جنگ

جنگ افراسیاب پسر پشنگ با نوذر و فتح یافتن و نشستن بر تخت

پشنگ ایک مرد نبرد آزما
سپہدار اقلیم توران کا تھا

پسر ایک تھا اسکا افراسیاب
کہ ہیبت سے جسکی ہو خارا بھی آب

پشنگ اس سے کہنے لگا ایک روز
کہ اے پور خوش طالع و نیک روز

شتاباں ہو تا غیرت رکھ روا
کہ لینا ہے خون سلم اور تور کا

ہوا مستعد خاطر سے رزم کیں
یہ پاسخ دیا باپ کو بس وہیں

کروں جا کے سالار ایراں سے جنگ
کروں ملک تسخیر سب بے درنگ

پھر افراسیاب اس سے بولا یہ پھر
کہ ہرچند نوذر دلاور نہیں

اور اپنے پے گردان لشکر تمام
نہیں ہے سر قارن و زال و سام

پہ بولا پشنگ اے خردمند پور
یہ گفتار ہے عقل و دانش سے دور

سرفراز تھا نسل سے تور کی
اسے جنگ نوذر سے منظور تھی

یل زور مند و دلیر و جوان
نہ تھا اوسکا ہمسر کوئی پہلوان

رواں سوئے ایراں ہو لیکر سپاہ
تو نوذر سے اب جا کے ہو کینہ خواہ

جو قصہ سنا یہ تو افراسیاب
گیا بھول آسائش و خورد و خواب

کہ شائستہ جنگ شیراں ہوں میں
سزاوار رزم دلیراں ہوں میں

یہ سنکر ہوا خرم و شاد وہ
ہوا بند سے غم کے آزاد وہ

ولیکن منوچہر کے پہلوان
حضور اسکے حاضر ہیں یکسر یہاں

نہیں خوب ہے اندنوں عزم جنگ
یہی مصلحت ہے کہ کیجے درنگ

یہی وقت ہے جا کے لے انتقام
شتابی سے کر کار نوذر تمام

یہ سنکر سپہدار افراسیاب
روانہ ہوا سوئے ایران شتاب
جوانان شمشیر زن سے ہزار
جوانمرد و شائستۂ کارزار

بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ
کمر جست باندھی ہوئے بہر جنگ
خزروان ہماساس و پہلوان
سپہ کے تھے سالار با فر و شان

سپہدار کو پھر یہ پہونچی خبر
کیا سام نے اس جہاں سے سفر
یہ سنکر ہوا شاد افراسیاب
کہ اب بخت بدخواہ آیا بخواب

خوشی سے وہ ہر روز نقارہ زد
نہ تھا لیکن اسکے کچھ اندوہ و درد
ادھر سے بھی نوذر یہ سنکر شتاب
ہوا عازم جنگ افراسیاب

کئے ساتھ نوذر کے مردان کار
سواران جنگی صد و چل ہزار
ملکزادہ نے نام سے پشنگ
کھایاں کر لئے شاہ فیروز جنگ

کروں میں نبرد دلیرانہ اب
کروں غارت ایران کا لشکر سب
مقابل ہوئیں جبکہ دونوں سپاہ
تو باہم ہوئے پہلوان کینہ خواہ

تھا اک تازیان گرد افراسیاب
بڑھا فوج سے لیکے نیزہ شتاب
ہوا آنکے میدان میں رزم جو
کھایوں کہ ہوتے تھے آرزو

کرے آنکے مجھسے اب کارزار
نہ تاجر کو راہ دے زینہار
پسر کاوہ کا قارن نامور
کہ سردار لشکر تھا با کرّ و فر

راوسے لیتے یہ بولا وہیں
کسے پہلوان جائیگا ہو کے گم کہیں
قباد اس جوانمرد کا نام تھا
نہ ہرگز طلبگار آرام تھا

لگا اسپ کو سوئے میدان گیا
ہوا تازیان سے نبرد آزما
دو اشتے پولاد کی ایک ضرب
جو کھائی تو دی جان بہنگام حرب

قباد دلاور ہوا کشتہ جب
وہ قارن دلیر و وہ پر غضب
سوئے تازیان لیکے آیا سپاہ
ہوا ساتھ بدخواہ کے رزمخواہ

پھر انبوہ دیکھا تو افراسیاب
کمک کو سپہ لیکے پہونچا شتاب
ہوا گرم بازار جنگ و نبرد
کسیکو کسی کا نہ تھا کچھ بھی درد

ہوا خون سے روئے زمیں لالہ زار
پھر اتنے میں رات شب ہوئی آشکار
سواران جنگ آور و کینہ خواہ
وہیں پھر گئے سوئے آرامگاہ

ہوا جبکہ رخشندہ پھر آفتاب
تو قارن پے جنگ افراسیاب
کیا باندھ کے آراستہ فوج کو
کہ کمر کستے تھے مردان پیکار جو

ادھر لشکر آراستہ توران زمین
سپہ لیکے آیا پے رزم کیں
ہوئے گرم پیکار جنگ آوران
قیامت ہوئی ایک برپا وہاں

سر و سینہ تھا وقف پیکان و تیغ
نہ جان کا تھا اپنی کسیکو دریغ
ہزاروں ہوئے کشتہ و خستہ وہاں
زمیں بنگئی سربسر گلستان

اور آخر فوج توران ہوئی چیرہ دست
دے اہل ایران کو پہونچی شکست
جہاندار نوذر نے دیکھا یہ جب
کہ لشکر ہوا بیدل و خیرہ اب

ہوا آپ تب عازم کارزار
پکارا یہ میدان میں تاجدار
کہ ہرگز نہیں اسمیں کچھ فائدہ
کہ کشتہ ہو ناحق یہ خلق خدا

رکھے ہے اگر غیرت افراسیاب
تو آکر مقابل ہو میرے شتاب
جسے نصرت و فتح دے کردگار
کرے بادشاہی وہ لیل و نہار

یہ سنکر وہ افراسیاب دلیر
ہوا آنکے رزم جو مثل شیر
ہوئے تیغزن دونوں طرف سے روان
ہوا کارسنج و بنوک سنان

بیاں کیجئے کیا جو حرب تھی
سناں پر سناں ضرب پر ضرب تھی
ستیزہ کناں ہو گئی شام پر
ہوا زخم کاری نہ کچھ کارگر

کہیں سے نوذر کے پیہم پر
گرا وقت پیکار تھا خاک پر
غرض رزم موقوف کر ہر دو شاہ
پھرے رزمگاہ سے سوئے خیمہ گاہ

کیا تھا نہ بدخواہ کے کچھ خیال
ولیکن جہاندار تھا پر ملال
ملازم کوئی شہ کی سرکار کا
وہاں سے وہ دیہیم لایا اٹھا

ہوا شاہ دلگیر و اندوہگین
سخن باپ کا یاد آیا وہیں
کہا تھا منوچہر نے یہ کہ ہاں
تجھے فوج ایران سے پہونچے زیاں

سران سپہ کو فراہم کیا
جہاندار نے تب یہ انسے کہا
کہ بدخواہ کی غالب آئی سپاہ
یہ سوچا کہ ہو کام اپنا تباہ

خیر اپنی آتی نہیں کچھ نظر
کہ لشکر ہے اپنا زبون سربسر
اگر بھاگ گئے تو کدھر جائیے
حفاظت کی اب جا کہاں پائیے

یقیں ہے کہ پھر دشمنان شریر
مجھے پلٹنے لیجائیں کرکے اسیر
یہ بہتر ہے کہ کشتہ ہوں میدان میں
سپاہوں میں اب زندہ رہنا نہیں

جدا ہووے تن سے مرا سر اگر
تو قائم رہے نیک نام پدر

دے اپنے بیٹوں کو رخصت کرو
بہانے سے سوئے پارس اب بھیجدو

وہ فرزند جو طوس و گستہم تھے
انہیں لیکے آغوش میں پیار سے

یہ سالار توران کو بھیجا پیام
کہ لشکر یہ تنگ آگیا ہے تمام

رہی جنگ موقوف دو روز تک
رہا لشکر آسودہ زیر فلک

سواران جنگی یمین و یسار
ہوا آمادہ گر قلب میں شہریار

ادھر تھا صف آرا وہ افراسیاب
ادھر ترکان چین سبکے تھے ہمرکاب

ہوا کشتہ شاپور میدان میں
پڑا تفرقہ فوج ایران میں

فراہم نہ آئندہ لشکر ہوا
نہ میدان میں تھم وہ نوذر رہا

رواں سوئے فارس ہوا تازیاں
گرفتار ہوں تا کہ شہزادگاں

ہوا جبکہ آگاہ افراسیاب
تو فوج اور بھیجی کہا کو شتاب

نکلکر ہوا سوئے وادی رواں
لئے پر سے کینہ تھا آسماں

سپہبد وہ بھی ہوا اگر بپر
ہوا آخرکار نوذر اسیر

بہ یک گردش چرخ بیداد گر
نہ نوذر رہا اور نہ وہ کروفر

ہوا بعد ازاں جلد افراسیاب
سپہ فریدون کا لینا حساب

ہوا تازیاں کشتہ ہنگام جنگ
گریزاں ہوئی فوج سب بیدرنگ

سپہران سپہ نے یہ سنکر کہا
کہ بغیر جنگ چارہ نہیں ہے شہا

کہ تخم فریدوں سے تا یکدو تن
رہیں زندہ اے سرور انجمن

کہا شاہ نے سوئے پارس رواں
ہوئے دیدۂ تار گوہر فشاں

لڑائی ہوئی دو روز کیسے درنگ
کہ تیسرے روز پھر ہم سے جنگ

غرض تیسرے روز وقت پگاہ
کیا سج کے میدان سپہ ایران کا شاہ

وہ شاپور و قارن سران سپاہ
ہوا پھر سپہبد وہ کینہ خواہ

یکایک ہوئے ترک چین چیرہ دست
سپہدار ایران کھائی شکست

وہ قارن بھی وہاں سے گریزاں ہوا
سوئے ملک پارس شتاباں ہوا

غرض شاہ نوذر ہوا قلعہ بند
مخالف نے گھیرا حصار بلند

ہوا سپہدار قارن نامدار
لگی ہونے باہم وہاں کارزار

جو کم رہ گئی فوج گرد حصار
تو پھر قلعہ سے نوذر نامدار

سپہدار توران یہ سنکر خبر
اٹھا قصد کو اسکے گیا زود تر

ہوا اسکے آگے گرفتار داں
ہزار و دو صد اور بھی پہلواں

جہاں میں جو حکمراں ہفت سال
پھر اقبال کا اسکے آیا زوال

سپہدار کو پھر یہ پہونچی خبر
کہ غالب ہے قارن نامور

ہوا بیتاب سنکے افراسیاب
بہت دل کو اسکے ہوا اضطراب

فرستادن افراسیاب خزروان و سماساس را بسمت سیستان و کشتن نوذر و اغریرث برا

سپہدار نے یہ ارادہ کیا
کہ ملک اب لیا چاہیے زال کا

خزروان سماساس نامی یلاں
گئے سنکے سالار فوج گراں

کمر کینہ خواہی پہ باندھی وہاں
زرہ پوش ہو کر لیا گرز کیں

لکھا شاہ مہراب نے زال کو
کہ [illegible]

مقابل ہوئی جب سپاہ عدو
تو باہم سپاہ ہوئے کینہ جو

شکستہ ہوا خزروان پہلواں
ولیکن نہ کچھ سر کو پہنچا زیاں

خزروان ہوا [illegible]
تو آیا سماساس پھر بیدرنگ

گریزاں ہوئی [illegible] سپاہ
پراگندہ لشکر ہوا [illegible]

ہوا [illegible] سنکے افراسیاب
کیا نوذر کو [illegible] شتاب

روانہ کئے پھر پئے کارزار
سواران جنگ آزما یکہزار

سنی زال نے جبکہ یہ سب خبر
کہ بدخواہ کا لشکر آیا ادھر

روانہ ہوا سیستاں سے شتاب
کہ تاخیر کی تھی نہ زنہار تاب

ہوئے پہلوانان کابلستان
رفیق سپہدار زابلستان

خزروان نے آکر عمود سپہر
یکایک چلایا سر زال پر

مگر [illegible] توڑا خزروان کا سر
زمیں اسکے خوں سے ہوئی تربتر

ولے جلد [illegible] ہوا زال جب
[illegible] سماساس میدان [illegible]

تعاقب کیا زال نے [illegible]
خزروان کے قتل [illegible]

[illegible] اسکے پارس [illegible]
[illegible] ساتھ اسکے سپاہ گراں

کیا قصد یہ کر کے وہ کینہ جو ۔ کہ لاؤں پکڑ طوس و گستہم کو
وہاں سے وہ دونوں گریزاں ہوئے ۔ طرف سیستاں کے شتاباں ہوئے

کیا پیشوا یہ خبر سن کے زال ۔ کیا اس نے اعزاز ان کا کمال
سمجھ کے انہیں سیستاں میں رکھا ۔ رکھو جمع خاطر یہ اس نے کہا

وہ قارن تھا ہمراہ شہزادگان ۔ سوا اسکے تھے اور بھی پہلواں
ہوا اسپہ شفقت کناں زال زر ۔ کیا لطف مصروف ہر ایک پر

جو نوذر کے پسر وہ تھے مہرباں ۔ سو آنے لگے ہر طرف سے وہاں
فراہم ہوئی پھر فراواں سپاہ ۔ جوانان رزم آور و کینہ خواہ

ہر اک وہ سلاح و زر و گنج وال ۔ کیا زال نے ایک فرخندہ فال
رکھا نامداراں کو تکریم سے ۔ کیا خرم و شاد و تعظیم سے

ولیکن یہی زال کو سوچ تھا ۔ کسے تاجور کیجئے ایران کا
ابھی طوس گستہم ناداں ہیں ۔ نہیں پادشاہی کے شایاں ہیں

نہیں ہیں کیانی جو ہوں تاج شاہ ۔ کہ لائق ہے زیبندہ تاج و کلاہ
جو شاہ زبردست پہنچے بہم ۔ سزاوار ہو جسکے تاج و علم

کہ کرتے بد اندیش کو پائمال ۔ ابھی ملک ایران سے کیجئے نکال
یہاں ایک تھا حاکم شہر کے ۔ سزاوار اورنگ شاہاں کے

بلند اقتدار و معلے جناب ۔ بڑا بھائی تھا جس کا افراسیاب
ملک زادہ اغریرث اسکا تھا نام ۔ جوانمرد و خوش خلق شیریں کلام

لے زال نے ایک نامہ لکھا ۔ بھیجوں فرخندہ مرقوم تھا
کہ جسنے بہت کی فراہم سپاہ ۔ ولیکن نہیں ہے کوئی پادشاہ

اگر کوئی پاشنگ تو اے نامدار ۔ تو اقلیم ایران کا ہو شہریار
تیری چاکری اہل ایراں کریں ۔ بیٹھے آگے کار نمایاں کریں

بد اندیش ہے وہ جو افراسیاب ۔ نکال اسکو ایران سے پھر دیجئے شتاب
روانہ ہوا پڑھکے اس نامہ کو ۔ سو زال اغریرث نام جو

گیا ہے سے زابل کو وہ نامور ۔ یہ چاہے تھا ہو عازم پیشتر
خبر سنکے اتنے میں افراسیاب ۔ سپاہ گراں لیکے پہونچا شتاب

ملک زادہ کے پاس اتنی سپاہ ۔ نہ تھی ساتھ اسکے جو ہو نبرد خواہ
کیا لاجرم پیش افراسیاب ۔ کہ پرخاش کی تھی نہ زنہار تاب

برادر نوازی کی تھی آرزو ۔ گیا بیخطر بھائی کے روبرو
ولیکن لگا کہنے افراسیاب ۔ طرح شعلے کے کھاکے لیں پیچ و تاب

کہے پر قناعت نہ کی تو نے پیر ۔ ہوئی تخت ایران کی تجکو ہوس
جو دشمن ہیں انسے موافق ہوا ۔ مرا تو جہاں میں منافق ہوا

دیا پانچ اسنے کہ اے تاجور ۔ خدا کے لئے تو نہ بہتان کر
مری تاب کیا جو کروں ہمسری ۔ نہیں عزم میں مجھکو بجز چاکری

جفا پیشہ تھا بسکہ وہ شہریار ۔ برادر نوازی نہ کی زینہار
رکھا جور و بیداد ناحق روا ۔ کہا تن سے بیچارے کا سر جدا

غرض سیستاں میں یہ پہنچی خبر ۔ ہوا کشتہ اغریرث نامور
یہ سنکر ہوا زال اندوہگیں ۔ زیادہ ہوا اور بھی دل حزیں

کیا نامداروں کو اسنے طلب ۔ کہا پیل پے کیں کمر باندھ اب
بدر ملک سے جسم کو کھینچئے ۔ سنا اس سے نوذر کا خون کیا

ولے چاہیئے شاہ والا نسب ۔ دلیر و جوانمرد و دانش پژوہ
شہنشاہ نوذر کے دونوں پسر ۔ نہیں دانش و عقل سے بہرہ ور

نہیں ہیں سزاوار تاج شہی ۔ نہیں لائق تخت فرماندہی
سوا انکے نسل فریدوں سے گر ۔ کوئی ہو تو مجھکو کرو تم خبر

کہ وہ وارث تخت ایران ہو ۔ شہنشاہ با شوکت و شان ہو
کیا زال نے جب بیاں یہ سخن ۔ تو کہنے لگے موبدان کہن

منوچہر کے ہاتھ سے تیغ جنگ ۔ ہوا کشتہ جب سلم تب بیدرنگ
ملک نامور طہماسپ کا ہے پسر ۔ فراری ہوا با دل پر خطر

تبر چشم کی جانب گریزاں ہوا ۔ وہاں خوف سے جا کے پنہاں ہوا
تو حق ہے پسر ایک طہماسپ کا ۔ جوانمرد دانشور و خوش لقا

ملک زادہ زو فراسن کا ہے نام ۔ سزاوار شاہی سے وہ زو ملک نام
سنا زال نے جبکہ یہ ماجرا ۔ تو بولا قارن نامور سے کہا

کہ لے آئے پھر لیسے زو کو یہاں

داستان آمدن ملک زادہ زو پسر

ہوا داخل القصہ تا بجاں

طہماسپ ہمراہ قارن طرف سیستان و جلوس بر تخت شاہی ایران

حضور ملک زادہ پہونچا جب / دیا زال کا اوسکو پیغام تب
کہا یوں کہ چلئے سو سیستان / تمہیں ہے اورنگ شاہی کا ز
خوشی سے وہیں ساتھ قارن کے ہو / طرف سیستان کے ہوا تیز رو
جب آیا خداوند تاج و سریر / ہوئے گرد سب اسکے فرمان پذیر
ہوا جلوہ گر تخت شاہی پہ وہ / ہوئی اک جہانکو خوشی نو بنو
سو ملک پارس وان کی سپاہ / ہوا ہم لایت میں پھر دخل شاہ
گیا شاہ پھر سوئے افراسیاب / لڑائی کی لایا نہ ہرگز وہ تاب
گیا بھاگ بدخواہ توران میں / تصرف ہوا شہ کا ایران میں
گیا خوار ہو کر جو پور پشنگ / نہ عزت ہوئی کچھ حضور پشنگ
پشنگ اس سے بولا کہ اے نابکار / نہ آئی تجھے کچھ شرم زینہار
ترا بھائی اغریرث نامور / مرے پاس حاضر ہوا آن کر
کیا تو نے ولے ہمکو ہلاک / خدا کا نہ ہرگز کیا خوف اک
روا تو نے رکھا برادر کا خون / کیا فوج ایران نے تجھ کو زبون
نہیں کام تیرا مرے روبرو / مرے سامنے سے ہو دفع تو
رہی پھر نہ کچھ قدر افراسیاب / ہوا ناگوارا اسکو آرام و خواب
جہاندار و خسرو دین پناہ / ہوا جبکہ ایران کا بادشاہ
کیا آسنے ہر روز و شب عدل و داد / جہان کو رکھا خوب آباد و شاد
پلے زال قارن و سب پہلوان / شب و روز تھے شاہ کے مدح خوان
جہاں میں باقبال و جاہ و جلال / رہا شاہ فرمانروا پنج سال
پھر آخر کو پہونچا پیام اجل / گئی جان قالب سے اسکی نکل

داستان نشستن گرشاسپ شاہ بر تخت و باز آمدن افراسیاب بہ تسخیر ایران

ہوا باپ کے بعد گرشاسپ شاہ / خداوند اورنگ و تاج و کلاہ
ولے تھا پژمردہ رای زال / کہ تھا بادشاہ جہان خورد سال
پشنگ دلاور کو پہونچی خبر / کہ اک طفل ایران کا ہے تاجور
پشنگ اپنے دلمیں لگا کہنے تب / کہ تسخیر ایران آسان ہے اب
بصد لطف تقصیر افراسیاب / معاف اس نے کرکے کہا یوں شتاب
کہ تا کشتی سوئے ایران کر / پئے کینہ خواہی تو باندھ اب کمر
سپاہ گران لیکے پور پشنگ / ہوا سوئے ایران رواں بہر جنگ
بزرگان ایران یہ سنکر خبر / گئے زال سے کہتے اے نامور
پھر آیا سپاہ لیکے افراسیاب / کیا چاہیئے اب تدارک شتاب
وہ بولا کہ میں تو ہوا حال خورد / ستمبر ہے کار جوانان گرد
مگر کس کے رستم کو اب سرگروہ / ادہر پہنچا ہوں میں صد شکوہ
یہ سنکر ہوئے شاد سب نامجو / کہا تھے اقبال اس بات کو
لگا کہنے رستم سے پھر زال زر / کہ حیران ہوں میں کیا کروں اے پسر
ہوا آپ ورزش دشوار کار / کہ بس سو گریزاں ہوا نا قرار
تو سکار آزمودہ نہیں اب تلک / کہ اے ناز پروردہ زیر فلک
تجھے کیونکہ بھیجوں لئے کارزار / سو شیر مردان جنگی سوار
تیری مصلحت سے کہا ہے تو کہہ شتاب / جو ہو تجھکو منظور دے جواب
غرض آزماتا تھا رستم کو زال / کہ ہو یا نہیں جنگ کا کچھ خیال
یہ بولا تہمتن کہ ہوں مرد رزم / کروں چہرہ بدخواہ کے ہے یہ عزم
بہا تن سے پر زور و دست ورا / نہیں کچھ فلک کا رہا آرام و ناز
کو جاؤں اگر آپ کو وقت جنگ / نہ ٹھہرے مرے آگے شیر و پلنگ
یہ گفتار سن خوش ہوا زال زر / دعا دی کہ باہم ہو تجھے ظفر
کہا پھر یہ رستم نے اے پہلوان / مجھے چاہیئے اسپ و گرز گران
حضور اسکے لائے دہ بخش پہ سام / تہمتن ہوا دیکھ کر شاد کام
دکھائے تہمتن کو پھر سپہر / دلاور کا تھا پہیئے جس قدر
رکھا پشت پہ ہاتھ جس پہلوان / وہ پشت بہ خم ہوگیا بس

ویے مادیاں ایک تھی سنو چنگ / لگا اسکے تھے جسم پر لاد رنگ
یہ چاہا کہ ڈالے کیانی کمند / کرے تا کہ اس گرد کو پائے بند
کہ مادر ہے کرے کی خونخوار تر / غضبناک اور مردم آزار تر
تہمتن نے آخر کو ڈالی کمند / سر رخش لایا وہیں زیر بند
یہ چاہے چبا دے تہمتن کا سر / کہ اتنے میں رستم بھی جوں شیر نر
غرض رخش تھا نام اُسکا ہی / توانا و زورآور و چست تھا
کیا زور اُس رخش نے اسقدر / کہ رستم کو بس لے چلا کھینچکر ..
کیا رخش کو زین تیار پھر سوار / بصد کامیابی یل نامدار
سپاہ گراں ساتھ و با شتاب / روانہ کیا سمت افراسیاب ..
گیا آپ بھی بعد دو روز کے / ملا جاکے بس رستم گرد سے ..
جو تجھسے کرے رزم کی آرزو / وہ کیا چیز ہے بس یہی دو بدو
سپاہ اُسکی تھی پر دل شاد کام / در افواج ایران تھی بیدل تمام
کوئی چاہیے بادشاہ دلیر / کہ یاں جسکی ہیبت ہو مانند شیر
نژاد فریدون سے کوئی اگر / کہیں ہو تو دو مجھکو آ کر خبر
فریدون نسب شاہ فرخ نہاد / دلیر و جوانمرد ہے کیقباد
پھر رستم سے بولا کہ اے نامور / تُو باندھ رخش کو زین کر
تمنا یہ رکھتے ہیں سب پہلواں / تو جلکے ہو بادشاہ جہان
وہ سنتے ہیں تو پہنچو واں تلک / زیادہ نہ ہو دیر زیر فلک

اور اسکا تھا اک بچہ پیلتن / ہوا دیکھ کر خوش یل صف شکن
لگا کہنے رستم سے پھر گلہ بان / کمند اپنی مت ڈال اے پہلوان
کئے اسنے ہیں تیز چند خون .. / مبادا تجھے بھی کرے سرنگون
غضبناک ہو کر وہیں پہلوان / دواں آئی مانند شیر ژیان
ہوا جبکہ میدان میں نعرہ زناں / تو ہیبت سے خیرہ ہوئی مادیاں
کمند اسکے سر پہ ہوئی جبکہ بند / لگا کھینچنے تب یل ارجمند
ولیکن تہمتن بھی پر زور تھا / بزور اسکو قابو میں اپنے رکھا
در گنج پھر زال نے وا کیا / تہمتن کو گنج زر و ل دیا
ولیکن ہوا مضطرب زال زر / نہ لایا وہ تاب فراق پسر
یہ کہتا تھا ہر روز افراسیاب / کہ رستم ہے کودک کہاں ہمکو تاب
ہوا زال بھی پیر و دیرینہ سال / نہیں تاب ہے تسخیر ایراں محال
یہ تھا زال کو سوچ شام و پگاہ / کہ نادان نہایت ہے گرشاسپ شاہ
روانہ کئے ہر طرف مردمان / کہا زال نے یوں ہر اک سے کہاں
کسی نے کہا آنکر یوں بیاں / کہ ہے کوہ البرز میں اک جواں
ہوا یہ خبر سنکے دل شاد زال / ہوا پند رستم کے آزاد زال
روانہ ہوا شتابی سو کیقباد / یہ کہہ چکے اے شاہ فرخ نہاد
مددگار دولت ہو یاور ہو بخت / مہیا ہے تجھکو وہاں تاج و تخت
یہ سنکر وہیں دو یل با شکوہ / روانہ ہوا سوئے البرز کوہ

روانہ کردن رستم را برائے طلب کیقباد بکوہ البرز و آمدن کیقباد و نشاندن زال کیقباد را بر تخت

اتر کوہ البرز سے کیقباد / کہیں آکے بیٹھا تھا مسرور شاد
لگا کہنے دل میں عجب ہو جوان / تماشا ہے رخش اور گرز گراں
کہ تنہا اسقدر تو سجا ایسا جواں / اتر کر وہ اسپ سے بیٹھا یاں
مگر اے جوانمرد فرخ نہاد / مجھے دے نشان شہ کیقباد
ترے ساتھ ایک مرد قابل کروں / سکتاں تک تجھے آگے نازل کروں
یہ بولا تہمتن کہ اے نامور / پدر میرا ہے پہلوان زال زر
جوانمرد ہے کیقباد اسکا نام / تو پا جسکے یہ اسکو پہونچا پیام

ہوا رستم گرد کا واں گزر / وہ شہزادہ حیران تھا دیکھکر
ہوا میل خاطر کہ ہو ہمنشیں .. / تہمتن کو آواز دی بس وہیں
مے و نقل یہ دیکھ طیار ہے / وہ بولا نہیں مجھکو درکار ہے
وہ کہنے لگا ہے کہ آ تو یہاں / تو اس نامور کا ابھی دو نشاں
لگا پوچھنے پھر کہ اے پہلواں / بتا جا کے کس نے یہ دی ہے نشاں
کہا [illegible] / [illegible] زادہ با شکوہ
کہ ہے پہلوانوں کی یہ آرزو / کہ [illegible] شاہ ایران رہے نامجو

یہ سنکر وہ بولا کہ میں ہوں گواہ
تجھے تخت ایراں مبارک مدام
دو باز سفید آئے ایران سے
ہوا اسطرف کو ترا اب گذر
ہے تجھے اور میرے باپ کو
غرض سے ایراں وہیں شاد شاد
یہ سرحد میں پہنچے جب ایرانکے
قلوں نے کیا نیزہ اسپر رواں
جو کشتہ قلوں دلاور ہوا
رہیں تھے نہاں دشت میں شام تک
اسے اسنے یک ہفتہ پنہاں رکھا
قباد دلاور کو باکر و فر
جو لشکر سے لشکر مقابل ہوا
ادہر سے سماساس آیا وہیں
وہیں زال سے رستم نوجواں
پکاروں کہ اب آگئے افراسیاب
تو پھر زہرہ شیر نر ہوئے آب
یہ کہکر گیا سوئے میدان دلیر
اسے دیکھکر مرد ہاں سے وہیں
کہ ہے پور زال اور رستم ہے نام
ارے طفل آیا جو تو بہر جنگ
تہمتن نے بھی گرز کو رکھ دیا
کمربند اسکا پکڑ کین سے
گیا ٹوٹ لیکن دوال کمر
ادھر سے بھی وہیں افرازان شاد
گریزاں ہوئے ترک سالار ترک
لگا کرنے فریاد لوں ابیت

پدر سے پدر نام رکھتا ہوں باج
ہمیشہ ترا بخت دولت مدام
سر تخت شاہی بٹھایا مجھے
بلطف خدا اے یل نامور
دو باز سفید اسکے یل نامجو
روانہ ہوئے رستم و کیقباد
ہوا سدِ راہ وہ بھی تب آنکے
کہ سینہ ہو رستم کا وقف سناں
گریزندہ یکدست لشکر ہوا
رواں شب کو ہوئے تھے زیر فلک
بشغل مے ناب شاداں کھڑا
سر تخت شاہی کیا جلوہ گر
سوئے رزم ہر ایک مائل ہوا
ہوا ساتھ قارن کے لشکر ہم کمیں
یہ بولا کہ اے پہلوان جہاں
مرے ساتھ ہو رزم جو تو شتاب
اگر سامنے آئے افراسیاب
ہوا نعرہ زن جا کے مانند شیر
لگا کہنے سالار ترکان چین
رکھی ہاتھ میں اپنے ہے گرز سام
تو کیا احتیاج سنان و خدنگ
ہوا بے براق اس سے جنگ آزما
اٹھا کر تہمتن نے بس زین پر
وہ جھٹ کر رہیں گر پڑا خاک پر
کمک کو تہمتن کے پہونچی سپاہ
ہوئی سر دگر گی ہا بار ترک
چلا ہی گو تھا مرا اپنے

تہمتن نے سر کو دیا پھر جھکا
تہمتن سے بولا یہ پھر نامور
دم صبح پھر باولِ شادماں
یہ کہکر وہاں نوش کی پھر شراب
بس اب اٹھئے تا سوئے ایران چلیں
قلون دلاور یل با وقار
تہمتن قلون کے مقابل ہوا
وہیں نیزہ رستم نے بس چھین کر
بصد شادمانی وہ دونوں جواں
غرض رفتہ رفتہ وہ پہونچے وہاں
ہوئے یکدل اتنے میں پیر و جواں
کیا قصد پھر سوئے افراسیاب
ادھر سے تو قارن یل نامدار
سماساس کا سر ہوا غرق خوں
مرے دلمیں ہے جاؤں میدان میں
کہ در قصد جنگ اس سے را ناپراں
تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں
کہاں ہیں کہ اے ترک افراسیاب
بتاؤ کہ ہے کون یہ نوجواں
مقابل تہمتن سے زیادہ ترک
ذرا زور شیر پنجہ دکھلاؤں پھر
کیا ترک نے زور ہر چند پر
یہ چاہا کہ لیجائے شاد شاد
بس اتنے میں آپہونچے اسکے سوار
ہزار و صد و شصت جنگی جواں
اترا پا جیحوں سے پوشنگ
کہ ایرانیوں سے نہ کیجے مصاف

بجا شرط خدمت کی لاکر کہا
مجھے شب کو اک خواب آیا نظر
اتر کوہ سے آکے بیٹھا یہاں
کہی پھر یہ رستم نے تعبیر خواب
ترے سر پہ ہم تاج شاہی رکھیں
طرف سے تمہارا شتاب رادار
سوئے رزم جو خواہش مائل ہوا
قلون کے جو مارا وہیں سینہ پر
ہوئی پشت پر اسکی سناں رواں
یل نامور زال زر تھا جہاں
تو پھر زال نے روز ہشتم وہاں
ہوئے پہلوان شاد کے ہمرکاب
گیا سوئے میداں پئے کارزار
زمیں پر گرا اسپ سے سر نگوں
کروں خوار دشمن کو ایک آن میں
مقابل ہو اسکے یہ کس کی مجال
اسے اسپ سے لاؤں میں بر زمین
مقابل تو مجھسے ہو آکر شتاب
یہ سنکر کہا مرد ماں نے یہاں
زباں پر یہ گفتار لایا وہ ترک
ابھی باندھکر تجھکو لیجاؤں میں
رہا وہیں قائم یل نامور
شتابی حضور شہ کیقباد
ہوا گرم ہنگامہ کارزار
ہوئے کشتہ تا چند سو رستم کے ول
ہوا خستہ خاطر حضور پشنگ
مجھے رکھیے اسبات سے تو معاف

سنا کیقباد اب وہاں تاجدار
وہ ہے مرد جنگ آور و ہوشیار

بہت یوں تو ایرانیوں میں ہیں پہلواں
ولے نسل سے سام کے اک جواں

عجب صاحب زور پیدا ہوا
نہ ہم پنجہ شیر نر اسکا ہوا

بل و پلتن رستم اسکا ہے نام
زبوں اس سے ہے اپنا لشکر تمام

بیاں اسکی قوت کا میں کیا کروں
کہ لیں ورد اسکے چھوٹا دہیں

جدا کرکے یکبارگی زین سے
پکڑ لیجاتا تھا وہ کہیں سے

کمر بند پکڑا جو ٹوٹا وہیں
تو ہیں ہاتھ سے اسکے چھوٹا وہیں

ہوا سو ہوا اب نہیں اے پدر
ولے اب گذشتہ تو مت یاد کر

یہ ہے مصلحت آشتی ہو بہم
نہ ہوں کینہ جو کیقباد اور ہم

کہی یہ حقیقت جو پیش پشنگ
تو اک نامہ اسنے لکھا بدرنگ

کیا دیکے دبیرہ کو نامہ رواں
سو کیقباد شہ خسرواں

نوشتن نامہ صلح پشنگ والی توران بہ کیقباد

حضور جہاندار دلشہ گیا
سپہدار توراں کا نامہ دیا

پڑھا کرکے داشاہ نے سربسر
یہ اسمیں لکھا تھا کہ اے تاجور

اگر تور نے خون ایرج کیا
سو چہر نے اس کا بدلا لیا

ہوا پھر وہ ہر عازم افراسیاب
تحمل کی تھی اسکو ہرگز نہ تاب

کیا اس نے پاداش تو ترسے بس
نکالی غرض اپنے جی کی ہوس

ہوا پور طہماسپ پھر کینہ خواہ
کیا فوج توراں اسنے تباہ

بہت ہمدگر کینہ خواہی ہوئی
بہت فوج کی بس تباہی ہوئی

یہ بہتر ہے اب آشتی کیجیے
نہ کینے کو بس دلمیں راہ دیجیے

کہ ہم تم نہیں غیر کچھ زینہار
برادر ہیں یکجا ہی اے شہریار

موافق فریدوں کی تقسیم کے
رہینگے جدا اپنی اقلیم کے

کریں تازہ پیمان یہ تم استوار
نہ لشکر کشی پھر کریں زینہار

غرض آپ جیحوں رہے درمیاں
ادھر ہم ادھر تم رہو حکمراں

یہ پاسخ لکھا شاہ نے پھر وہیں
کہ ہرگز نہیں ہم سے آغاز کیں

ادھر سے ہوئی ابتدا ظلم کی
ولیکن خدا نے سزا تم کو دی

نہیں عہد و پیماں میں تم استوار
تمہاری نہیں بات کا اعتبار

سر نو اگر ہووے قول و قسم
تو ہوں صلح پر راضی البتہ ہم

لگا کہنے رستم کہ اے تاجدار
نہ کر صلح اور آشتی زینہار

کیا گرز نے میرے اسکو زبوں
ملایا عدو کو تہ خاک و خوں

یہ سنکر وہ شاہنشہ نامجو
طلب کرکے محراب اور زال کو

یہ بولا تمہارا جو ہو مشورہ
کرو مجھ کو آگاہ اس سے ذرا

یہ بولے وہ شاہ قوی چنگ سے
کہ ہے صلح بہتر شہا جنگ سے

غرض شاہ نے بانشاط و خوشی
سپہدار توراں سے کی آشتی

دیا رستم و زال کو گنج و زر
عنایت کئے خلعت پر گہر

کہا یوں کہ اے رستم نامجو
تیرے جسم کا ایک بھی تار مو

بصد ملک توراں نہ دوں بہا
کروں گا فزوں تیرا عز و وقار

شہ ہفت اقلیم نے بعد ازاں
روانہ کیئے جا بجا پہلواں

وہ لائے تصرف میں ملک وسیع
ہوئے شہ کے شاہان عالم مطیع

بہت نامداروں نے پھر شاد و شاں
نہ فرماں سے پھیرا سر انقیاد

بصد کامیابی و فتح و ظفر
گیا سوے پارس شہ دادگر

یہ داد و دہش شاہ نے کی وہاں
کہ اک خلق باخاطر شادماں

ہوئے مدح خواں شہ کیقباد
فریدوں کو ہرگز کیا پھر نہ یاد

رہا سو برس شاہ گیتی پناہ
جہانمیں خداوند تاج و کلاہ

یہ سوچا شہنشہ نے یکبارگی
کہ آخر ہوئی اپنی اب زندگی

شہ دادگر کے تھے فرزند چار
انہیں ایکدن شاہ فرخ تبار

طلب کرکے بولا کہ کاؤس کے
عزیزو تمہارا بڑا بھائی ہے

یہ ہوئے خداوند تاج و سریر
رہو تم شب و روز فرماں پذیر

معاون رہو اسکے شام و سحر
کہ فتنہ نہ برپا ہو بار دگر

سبھوں نے پذیرا کیا یہ سخن
بجا لائے فرمان شاہ زمن

وہ بولے کہ ہم اے شہ نامدار
اطاعت سے پھیریں نہ سر زینہار

کئی روز کے بعد پھر ناگہاں
ہوا سوئے ملک عدم شہ رواں

داستان جلوس کیکاؤس بر تخت سلطنت ایران

ہوے بند جب دیدہ کیقباد
لگا کرنے داد و دہش روز و شب
کہ آب و ہوا ہے بہت خوشگوار
کہ ہرگز نہیں اب جیسے بیل بزم
فریدون و ضحاک جمشید سے
یہ جی میں ہے کشورستانی کروں
یہ گفتار خاقان آفاق گیر
فریدون و جمشید عالی وقار
نہیں زور و قوت شہنشہان
وہ گرشاسپ گستہم طوس جوان
ہوے یکدل اسبات پر گرد سب
پہونچتے ہی نامہ کے وہ نامور
پہلان سے جہاندار کشورکشا
کہ سام اور رستم چلے شہ کے حضور
کہ سمجھا شہنشاہ یا داد و دین
شہنشاہ نے گفتار لطف و کرم
کہا اسنے پھر ذکر مازندران
کہا زال نے عرض اے نامور
فریدون جمشید نے پیشتر
کیا ناز رنج سوے مازندران
لگے کہنے پھر سب سران سپاہ
یہ پاسخ دیا شاہ نے زال کو
خدا ہے مرا یاور و دستگیر
تم اے زال اور رستم پہلوان
بدلسوزی اے شہ کشورکشا
معاون ہیں اسکا رہونگا مدام

تو پھر شاہ کاؤس فرخ نہاد
لگا رہنے مشغول عیش و طرب
سدا فصل گل ہے ہمیشہ بہار
ہوا دل طلبگار میدان رزم
نہیں کم ہے کچھ زور و قوت مجھے
ہر اک ملک میں حکمرانی کروں
ہوئے سنکے حیران امیر و وزیر
منوچہر شاہنشہ نامدار
نہ عازم ہوئے سوے مازندران
وگرو زر اور گیو نامی یلان
کیا چاہیئے زال کو یاں طلب
روانہ ہوا سیستاں سے ادہر
یہ بولا کہ اب جاؤ تم پیشوا
رکھیں شاہ کو اس ارادے سے دور
نہ دیکھا کہیں اور سنا ہے کہیں
کہیں پیش زال ستودہ شیم
یہ سنکر کہا شاہ نے یوں زبان
یہ سنکر خبر میں بھی آیا ادہر
کیا تھا ارادہ کہ جاویں ادہر
عذر تو بھی کر اے شہ خسروان
کہ ہم ہیں تیرے بندہ نیکخواہ
سکے اے گرد دانا و فرخندہ خو
کروں جاکے دیوونکو فرماں پذیر
طرف سے مری یاں رہو حکمراں
جو کچھ عرض کرنا تھا ہمنے کیا
مددگار یاور رہیں ہونگا مدام

خداوند اورنگ و افسر ہوا
ہوا ایک سازندہ خاطر وہاں
یہ سنکر کیا قصد مازندران
مبادا اگر ہوں میں آرام گیر
شفقت بھی لازم ہے انکی شہا
پہونچیں اب سوے مازندران
خطا ہر یہ بولے کہ ہے بات نیک
رکھیں خوب ہے یاد فسونگری
نہیں ہے مناسب عزیمت ادہر
وہاں تھے ولے تھی یہ طاقت کسے
وہیں زال کو ایک نامہ لکھا
یہ سنکر تعجب ہوا شاہ کو
ملے جاتے جب زال سے پہلوان
جب آے حضور شہ نامور
ہمیشہ تو شاہ جہانگیر ہو
وہیں رستم یل کی پہونچی خبر
ارادہ ہے میرا اس طرف سے درست
رکھوں تا کہ اس عزم سے تجھکو باز
سنا جبکہ ہے خانہ و بوسار
نہ تسخیر ہو زور و شمشیر سے
یہ ہے عرض اے شاہ عالیجناب
فریدوں سے افزوں ہے میرا حشم
طلسم اور افسونکو توڑوں تمام
لگا کہنے پھر شہ سے وہ نیکخواہ
مجھے کیجیے رخصت سوے سیستاں
غرض شاہ سے پھر سوے سیستان

جہاں پرور و عدل گستر ہوا
لگا کرنے تعریف مازندران
وزیروں سے بولا شہنشاہ جہان
تو برباد ہو ملک تاج و سریر
کہ قایم ہے افسر ملک و مال
کروں سکہ و خطبہ اپنا وہاں
ولے جی میں کہنے لگا یوں ہر ایک
اطاعت میں انکے تھے دیو و پری
کہ آتی نہیں کامیابی نظر
کہ غصہ کو رکھے باز اس بات سے
رقم اس میں احوال سارا کیا
کہ کیسا حکم آتا ہے کیونکر مجھے
یہ آکے کہا زال نے تب بیان
لگا کرنے تعریف شہ زال زر
ولایت ستاں تیری شمشیر ہو
وہ بولا دعا گو ہے شام و سحر
کمر ملک گیری پہ باندھی ہے چست
ذرا سوچ اے خسرو سرفراز
طلسم اور جادو وہاں بیشمار
نہ فائدہ آئے افسون تدبیر سے
نہیں یہ ارادہ قرین صواب
منوچہر و جم سے نہیں ہوں میں کم
سر دیوسگالاں کو توڑوں تمام
کہ ہیں تجھ سے سام اور تو بادشاہ
مرخص ہوا پہلوان جہاں
مرخص ہوا پہلوان جہاں

رفتن کاؤس برائے تسخیر مازندران و گرفتار شدن بدست دیوان

یل نامور ایک میلاد تھا
اسے شاد کا جن نے یوں کہا
کہ سوتا تھا جسے بنے اپنی خوابگاہ
کوئی آکے جو تجھسے ہو کینہ خواہ

تو پھر زال رستم کو بھیجو خبر
ہماون تیرے ہونگے وہ آنکر
یہ کہکر جہاندار کشورستان
روانہ ہوا سوئے مازندران

گیا لیکے واں لشکر بیشمار
بلان جہانگیر جنگی سوار
یہ فرمان شاہنشہ نامور
گیا گیو لشکر کو لے پیشتر

جب آئی حد ملک مازندران
تو پہروانے وہ جنگجو پہلوان
زراعت کو یکسر جلاتا گیا
مکاں خاک میں سب ملاتا گیا

ہوا سامنے جو بعزم ستیز
تو کھینچا اسے بس تہ تیغ تیز
گیا تا در شہر غارت کناں
بہت مال و زر ہاتھ آیا وہاں

گلستاں سے وہ شہر یکسر تھا
زن و مرد خوش منظر و خوش لقا
ہوا شاہ مازندراں قلعہ بند
کہ غالب تھی فوج شہ ارجمند

روانہ کیا ہو کے پھر نا امید
کسی دیو کو سوے دیو سپید
کہا یوں کہ اب جان سے تنگ ہوں
کیا شاہ ایراں نے مجھکو زبوں

شتابی مدد کر تو اے اہرمن
دگر نہ جانبر ہو یاں ایک تن
یہ سنکر شتاباں ہوا نابکار
وہ لایا بہت لشکر دیو سار

ہوا شاہ سے آنکر کینہ خواہ
ہوئی قتل پر انکی ساری سپاہ
ہوئے گیو اور شاہ کاؤس بھی
وہ گودرز و گستہم اور طوس بھی

گرفتار چنگال دیواں ہوئے
پراگندہ دل اور حیران ہوئے
کہا جب یہ ارژنگ نے شاہ سے
کہ تم خوش ہوئے اس طرف آنکے

ہوا اس مکاں کی خوشی آپکی تھی
قضا ہی گلستاں کی بھائی تمہیں
یہ سنکر کہا شاہ نے دیو سے
کہ آگاہ نہ تھا بلکے میں بوسے

وزیروں نے مجھکو کیا منع تھا
ولے میں نے انکا نہ مانا کہا
ہوا پھر بس آخر یہاں آکے خوار
نہیں چارہ تقدیر سے زینہار

جہاں قید تھا شہریار زمن
نگہبان تھے بارہ ہزار اہرمن

اسیر شدن کیکاؤس در مازندران و فرستادن گرد ابلیش زال بطرف سیستان و مخلصی یافتن باعانت رستم

بوقت اسیری سے سیستان
روانہ کیا شہ نے اک پہلوان
کہ پہونچاوے تا زال زر کو خبر
سو اس پہلوان نے یہاں آنکر

بیاں زال سے ماجرا سب کیا
طرف سے یہ کاؤس کے پھر کہا
کہ اس وقت ہیں لے یل پیلتن
نہ لایا جو خاطر میں چرخ کہن

تو پائی سزا میں نے آخر کو آہ
ہوئی کشتہ یکدستہ ساری سپاہ
مجھے زندہ باقی جو یاں چند تن
سو ہیں قید سے پنجۂ اہرمن

یہ پیغام میرے کہی جب خبر
تو دلگیر ہوا وہیں زال زر
یہ رستم سے بولا صد افسوس ہے
کہ والی ہمارا جو کاؤس ہے

سو ہو قید اور ہم مے و جام سے
گذاریں شب و روز آرام سے
یہ ہے وقت یاری و امداد کا
کہ حق نے تجھے زور بازو دیا

نہ ہرگز رہی مجکو تاب جنگ
کہ پیری سے ہے سست بازو و چنگ
تو ہمت کو اب کام فرما شتاب
ہو تسخیر مازندراں جا شتاب

قلم نے قضا کے یہ فتح بلند
لکھی تیرے نامے یل ارجمند
خوشی سے یہ بولا یل نامجو
کہ ہے جنگ دیوان مری آرزو

سنے دوری رہ سے ہے خطر
کروں میں سے جانے تلک اے پدر
نہیں سگالان ناپاک خو
مبادا کہ ضائع کریں شاہ کو

کہا زال نے اس سے اے پہلوان
کہیں تین رستے پہنچنے کو واں
دو رہ جو ہوا لکھا ہے دور و دراز
نہیں کہیں ملتا کوئی حیلہ ساز

گیا دور کی راہ کاؤس تھا
تو اس رستے سے اے تہمتن نہ جا
جو نزدیک کی اسکی ہے ایک راہ
نہیں آدمی کو وہے واں پناہ

بہت راہ میں ہیں بلائیں عظیم
ہر اک منزل اسکی ہے پر خوف و بیم
گر اس راستے سے جائے اے پہلوان
تو پھر سات منزل تو پہنچے وہاں

تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں
بنا میرے حق [illegible]
کروں فتح [illegible] کو شتاب
طلسم اور جادو سنا نکو خراب

کروں قتل واں لشکر دیو کو / چھڑا لاؤں کاؤس اور گیو کو
یہ کہہ کر ہوا رخش پر جب سوار / دعا زال نے دی کہ لیل و نہار
تو ہوکا اسباب لے یل نامور / یہ ہے ہمقرین تیری فتح و ظفر
بوقت وداع یل نوجواں / ہوئی خوب رودابہ گریہ کناں
لگی کہنے درد جدائی مجھے / ستائے تو کیا فائدہ ہے تجھے
تہمتن نے ماں کو یہ پاسخ دیا / کہ زنداں میں ہیں بندگان خدا
ان کے چھڑانیکو جاتا ہوں میں / بفتح و ظفر یاں پھر آتا ہوں میں
غرض ہو کے رخصت سوئے ہفتخواں / روانہ ہوا رستم پہلواں

داستان رفتن رستم براہ پر بلا سے

نہ ساتھ اپنے کوئی لیا زینہار / فقط رخش تھا اور وہ تہمدار

ہفتخوان برائے رہائی کیکاؤس شہر مازندران واحوال منزل اول

ہوا گام فرسا بیاباں میں / سر شام پہنچا نیستاں میں
کیا صید اک گور کو واں شتاب / لگا کر وہیں اسنے کھائی کباب
دیا چھوڑ صحرا میں پھر رخش کو / گیا خواب میں وہ یل نامجو
نمایاں ہوا ایک شیر ژیاں / طرف رخش کے وہیں آیا دواں
لگا ورسو جنگ مائل ہوا / ہژبر زماں سے مقابل ہوا
اٹھا شیر کے سر پہ لاتے و دست / پچھاڑ کر کیا اسکو وہ توڑ پست
پھر آخر ہوا شیر جنگی زبوں / رواں اسکے تن سے ہوا بحر خوں
ہوا جبکہ بیدار وہ شیر نر / تو حیراں نہایت ہوا دیکھ کر
کہا رخش سے ہو کے پھر خشمناک / سر تجھکو اگر شیر کرتا ہلاک
تو لے کون چلتا سلاح و سلب / بگاڑا ہی کیا تھا یہ تو نے غضب
اگر پھر بلا ہو کوئی آشکار / تو ہونا مقابل نہ تو زینہار
تو بیدار و ہشیار کرنا مجھے / شتابی خبردار کرنا مجھے

احوال منزل دوم وماجرائے ہلاک نمودن اژدہا بتائید ایزد تعالے

ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر / تو رستم روانہ ہوا پیشتر
نظر چاہ و چشمہ نہ آیا کہیں / ہوا تشنہ پانی نہ پایا کہیں
خدا سے تہمتن نے کی التجا / کہ مت رکھ تو بندہ پہ سختی روا
نمایاں ہوا ایک آہو وہاں / کہ آیا تہمتن کے آگے دواں
پھر آہستہ کرنے لگا وہ خرام / تو یہ سمجھا وہ رستم تشنہ کام
کہ میشاں ہے بخشایش کردگار / یہ دیکھ اسکے دلکو پھر آیا قرار
ہوا پھر وہ دنبال آہو رواں / تو پہونچا سر چشمہ وہ پہلواں
سپاس خداوند لایا بجا / اتر رخش سے اسنے پانی پیا
کیا گور کو تیر سے پھر شکار / اور آتش بھی کی سنگ سے آشکار
تناول کئے بس بنا کر کباب / ہوا بس وہیں گرم آرام خواب
گئی جب گزر نصف شب تب عیاں / ہوا ظاہر اک اژدہا ناگہاں
کہ ہشتاد گز وہ درازی میں تھا / غضبناک تھا قہر تھا وہ بلا
ہوا رخش گرم خروش و فغاں / کہ بیدار ہو خواب سے پہلواں
ہوا وہ تو بیدار پر اژدہا / نہاں وہیں زیر زمیں ہو گیا
خفا رخش سے ہو کے بولا وہ یوں / کہ ناحق کیا مجھکو بیدار کیوں
یہ کہہ کر تہمتن تو پھر سو گیا / پھر اتنے میں نکلا وہیں اژدہا
کیا رخش نے پھر جو دیکھا اسکو شور / تو جاگا وہیں رستم پیل زور
دبے پھر وہیں اژدہائے پلید / بزیر زمیں ہو گیا ناپدید
مگر آیا نظر کچھ جو رستم کو تب / کیا رخش پر اسنے خشم و غضب
وہ بولا دوبارہ جگایا مجھے / خوش آیا نہ آرام میرا تجھے
اگر پھر ہوئی تجھسے ایسی خطا / تو سر تن سے تیرے کرونگا جدا
پیادہ سوئے شہر مازندراں / رواں ہونگا لیکے میں تیغ و گرز گراں
گیا خواب میں جب یل ارجمند / تو نکلا وہیں اژدہائے بلند
ہوا پاس رستم کے استادہ خوش / ہوا جانفشانی کو آمادہ رخش

جدھر آئے تھا اژدہائے سیاہ اودھر رخش ہوتا تھا بس سدراہ
وہ جب آگیا متصل ناگہاں ہوا تب خروشاں و حملہ کناں
پھر اتنے میں بیدار رستم ہوا وہیں گرم پیکار رستم ہوا
تہمتن نے پھر کھینچ کر ایک تیغ دلیری سے ماری وہیں بیدریغ
ولیکن نہ ہرگز ہوئی کارگر تو تھی اژدہا کی فراپشت پر
یہ چاہا کرے زخم دیگر رہا کہ تا ہو دوپارہ تن اژدہا
کہ اتنے میں آیا سو پہلوان دہن کرکے وا اژدہائے دمان
دم اژدہا کم نہ آتش سے تھا وہ ناچار سوئے عقب ہٹ گیا
جو دیکھا کہ رستم پہ ہے وقت تنگ کیا کام کیا رخش نے بیدرنگ
کہ دانتوں سے پکڑا اسے دوڑ کر پھر اس اژدہا نے اٹھایا نہ سر
تہمتن نے ایک تیغ ماری وہیں ہوئی خون سے اسکی رنگیں زمیں
ہوا کشتہ جب اژدہائے دمان لگا کرنے شکر حق پہلوان

بیان احوال منزل سوم راہ ہفتخوان و طے کردن بتائید پروردگار جہان

روانہ ہوا واں سے پھر صبحگاہ دراز آئی اُس کو رہ پیش راہ
سر شام پہونچا وہ اک چشمہ پر کہ سبزہ بھی تھا خوب جاں تازہ تر
ہوا جبکہ رستم سکونت گزیں تب آئی وہاں اک زن مہ جبیں
صراحی مے ہاتھ میں اسکے تھی نہ تنہا صراحی کہ طنبور بھی
بہت خوب تھا اُسکے بر میں لباس غرض بیٹھی آکر وہ رستم کے پاس
تہمتن نے اُسکو بغل میں لیا ادھر اک جام مے اُسنے لیکر پیا
پھر احوال رستم نے پوچھا تمام لگی کہنے تب یوں بت لالہ فام
کہ ہو ہمنشین زن صالح و حق پرست تجھے وہ خداوند بالا و پست
بیاباں میں پہونچائے پر نقل و مے جو کچھ چاہئے ہاں سو موجود ہے
ترنم سرا پھر ہوئی نازنیں ہوا سنکے رستم مسرت قریں
یہانتک وہ محفوظ و خرم ہوا کہ پھر نغمہ سنج آپ رستم ہوا
نہ جانا کہ یہ زن ہے اک سحر کار ہوا راز پنہاں نہ کچھ آشکار
ہوئی وہ بھی مستفسر حال جب زباں پر وہ لایا وہیں حمد رب
سنا جبکہ نام جہاں آفریں ہوا تیرہ رنگ رخ نازنیں
تہمتن پہ تب یہ ہوا آشکار کہ ہے ساحرہ کوئی دیوسار
کیا اسکو وہیں اسیر کمند غضبناک ہو پھر یل ارجمند
یہ بولا کہ تو کون ہے سچ بتا زن ساحرہ ہوں یہ اُس نے کہا
قلم تیغ سے کرکے پھر اسکا سر گیا خواب میں وہ یل نامور

بیان احوال منزل چہارم راہ ہفتخوان

جو واں سے ہوا صبحدم رہ نورد تو پہونچا عجب دشت میں شیر مرد
کہ ہوتا تھا خورشید کم جلوہ گر اندھیرا ہی تھا واں پہ پیشتر
وہ طے کر گیا راہ تاریک کو سر چشمہ پہونچا یل نامجو
گیا خواب میں وقت شب پہلواں تب آیا وہاں دشتباں نگہباں
چھڑی ایکسا چلے اسکے پاؤں پر ہوا وہ وہیں بیدار وہ نامور
لگا کہنے رستم سے وہ دشتباں کہ اولاد گرد دلاور جہاں
یہاں کا ہے حاکم بڑا ہی دلیر کہ جسکے مقابل نہ ہو نرہ شیر
تصرف میں ہر چند فرسنگ زمیں پرندونکا بھی یاں گزارا نہیں
تو ہو جان سے سیر آیا مگر اگر بندہ ہو پاس اسکے زود تر
وگرنہ جو اولاد آجائے گا تو پھر بچ کے جانے نہیں پائیگا
مجھے تجھپہ آتا ہے رحم اے جواں کہ ضایع کہیں تو نہ ہووے یہاں
یہ سنکر تہمتن نے ہو خشمگیں پکڑ کان اسکے اکھاڑے وہیں
لگا تپچہ اُس منہ پہ پھر اسقدر کہ بیٹھی دواں تھرتھرے سربسر
گیا دوڑتا پاس اولاد کے کہا حال سب جاکے وقت اسے
وہ مشغول صید افگنی تھا کہیں یہ سنکر سپاہ لیکے آیا وہیں
اسے دیکھکر خشم سے پر ہوا مقابل ہوا رستم نامدار

یہ اولاد رستم سے کہنے لگا | تجھے تک بتا نام ہے تیرا کیا
کہ بے نام مارینگے تیر بلا | یہ گفتار سنکر یل نوجواں
لگا کہنے یوں نام میرا ہے ابر | قوی زور ہوں مثل پیل و ہزبر
دلیروں کا زہرہ وہیں آب ہو | سنیں گر کہیں وہ میرے نام کو
پھر اولاد بولا بتا یہ مجھے | کہ آیا ہے تو کونسی راہ سے
یہ بولا وہیں رستم نامور | رہ ہفتخواں سے ہیں آیا ادہر
یہ تیرے بازو و فضل خدا | سہ منزل میں کہیں دفع ہر بلا
چہارم یہ منزل جو درپیش ہے | تو تو سمجھ لے اے بد اندیش ہے
تیرے تن سے بھی اب جدا سر کروں | تہ تیغ یکدست لشکر کروں
سنا جبکہ اولاد نے یہ کلام | تو اسکے گئے ہوش سے [illegible]
کیا خوف دہشت نے دلیر اثر | نہ ہرگز بڑھا آپ پھر پیشتر
سواروں نے بولا کہ یکبارگی | کرو حملہ [illegible]
وہ جنگ آور انکھینچکر تیغ کین | ہو رستم گرد آئے وہیں
کوئی پہلواں بیشتر سے تھا | [illegible]
لگا قتل کرنے چپ و راست پھر | نہ آیا کوئی پہلواں پاس پھر
سپاہ مخالف گریزاں ہوئی | بیاباں میں پھر پریشاں ہوئی
وہ اولاد واں سے فراری ہوا | وہیں دشت پیمائی خواری ہوا
کیا پھر یہ آرام رستم نے واں | ہوا اسکے دنبال وہیں دواں
وہ جاتا تھا گاہے ادہر گہ ادہر | غرض مثل روباہ تھا جابجا گر
ہوا اگرچہ عاجز یل نامدار | ولیکن نہ چھوڑا اسے زینہار
پہونچ اسکے نزدیک ڈالی کمند | کیا کھینچ اولاد کو کرکے بند
اسے بند کرکے پھر اٹھا سوار | پھر اک چشمہ کے پاس پکڑا قرار
شجر سے دبا باندھ اولاد کو | ہوا استراحت کناں نامجو
ہوئی صبح تابندہ جب آشکار | تو بولا یہ اولاد سے نامدار

بیان احوال منزل پنجم راہ ہفتخواں

کہ دیو سفید اور کاؤس شاہ | ہوئے تھے جو زم آور کینہ خواہ
وہ احوال کر تو مفصل بیاں | کہی تیسرا القصہ سب داستاں
یہ رستم نے چاہا وہیں بیدریغ | کہ اولاد کو کیجیے زیر تیغ
بصد عجز اسنے کیا یوں بیاں | اگر تو قتل کر مجکو اے پہلواں
کروں میں شب و روز فرمانبری | کروں رات دن خدمت و چاکری
لگا کہنے رستم کہ کاؤس شاہ | مقید جہاں ہے بحال تباہ
وہاں تک اگر لے چلے تو مجھے | تو کشتہ کروں میں نہ ہرگز تجھے
بتلادے تو کر جا کے دیو سفید | تو پاوے [illegible] امید
پذیرا کیا اسنے اس بات کو | یہ ظاہر کیا پھر کرے نامجو
مکاں ایک ہے درمیاں دو کوہ | وہاں شاہ کاؤس گردوں شکوہ
گرفتار ہے اور سر کوہسار | نگہباں ہیں دیو بارہ ہزار
دیا جبکہ زندانکا اسنے نشاں | تب اسپر تہمتن ہوا مہرباں
رہا وہیں اولاد کو پھر کیا | دیے قول اور عہد و پیماں کہا
کہا یوں کہ اب رہنمائی تو کر | مراعات تجھپر کروں پیشتر
وہ بولا کہ نزدیک ہے وہ مکاں | جہاں قید ہے بادشاہ جہاں
وہی شہر مازندراں کی ہے راہ | کہ ہے دیو زادوں کی آرامگاہ
اور اک دشت پرکوش ہے درمیاں | کہ سنگ گراں سنگرہ ہے جہاں
سوا اسکے ہے پہلوان جہاں | ہزار و دو صد فیل جنگی ہیں واں
سراپا ہو تو سنگ و آہن اگر | گذر اس مکاں سے ہے دشوارتر
یہ گفتار سنکر ہوا خندہ زن | لگا کہنے اولاد سے پیلتن
کہ ہو راہبر تو اگر واں تلک | تو واں دیکھنا پھر کہ زیر فلک
کروں ہوں میں کسطرح سبکو ہلاک | ملاتا ہوں کیونکر تہ خون و خاک
ہوا ساتھ اولاد کے پھر رواں | یل پیلتن رستم پہلواں
جہاں تک تعلق تھا اولاد کا | مقابل نہ آئی کوئی واں بلا
غرض اک شب و روز و نیکبرد | ہوا دشت میں جنبش رہ نورد
کہیں نصف شب قلعہ کوہ پہ | تہمتن کو ناگاہ آیا نظر
کہ آتش ہے افروختہ جابجا | جو پوچھا تو اولاد نے یوں کہا
کہ دروازہ شہر مازندراں | یہی ہے کہ آتش ہے روشن جہاں

وہ دیو سپید اور بھی دیو سب
یہ سنکر ہوا وہ مسرت قرین
درخت ایک تھا اس سے اولاد کو

سکونت گزیں ہیں جہاں روز و شب
ہوا دشت میں وہ سکونت گزیں
دیا باندھ اور سو رہا تا سحر

فروزندہ ہر دیو نے آگ کی
کہا اب تو ہے شہر نزدیک تر
ہم گرچہ تھا عہد اور اختلاط

کہ دستور انکا ہے ہر شب یہی
رواں یاں سے ہونگے وقت سحر
ولے راہ میں شرط تھی احتیاط

بیان احوال بہ اختلال منزل ششم راہ ہفتخوان

دم صبح اولاد کو ساتھ لے
پہ اولاد بولا کہ اے نامور
نہ اندیشہ رستم نے ہرگز کیا
تہمتن نے اسکے کمربند و دست
اسے خاک پر پھر فگندہ کیا
ہوے پھر گرو بندہ سب ایزدا
روانہ ہوا پھر یل ارجمند
سو کل وہاں خواب غفلت میں تھے
گرفتار زنجیر کاؤس تھا
لیا گھیر رستم کو لیکن کرن
وہ بولا کہ بیٹے بہ فضل خدا
میرے ہاتھ سے مرگ دیو پلید
اطاعت میری کر تو اب اختیار
ہوا دیو فرزند پیر اسکا وہاں
گرفتار تھے جتنے ایرانیاں
ہوا کشتہ گر ہاتھ سے شیر دل
بیاباں میں تھا وقت شب سپہر
پھر اولاد سے پوچھنے وہ لگا
کہ نکلے ہے جب چشم پر آفتاب
ہوئی بات اولاد کی دلپذیر

روانہ ہوا رستم اس دشت سے
یہ منزل ہے پر خوف بیم و خطر
جہاں پولاد ارژنگ تھا واں گیا
کہ تا پہلو انکو کرے وہیں پست
سر دیو ناپاک کندہ کیا
ہوا واں سے رستم رواں شاد و شاد
غرض طے کرکے راہ پست و بلند
بلا گیر سلطاں ہوا اگرچہ سے
تہمتن نے اسدم ارادہ کیا
کہ لے پہلواں کو نہ تھا کچھ خطر
کیا تن سے ارژنگ کا سر جدا
میں آیا ہی کر کے دل میں امید
کہ یہ خواہش بہتر نہیں ہے بہار
کہ پیدا ہوئی ہیبت تیغ کیں
انہیں لاکے حاضر کیا پھر وہاں
تو فرمایئے تم کریں سب بیاں
وہ اولاد اور دیو تھا اسیر
کہ یہ فوج کسکی ہے مجھکو بتا
ہر اک دیو ہوتا ہے پھر گرم جو

ولے تھی کمند اسکی گردن میں بند
نگہباں ہیں ارژنگ و بیدار زنگ
دلیرانہ جاکر کیا جب غریو
تہمتن نے ہاتھ اسکے رکھ کتف پر
جہاں اور جو دیو نکی تھی انجمن
سر کو جس وقت رکھا قدم
جہاں شاہ ایراں گرفتار تھا
شہنشہ نے پوچھا جو احوال راہ
کہ کمبخت تو ہے وہ دیو گراں
جو سردار تھا قوم کا بند دیو
خدا نے دیا اسقدر مجھکو زور
کروں قتل اس دیو ناپاک کو
اگر جنگ کی دل میں ہو کچھ ہوس
کیا اور دیوان ناپاک کو
نکالتے رستم سے پھر اہرمن
تہمتن وہاں سے کاندھے ہوا
پڑا ایک لشکر نظر دور سے
وہ بولا کہ ہے فوج دیو سپید
اگر اسوقت تو انسے ہو کینہ خواہ

وہ رہبر تھا پیش یل ارجمند
نہیں جتنے انسان تو تا جنگ
تو پیچھے سے نکلا وہ ارژنگ دیو
پکڑ دیو سر ہاتھ سے اسکا سر
دیا پھینک کر ان بہرے اہرمن
وہاں پر توقف کیا ایک دم
وہاں ساتھ اولاد کے وہ گیا
تو رستم نے تکبیر کہا پیش شاہ
کہ اتنے میں جاکے وہاں پاسباں
مقابل ہوا دیں کرکے غریو
کہ دیو انکو سمجھوں میں نا ہندہ مور
نہ جان اپنی سے ہوکے تو رزم جو
تو سر بہر اور تیغ براں ہے بیر
کرے تا آج پیش یل نام جو
کہ دیو سپید سے یل پیلتن
اور اک دیو ساتھ اسکے واقف ہوا
کہ فزوں تیغ سے تھا اور روکے
سنا یاس والے کے اور اک لو بد
تو پھر ہو مظفر بفضل اللہ
ہوا راحت کو رستم آرام گیر

احوال منزل ہفتم و کشتہ شدن دیو سپید

سحر جبکہ خورشید تاباں ہوا
تہمتن گھر سے [illegible]

یل پیلتن جب شتاباں ہوا
لگا قتل کرنے انہیں بیدریغ

جہاں لشکر دیو تھا واں گیا
ہوئے بیخبر وہ کمبخت دیو

کوئی خواب میں کوئی بیدار تھا
کیا گرد رستم بھی کرکے غریو

جب وہ رات تھا بیژن پہلوان / جو آیا مقابل ہوا کشتہ وان
رہی جب نہ زہرہ ر تاب ستیز / تولی وانسے دیو نے راہ گریز
پھر آیا وہ پیل بادل پر اسپہ / سو خانہ جائے وہ دیو سپاہ
پر از جادووان تھا وہ یکسر مکان / نہ تھا نام کو روشنی کا نشان
وہی دیو رہبر ہوا رہنما / بل پیلتن کو وہاں لے گیا
کوئی غار تاریک تھا تر وہاں / کہ دیو سپید لعین تھا جہاں
نکل غار سے وہ مقابل ہوا / سو رستم گرد مائل ہوا
اسے دیکھ رستم ہوا خوفناک / پناہ لیگیا سوے یزدان پاک
دلیری سے پھر لیکے نام خدا / کیا زخم شمشیر اسپیر رہا
ہوئی خستہ اس زخم سے ان دیو / ولے دوڑ کر اسنے کی سنگریو
بغل میں لیا اپنی رستم کو دب / لگا زور کرنے وہ خانہ خراب
جواں نے بھی ہمدم کیا خوب دو / دلیرانہ باہم ہوا خوب زور
اُدھر یوں کہے تھا پیل نامجو / کہ اب دیکھیے جانبری کیونکو
کہے تھا اودھر دلمیں دیو سفید / کہ ہوں جلنے سے آج میں ناامید
غرض ہمدیگر خوب کشتی ہوئی / اِدھر اور اُدھر سے درشتی ہوئی
بہم ہو کے عاجز ہوئے پھر جدا / جدا ہو کے یکدم توقف کیا
زمیں پر پکا یک پڑی جو نظر / تو دیکھی زمیں خون سے رستم نے تر
یقیں یہ ہوا زخم کاری لگا / ہوا دل قوی رستم گرد کا
اٹھایا پکڑ کر کمر دیو کو / دیا پھر پٹک خاک پر دیو کو
کیا وہیں خنجر سے اسکو ہلاک / نکالا جگر دل کیا اسکا چاک
نگاہ کی جو رستم نے پھر سوئے غار / تو کشتہ بہت پائے واں دیو سار
یہ پوچھا انہیں قتل کسنے کیا / جواب اسکو اولاد نے یہ دیا
کیا جان دیو سپید لعین / ہر اک کی تھی وابستہ جان جس میں
ہوا کشتہ وہ جب تو سب مر گئے / جہنم میں ساتھ اسکے یکسر گئے
یہ کہکر کہا پھر کہ اے نامدار / کچھ انعام کا ہوں میں امیدوار
تہمتن یہ بولا تجھے اے جواں / کروں حاکم شہر مازندراں
پھر اولاد کو وہ جگر دیو کا / بل پیلتن نے حوالے کیا
تہمتن وہاں سے پھر اشاد شاد / کیا پیش کاؤس فتح نہاد
دیا مژدہ فتح جب شاہ کو / تو شاداں ہوا خسرو نامجو
لگا کہنے پھر شاد با داد و دیں / کہ اے مرحبا آفریں آفریں

داستان بر تخت نشستن کیکاؤس شاہ مازندران و نامہ نوشتن بشاہ جادوان

جو سردار دیووں کا تھا بید نام / ہوا وہ مطیع شہ ذوالکرام
وہ لایا وہاں ایک اورنگ زر / ہوا اسپہ کاؤس کے جلوہ گر
وہ گودرز گستہم اور طوس گیو / وہ گرگین بہرام اور خیل دیو
ہوئے ایستادہ چپ و راست جب / کمربستہ چوں بندگان باادب
بل نامور رستم پہلواں / سر کرسی زر تھا جلوہ کناں
سر تو ہوئی محفل انبساط / مہیا ہوا ساز و برگ نشاط
رباسات و شنگ بہ جوش طرب / سبھی روز و شب مائل عیش سب
سو شاہ مازندراں بعد ازاں / لکھا شاہ نے ایک نامہ رواں
فرستادہ کا نام فرہاد تھا / غرض نامہ شاہ وہ لیگیا
دیا شاہ مازندراں کو شتاب / کہا یوں کہ لکھ دیجئے اسکا جواب
شہ جادواں نے پڑھا کر کے وا / لکھا تھا کہ اک گرد زور آزما
رواں ہو کے ایراں سے آیا یہاں / قوی زور ہے مثل شیر ژیاں
دلیر و جوانمرد رستم ہے نام / شہ برافگنی ہے سدا اسکا کام
وہ دیو سپید اور ارژنگ دیو / جہاں میں تھا قوت کا جنکی غریو
ہوئے ساتھ رستم کے جب ہم جنگ / تو وہ دونوں کشتہ ہوئے بیدرنگ
کہاں ہو سکے رستم کی ہم سر تاب / تو حاضر ہو یاں آ کے اب تو شتاب
ہمیں ملک اپنا حوالے تو کر / تجھے خواہش خیر ہے کچھ اگر
تیرے حق میں بہتر ہے فرمانبری / وگرنہ ہو دشوار پھر جانبری
یہ مضموں پڑھا جب تو ہو کر خفا / شہ جادواں نے یہ پاسخ دیا
کہ دیو سفید اور ارژنگ اگر / ہوئے کشتہ تو یاں ہوا کیا ضرر

جو پر زور رستم و گرد شد جب یہ مانگی دعا شاہ ایران نے تب
کہ یارب مری مقرین ہو ظفر زبوں ہوویں دیوان بیداد گر
وہیں غیب سے پھر یہ آئی صدا کہ ہو فتح تیری بہ فضل خدا
یہ سنکر شہنشاہ فرخ نہاد گیا سوی مازندران شاد شاد
کہا حملہ آور ہو ساری سپاہ کرو فوج مازندراں کو تباہ
تہمتن سوے شاہ مازندراں شتاباں ہوا مثل پیل دماں
کھڑے اسکے آگے تھے پیلان مست کیا گرز سے اسنے ہر اک کو پست
کشادہ ہوئی راہ جب سربسر گیا راست تب رستم نامور
رہا ہاتھ سے گرز اسدم ہوا طلبگار نیزہ وہ رستم ہوا
وہیں گیو نیزہ وہاں لے گیا تہمتن کو جاکر حوالے کیا
بل پیلتن لیکے اس نیزہ کو شہ جادواں سے ہوا رزم جو
وہ نوبت تھی جادو کی ہنگام جنگ شہ جادواں بنگیا شکل سنگ
جو دیکھا وہ کوہ گراں سر راہ تو حیران رہا رستم کینہ خواہ
پہونچکر وہیں شاہ کاؤس کو یہ بولا کہ اے شاہ فرخندہ خو
پھرے ساتھ جب لیکے گرز گراں ہوا رزم جو شاہ مازندراں
تو بینے کیا زخم نیزہ رہا اور اسدم یہ دلمیں گماں پھر ہوا
کہ اس زخم سے ہوا غرق خوں ہوا شاہ مازندراں سرنگوں
ولیکن یہ حائل ہوا ایک کوہ یہاں سخت حیرت میں ہو ایک گروہ
لگا کہنے پھر بادشاہ جہاں کہ جتنے ہیں یاں انکے زور آوراں
اٹھالاویں اس کوہ کو زود تر یہ سنکر وہ زور آوراں سربسر
لگے زور کرنے ولیکن وہ کوہ ہلا بھی نہ اُنسے ہوئے سب ستوہ
پھر آخر کو وہ رستم پہلواں اٹھا لیچلا واں سے کوہ گراں
پس پشت تھے وہ دلیراں تمام خوش و خرم و آفریں خواں تمام
خوشی سے سر رستم نامدار بہت گوہر و زر کیا واں نثار
غرض لاکے رکھا وہ کوہ گراں کہ شاہنشہ نامور تھا جہاں
خروشاں ہو چلا شیر سوئے جنگ تہمتن یہ بولا کہ ہاں بیدرنگ
نکل اے شہ جادواں سنگ سے رہائی نہیں اب تجھے جنگ سے
وگرنہ ابھی لیکے تیغ و تبر کروں ٹکڑے اس کوہ کے زود تر
یہ آواز سنکر شہ جادواں جو نکلا تو کاؤس شاہ جہاں
لگا کہنے سمجھا اسے او نہ پاک ملاؤ اب اس کو تہ خون و خاک
وہیں کھینچکر پھر تہمتن نے تیغ کیا پارہ پارہ اسے بیدریغ
جو کشتہ ہوا شاہ مازندراں ہزیمت پڑی فوج کے درمیاں
گریزاں ہوئے مردم و اہرمن پریشاں ہوئے زیر چرخ کہن
بفیروزی و فتح شاہ جہاں ہوا داخل شہر مازندراں
شہ جادواں کا جو تھا تختگاہ ہوا جلوہ گاہ شہ دیں پناہ
ہوئے مردم شہر دیوان تمام پرستار شاہنشہ ذوالکرام
بہت ہاتھ آیا وہاں مال و گنج ہوا دور یکدست پھر دل سے رنج
سپاس عنایات و لطف خدا جہاندار کاؤس لایا بجا
جہاں اس فتح سے شہ خوشدل ہوا [illegible] جو حائل ہوا
دُر بے بہا خلعت پُر گہر زر و مال و اسپان تازی و زر
کنیز و غلامان زریں لباس لیا با محبت و شفقت بپاس
تہمتن کو دیکر کیا سرفراز ہوا پہلواں کا فزوں امتیاز
پھر اولاد کو با نشاط و طرب حضور جہاندار کرکے طلب
کیا عرض رستم نے اے بادشاہ یہ اولاد ہے بندہ نیک خواہ
بہت اسنے کی خدمت بجا آوری یہ ہے لایق عزت و برتری
حکومت یہاں کی اسے دیجیے جہاں میں سرافراز اب کیجیے
شہنشاہ نے خرم و شاد ہو ز روے عنایات اولاد کو
کیا حاکم شہر مازندراں فزوں کی وہیں اسکی توقیر و شاں
وہ گستہم اور طوس عالی وقار وہ گودرز اور گیو جنگی سوار
یہ جتنے تھے گردان جنگ آزما زر و ملک انکو عنایت کیا

داستان لشکرکشی کردن کیکاؤس بر شاہ ہاماوران و ہزیمت

خوردن شاہ ہاماوران و دادن دختر خود کیکاؤس را

بتائید اقبال و فیروزی بخت — جو مازندراں سے لیا تاج و تخت
تو پھر سوے ایران بفتح و ظفر — روانہ ہوا خسرو نامور
ہوئی ایک عالم کو یہ آگہی — کہ با شوکت و فر و شاہنشہی
قدیہ جہانگیر کاؤس کے — بلند اقتدار و زبردست ہے
کیا جسنے تسخیر مازندراں — ہوا اضطراب و ہراں پر اک حکمراں
ہوئے سرکشاں تنکے اندیشہ مند — مبادا کہ ناگاہ پہونچے گزند
بہت بادشاہان گردن فراز — ہوئے کاصد و رسائے راز و نیاز
ہر اک نے زر و گوہر و طوق و تاج — حضور اسکے بھیجا ہے سر خراج
اطاعت پہ جسنے نہ باندھی کمر — تو اسکی ولایت کو پہونچا ضرر
بہت کجروان شدنے سیدھے کئے — سکان ملک توران کو اکثر لئے
نہ لیکن ہوا شاہ ہاماوراں — مطیع شہنشاہ کشورستاں
نمایاں ہوئی اس سے جیسا سرکشی — تو کی شاہ نے اسپہ لشکر کشی
کیا اسقدر پہلوانوں نے تنگ — کہ ہرگز رہا پھر نہ یارائے جنگ
وہ رکھتا تھا اک دخت سودابہ نام — صنوبر قد و گلرخ و لالہ فام
جہاندار اسکا ہوا خواستگار — نہ انکار اس نے کیا زینہار
بندھا عقد باہم برسم شہاں — ہوا شاہ کاؤس پھر میہماں
رہا ملک ہاماوراں برقرار — مراعات کی اور بھی بیشمار
پیام سپہدار ہاماوراں — یہ آیا حضور شہ خسرواں
کہ تشریف اب قلعہ میں لائیے — یہانتک قدم رنجہ فرمائیے
قبول اب یہ میری مہمانی کرو — میرے حال پر مہربانی کرو
کیا شہ نے اقبال اسبات کو — ولیکن وہ دلدار فرخندہ خو
یہ بولی کہ اے خسرو نامدار — میرے باپ کا کچھ نہیں اعتبار
وہ کمبخت ظالم سیہ کار ہے — بڑا ہی دغا باز و مکار ہے
نہ جاؤ غرض قلعے کے درمیاں — کہ ہرگز نہیں خوب جانا وہاں

داستان مہمان نمودن شاہ ہاماوران کیکاؤس را و گرفتار نمودنش وخبر یافتن رستم و نامہ نوشتن آن بشاہ ہاماوران

ہوا جا کے مہماں شہ کامگار — گئے ساتھ اسکے کئی نامدار
وہاں سات دن وقت افزا دیا — نہ وسواس و اندیشہ ہرگز کیا
تمنائے سالار ہاماوراں — بر آئی کہ آیا وہ شاہ جہاں
شب و روز خدمت میں حاضر رہا — جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا
کمیں کیا کہ خدمت سے خوشدل کیا — شہنشہ کو حیلے سے غافل کیا
کیا قید پھر شاہ کاؤس کو — کیا بند گودرز و طوس کو
ہوا جب گرفتار کاؤس شاہ — تو راہی ہوئی سوے ایراں سپاہ
یہ سنکر سپہدار افراسیاب — سپہ لیکے توراں سے پہونچا شتاب
تصرف کیا آکے ایران میں — کیا ملک تسخیر اک آن میں
بزرگان ایراں نے پھر زینہار — اطاعت نہ کی ترک کی اختیار
گئے زابلستاں میں رستم کے پاس — شکستہ دل و پر غم و بے حواس
کیا جا کے احوال سارا بیاں — کرے تاکہ تدبیر کچھ پہلواں
سنا جبکہ رستم نے یہ ماجرا — تو بھیجا شہ ہاماوراں کو لکھا
سنا ہوگا احوال مازندراں — بہ تیر و بازوئے میرے جواں
ہوا شاہ مازندراں بھی ہلاک — ملے دیو سرکش تہ خون خاک
تمہیں بھی یہ لازم کہ کاؤس کو — باعزاز و اکرام یاں بھیج دو
وگرنہ سواران زابلستاں — نہ چھوڑینگے ہاماوراں کا نشاں

جواب نامہ نوشتن شاہ ہاماوران برستم و روانہ شدن رستم بہ ہاماوران

د جنگ کردن و ظفر یاب شدن کیکاؤس شاہ

لکھا لشتے پانچ کر کاؤس کی
نہایت ہے دشوار اب مخلصی
اگر تو بھی آوے گا میدان میں
تو ہوگا گرفتار اک آن میں

پڑھا جبکہ نامہ کا اپنے جواب
تو پھر زابلستان سے جوں موج آب
روانہ ہوا سوئے ہاماوراں
یل پیلتن لیکے فوج گراں

مخالف نے پھر جمع لشکر کیا
شہ مصر و بربر کو یاور کیا
غرض با سپاہ گراں ہر سہ شاہ
تہمتن سے آکر ہوئے کینہ خواہ

کیا پہلواں نے سپاہ زر طلب
سر جو چاہیے جسکا مقابل ہو اب
ہوا دل میں ہر ایک پیدا خطر
کیا نرم سے اسکے سب نے حذر

ہوا شاہ ہاماوراں پر غضب
گئے پہلواناں بھی ناچار تب
کیا قصد رستم نے پیکار کا
ولے جبکہ رستم نے حملہ کیا

سراسیمہ وہیں گریزاں ہوئے
یلاں ہر سہ کشور ہراساں ہوئے
پھر آیا نہ میداں میں اک سوار
مقابل نہ کوئی ہوا زینہار

جو دیکھا کہ بیدل ہے ساری سپاہ
تو بیغیرتی سے پھر مصر و بربر کے شاہ
گئے سامنے پہلواں کے دلیر
مقابل ہوا وہ بھی مانند شیر

ستوہ تارکہ سرور مصر تھا
سپاگر زرستم نے جیدم رہا
بچا کر وہ ضرب اسکی بھاگا وہیں
ولے بخت بد سے تھا چارہ نہیں

تہمتن نے پھر اسپ ڈالی کمند
ہوا الغرض وہ گرفتار بند
شتابی سے کر زیں سے اسکو جدا
اسے مرداں کے حوالے کیا

سپاہ لیکے پھر حملہ آور ہوا
شتاباں سو فوج بربر ہوا
گریزاں سواران بربر ہوئے
تب اک حملہ ور رستم آور ہوئے

تباہ و پراگندہ لشکر ہوا
گرفتار پھر شاہ بربر ہوا
نہ تنہا ہوا شاہ بربر اسیر
چہل نامداراں ہوئے دستگیر

تہمتن سے پھر شاہ ہاماوراں
ہوا آرزومند امن و اماں
ہوئی شاہ کاؤس کی مخلصی
چھٹے قید سے طوس و گودرز بھی

جہاندار کاؤس با کر و فر
ہوا تخت شاہی پہ تب جلوہ گر
سپاہ سہ کشور بصد آرزو
ہوئی ہمرکاب شہ نامجو

مراجعت فرمودن کیکاؤس شاہ

رواں سوئے ایراں ہوا بادشاہ
زیادہ تھی شش لاکھ سے بھی سپاہ

بسمت ایران جنگ آمدن افراسیاب والی توران و ہزیمت او از دست رستم

جب آیا جہاندار عالیجناب
سپہ لیکے پہونچا تبھی افراسیاب
صف جنگ آراستہ واں ہوئی
جہاں میں قیامت نمایاں ہوئی

سپہدار توراں نے پھر یوں کہا
کہ اے پہلوانان جنگ آزما
پکڑ لائے رستم کو گر کوئی مرد
کرے قتل یا آن کے وقت نبرد

کروں صاحب تاج افسر اسے
سوا اسکے دوں اپنی دختر اسے
یہ سنکر کئی مرد میداں میں آ
گئے اور ہوئے کشتہ آکر وہیں

پھر آیا سوئے رستم افراسیاب
ولیکن نہ ہرگز ہوا کامیاب
یل پیلتن لیکے گرز گراں
ہوا جبکہ میداں میں جاں ستاں

تو سالار توراں ہراساں ہوا
سراسیمہ ولسے گریزاں ہوا
دلیرانہ کھینچا جو تیغ کیں
ہزاروں کیے قتل ترکان چیں

ہوئے کشتہ تورانیاں یاں تلک
کہ کشتوں کے پشتے ہوئے تہ فلک
گیا سوئے توراں افراسیاب
ہوا شاہ کاؤس کے فتحیاب

ہوا ملک ایران پھر بند و بست
ہوئے سرکشان جہاں خود پست
ہوئے شہ کے محکوم دیو و پری
لگے کرنے جوں بندگاں چاکری

مکاں لے نادر زمیں تا فلک
بنائے بہت کوہ البرز تا سمک
کروں ان مکانوں کی تعریف کیا
کہ تھا ہر مکاں در یاقوت کا

سوا اسکے ہر جا تھے شیشے لگے
جہاندار کاؤس کے حکم سے
غرض جو فرمایش بادشاہ
سرانجام کرتے تھے شام و پگاہ

ترا باپ ہے رستم پہلوان
ہوئی بعد ازاں وہ بت پرجمال
سو پوچھوں کسی کو حضور پدر
سنا نام سنکر جو رستم تبھی
رکھے ہے ترے باپ نے نیمروز
ہوا تن وہ کودک ارجمند
سواران ترکان و مردان کار
بٹھا دوں نہیں تہمتن کو تخت پر
جو رستم پدر ہے اور میں پسر
ہوا گرم سہراب پھر برق سان
پسند اس کو لیکن نہ آیا کوئی
ہوا پھر رخش جب روبرو
سوار اس پہ ہوکر یل شیرزاد

یل پیلتن گرد کشورستان
نشاں گو ہے سام و نریمان و زال
کہ پہنچائے دو دو طرف کی خبر
بلائے تو پھر رنج و غم ہو مجھے
یقیں ہے کہ تجکو وہ چھوڑے نہیں
یہ پولا نہیں بات یہ دلپسند
فراہم کروں لشکر بے شمار
کروں اس کو ایران کا تاجور
نہ دنیا میں کوئی رہے تاجور
کیا اسپ اسنے طلب بعد ازاں
سواری کے لائق نہ پایا کوئی
تو شاداں ہوا وہ یل نامجو

دلیران و گردان روئے زمین
سنا جب کہ سہراب نے یہ سخن
وہ بولی کہ اے پور فرخندہ فال
سنا اسکے وہ شاہ افراسیاب
غرض یہ ہے بہتر کہ تو زینہار
رکھو یہ نہ پوشیدہ نام پدر
پھر اک دم میں لوں تخت کاؤس کا
کروں قصد پھر سوئے افراسیاب
پری چہرہ مانند ابر بہار
دکھائے اسے گلے شتر تمام
سر پشت ہاتھ اسنے جس کے رکھا
کہ وہ گھوڑا بہت خوب شائستہ تھا

سو کوئی زینہار اسکے ہمسر نہیں
تو پھر یوں لگا کہنے وہ پیلتن
نہ لانا یہ زینہار دل میں خیال
کیا جس کو رستم نے اکثر خراب
نہ کرنا پسر کے نام کو آشکار
نہیں ہے کوئی ہرگز کسی کا خطر
نشاں نہیں نام و نشاں طوس کا
سر و تخت لوں اسکا جا کر شتاب
یہ گفتار سنکر ہوئی اشکبار
سو جنبیں اک اسپ تھا تیز گام
تکلم اس پہ یوں کا زمیں سے لگا
قوی زور و چالاک بائستہ تھا
نہایت ہوا دل میں مسرور و شاد

رواں شدن سہراب از توران بسمت ایران برائے جنگ کیکاؤس مع ہومان و بارمان و کردن سہراب یلغار ایران

جو اسنے دنے قصد ایران کیا
لگا کہنے پھر یوں کہ اے پر عزم
ہے [illegible] پسکے تورانیاں
یہ سنکر ہوا شاد افراسیاب
کیا دفعتہ کرکینہ خواہی پہ چشت
روانہ کیا فوج کو پھر ادھر
یہ افراسیاب اسے کہنے لگا
مدد کے لیے ادھر بھیجے پسر
[illegible] سہراب ہے اور دلیر
کسی حیلے سے [illegible]
[illegible] تسخیر ایران [illegible]
سپاہ گراں لیکے وہ نوجواں

تو پہلے لڑائی کا ساماں کیا
کروں شاہ کاؤس سے جنگ [illegible]
لگا کہنے خواہشتہ ہر زماں
پھر اسنے یہ پیغام بھیجا شتاب
کیا قصد ایران جو تو نے درست
لگے اسمیں سر گردہ و نامور
کہ رکھیو ذرا دھیان سب بات کا
نہ ہو آشنا [illegible]
یقیں ہے کہ [illegible]
اسے بھی ملا [illegible] خون و خاک
ہلا کہ پدر از [illegible]
ہوا سوئے اقلیم ایران روان

زرہ پوش مردان جنگ آوران
شتخت کاؤس رستم کو دوں
کہ ہم جا تو شاہی کو حاضر ہیں سب
[illegible] کاؤس شاہ
[illegible]
[illegible] سے پیاں
کہ سہراب رستم سے [illegible]
[illegible] کوشش [illegible]
[illegible]
[illegible] دونوں [illegible]
[illegible]
[illegible]

فراہم کیا لشکر بیکراں
سپہدار اقلیم ایران کروں
نہ چھوڑے [illegible] کاؤس کو زندہ [illegible]
[illegible] کو [illegible]
[illegible]
کہ ہوماں [illegible]
تہمتن نہ پہچانے سہراب کو
کہ سہراب [illegible] جنگ آزما
[illegible] تو سہراب کو
[illegible] طاقت کا [illegible]
روانہ کیا [illegible] سہراب [illegible]
[illegible]

اکیلا نکل وہ مقابل ہوا ‏ سوئے جنگ سہراب مائل ہوا

مبارز کیا جبکہ اسنے طلب ‏ کیا سامنے اسکے سہراب تب

یہ سہراب نے اس سے پوچھا کہ ہاں ‏ ترا نام کیا ہے بتا سچ جوان

دیا اسنے پاسخ کہ ہوں میں ہجیر ‏ قوی اژدر و زورمند و دلیر

کہوں سر تراب تیرے تن سے جدا ‏ یہ کہکر کیا زخم نیزہ رہا

بہت زور اسنے کیا لیکن سے ‏ ہلا پر نہ سہراب جب زین سے

دلیری سے سہراب نے پھر ازاں ‏ رواں کر کے پہلو میں اسکے سناں

اٹھا زین سے پٹکا وہیں خاک پر ‏ اسے لیگیا پھر گرفتار کر

وہاں ایک تھا گُرد و ہم پہلوان ‏ اور اسکی بھی تھی دختر دلستاں

سو وہ پہلوانی میں تھی بے نظیر ‏ ہنرمند دانا شجاع و دلیر

جہاں میں تھا گرد آفرید اسکا نام ‏ ہنر جنگ کے یاد اس کو تمام

سنا جبکہ گرد ولاور ہجیر ‏ ہوا وقت پیکار زندہ اسیر

ز مانند مردان شمشیر زن ‏ لباس نبرد اسنے کر زیب تن

شتابی سے ہو باد پا پر سوار ‏ دلیرانہ آئی پئے کارزار

خروشاں ہوئی جبکہ وہ سیمبر ‏ تو سہراب حیراں ہوا دیکھ کر

گماں ہے گیا زن ہے یا ہے مرد ‏ ہوا یا کوئی طفل پرخاش جو

غرض سے سہراب وہ شیر زن ‏ ہوئی جوں کماں کھینچی ناوک فگن

لگی جھٹا چھوڑنے تیر جب ‏ سپر لیکے سہراب نے منہ پہ تب

سناں سے اٹھایا اسے زین سے ‏ سر خاک پٹکا وہ کیں سے

دلے وخت نے کھینچ کر تیغ کیں ‏ دو نیزہ کیا نیزے کو بس وہیں

سوار اسپ پر ہو کے وہ دلربا ‏ ہوئی مثل مردان نبرد آزما

دلیری پہ اسکی جب آئی نظر ‏ تو مشتاق سہراب نے زور تر

اسیر کمند اس پری کو کیا ‏ سر زین سے وہ ہوئی پھر جدا

گرا خود تارک سے پھر خاک پر ‏ پریشاں ہوئے سر پہ بکھرے سر

خروشاں ہوا جب کہ وہ مہ جبیں ‏ تو سہراب عاشق ہوا بس وہیں

کہا دلستاں نے یہ سہراب سے ‏ کہ ہو ہند سے گر رہائی مجھے

تو بس وہ وہیں کھینچ زرینہ تار ‏ کہ اس قلعہ میں پھرا اختیار

رہا ہو کے سہراب نے پھر کیا ‏ دئے عہد و پیمان محکم کیا

گئی قلعہ میں جبکہ وہ نازنیں ‏ پدر اور برادر سے اسنے وہیں

جو کچھ ماجرا تھا کیا سب بیاں ‏ یہی مصلحت سب نے دیکھی وہاں

نہ ان میں رہا تھا انہیں خوب تاب ‏ گریزاں ہوئے الغرض وقت شب

ہوا جبکہ خورشید جلوہ کناں ‏ تو آواز مردم نہ آئی وہاں

شتابی سے توڑا در قلعہ کو ‏ گیا قلعے میں پھر ملا نا کسو

نہ پایا کہیں مردماں کا نشاں ‏ نہ دیکھی جو وہ دختر دلستاں

تو سہراب کا دل ہوا بیقرار ‏ ہوئی خاطر آشفتہ پھر زار زار

ادھر تھا یہ مدہوش فتح و ظفر ‏ ادھر گژدہم قلعے سے بھاگ کر

گیا پیش کاؤس گردون وقار ‏ کہا یوں کہ اے خسرو نامدار

جواں ایک آیا ہے توران سے ‏ مشابہ ہے سام و نریمان سے

تماشا یہ ہے عمر میں خرد ہے ‏ کم از چار دہ سال وہ مرد ہے

دلے پیلتن ہے جوان دلیر ‏ قوی بازو و ہیبت مانند شیر

مقابل ہوا جبکہ اسکے ہجیر ‏ تو وہ لے گیا کر کے وہیں اسیر

گئی سامنے جبکہ گرد آفرید ‏ تو یہ بھی رہی فتح سے ناامید

یہ اب مصلحت ہے کہ اے شہریار ‏ تو غافل نہ ہو جلد کر فکر کار

یہ سنکر ہوا شاہ اندوہگیں ‏ تہمتن کو نامہ لکھا بھیجیں

کہ اے پیلتن رستم پہلوان ‏ یل نامور گرد کشورستان

تو ایرانیوں کا ہے پشت و پناہ ‏ تو ہے سرگروہ سران سپاہ

عدو سوز ہے تیری تیغ و سناں ‏ جہانگیر ہے تیرا گرز گراں

تو جلدی پہنچ زابلستان سے ‏ کہ آیا ہے اک گرد توران سے

دلیر و قوی ہیکل سہراب نام ‏ زبوں اس سے ہیں پہلوان سب تمام

سوار و توانا و پر زور ہے ‏ یہاں زور کا اسکے اک شور ہے

سوا تیرے اے پہلوان جہاں ‏ نہیں کوئی اسکے مقابل یہاں

ہوا نامہ طیار جب سر بسر ‏ دیا گیو کو شہ نے مہر کر

ہوا گیو نامے کو لیکر رواں ‏ بفرمان شاہ سوئے زابلستان

وہاں جبکہ رستم کو نامہ دیا ‏ وہ حیران ہوا جبکہ نامہ پڑھا

یہ پوچھا کہ اے گیو کر یہ بیان
یہ ولبیس لگا کہنے وہ پیلتن
وہی طفل شاید کہ ہے پہلوان
دروغ اسکی ماں کیونکہ کہتی نہاں
کہ پہنچوں وہاں جبکہ پہلو ستان
یہ کہکر کیا جشن [illegible]
نہیں جا ہے لازم توقف یہاں
نہیں کوئی پہنچے جو پیر زور کو
غنیمت ہے یہ صحبت سمجھ کر
ہوا جبکہ وہ بزم جلوہ گر
زوارہ جو اسکا برادر تھا خرد
تو وہیں وہ شاہنشہ نامور
کہا اتنا توقف وہاں کیوں کیا
ہوا پر غضب طوس پر شہریار
تہمتن سے جھگڑا کیا بیکاوست
سمجھتا نہیں کون کاوس ہے
مخاطب ہوا پھر یہ سے شہریار
تو سہراب کو کھینچ اب دار پر
سرو آتش خشم کو تیز اگر
کہ سر پر رکھوں اپنے تاج شہی
پذیرا ہو کرتا ہیں تاج شہی
یہ کہکر وہیں رخش پر سوار
یہ احوال گودرز سے پھر کہا
جو رستم کو آزردہ خاطر کیا
توقف نہ کر اب شتابی سے جا
یہ ظاہر ہے اور تجھکو معلوم ہے
پشیماں ہوا خود تو بادشاہ

کہ کس شکل و صورت کا ہو وہ جوان
کہ چاہی تھی جسنے سمنگان میں زن
جسے سام ہیکر کہے ہے جہان
بھلا کس لئے مجھ سے رکھتی نہاں
حضور شہنشاہ عالی جناب
ہے ساتھ دستان و شادی کناں
بجا لائیے حکم شاہ جہان
یہ ہے تاب کس کی مقابل جو ہو
کہ ہے آخر کار چلنا ادھر
تو پھر زابلستان سے آکر و فر
اسے لیگیا ساتھ اپنے وہ گرد
ہوا خشمگیں رستم و گیو پر
مرا حکم لائے نہ ہرگز بجا
کہا طلب کیا انہیں سے دار
خردمند تھا ہو سکے چل نشست
سے آگے گیا جیسے پھر طوس ہے
یہ تندی سے بولا یل نامدار
بد اندیش کو خستہ و خوار کر
تو خس ہے جلی کشتہ ہے پھر تاجور
کرو ملک ایران میں فرماندہی
پہنچتی نہ تجھ تک کلاہ مہی
روان سوئے زابل ہوا نامدار
یہ سنکر حضور شہنشہ گیا
یہ زنہار تجھکو مناسب تھا
دلاسا تو کرکے تہمتن کو لا
کہ عاجز ہے وہ آتش سی کاوس کی
سر تو کیئے جہد ہو عذر خواہ

وہ بولا کہ کہتے ہیں یوں خاص عام
تو لد ہوا ہوئے اس سے پسر
یہ پھر سوچ کہنے لگا نامور
تہمتن سے کہنے لگا پھر یہ گیو
وہ بولا کہ کیا اضطراب اسقدر
یہ پھر گیو نے روز ہشتم کہا
یہ بولا وہ پیل رستم نامدار
کہا وہ لگا جب سپہ کو جانے وہاں
رہی اور دو روز بزم طرب
روانہ ہوا رستم پہلوان
غرض ہو کے منزل بمنزل رواں
کہا طوس سے یوں زرہ غضب
زبردست تھا طوس ہر چند پیر
پھر اسنے سے رستم سرفراز
یہ بولا کہ ہے کون تا نامور
مجھے جز خداوند یزدان پاک
نہ ہو گرم مانند شعلہ تو اب
تبہ کاری کی تونے اب اختیار
دلیران و گردنکش و نامجو
ولیکن نہ اقبال ہیں نے کیا
ہے بیری سزا تونے جو کچھ کیا
جو آزردہ ہو کر گیا پہلوان
کہا اس نے یوں شاہ کاؤس کو
پشیماں ہوا شاہ گیتی ستان
ہوا وانے گودرز وہیں روان
نہیں آسکے اے پہلوان کچھ نہیں
تو ہو وے لگا آزردہ شہ سے اگر

کہ ترکیب و شکل اسکی ہو مثل سام
کہ تھی حاملہ جیسے وہ سیمبر
کہ دختر ہوئی واں یہ آئی خبر
کہ ہے اسطرح حکم کیہان خدیو
ذرا بادہ لعل گوں نوش کر
کہ اے پہلوان نبرد آزما
نہ کر خوف و اندیشہ کچھ زینہار
رہیگا نہ سہراب کا پھر نشاں
خوشی سے رہے بادہ کش خندہ رو
گئی ساتھ اسکے سپاہ گراں
گیا پیش کاوس جب پہلوان
کہ دونوں کو تو دار پر کھینچ اب
کیا رستم نامور سے حذر
کیا لا جرم ہاتھ اپنا دراز
جو لیجا کے کھینچے مجھے دار پر
نہیں ہر کسی کا ذرا خوف باک
کہ بیجا دے ہے شہا یہ غضب
تو شاہی کے لائق نہیں تھا
یہ کہتے تھے مجھ سے بصد آرزو
کہ جز بندگی کچھ ارادہ نہ تھا
بجا ہے روا تونے جو کچھ کہا
تو بیدل ہوئے وہیں پیر و جوان
کہ یہ کیا کیا اے شہ نامجو
لگا کہنے گودرز سے یوں کہ جان
تہمتن سے جا کر کیا پھر بیان
جو آئے نہ یاں پھر کے بس وہیں
تباہ ہوں گے ایرانیاں سر بسر

کہا ہے یہی گرد ہر ایک یاں / کہ سہراب ہے وہ دلاور جواں
کوئی پہلواں جسکے ہمسر نہیں / کوئی گرد اس سے قوی تر نہیں

خدا کے لئے اے یل نامور / تو ایرانیوں پر ذرا رحم کر
سرِ پشت و پناہ و دلیراں ہو تو / نگہدار اقلیم ایراں ہے تو

سمند عزت کی پھیر اب عناں / تو ہرگز نہ جا سوئے زابلستاں
وگرنہ ہوں گردان توران دلیر / دلیری کریں آپکے مانند شیر

زباں پر ہو لوگوں کے پھر یہ سخن / کہ اس طفل سے رستم پیلتن
یہاں تک ہراساں و ترساں ہوا / کہ بے جنگ بھاگے گریزاں ہوا

یہ سنکر وہیں رستم پہلواں / پھر آیا حضور شہ خسرواں
اٹھا تخت سے شاہ تعظیم کو / کہا پھر کہ اے رستم نامجو

یہ تندی و گرمی ہو میری سرشت / نہیں چھوٹتی جو ہو جسکی سرشت
بلایا تجھے اسلئے بیٹھے یاں / کہ ہوں چارہ جو تجھ سے اے پہلواں

ترا دیر آنا ہوا ناگوار / ہوا تند پھر تجھ پہ بے اختیار
ہوا تو جو آزردہ اے شیر دل / تو پھر میں پشیماں ہوا اور خجل

ہوا رستم گرد بھی عذر خواہ / کہ بندہ ہوں تیرا میں اے بادشاہ
جو کچھ حکم ہووے سو لاؤں بجا / شہنشہ نے ارشاد تب یوں کیا

کریں آج ترتیب بزم طرب / بسر ہم کریں عیش و عشرت سے شب
سحر یاں سے لیکر سپاہ گراں / سوئے دشمن کینہ جو ہوں رواں

رفتن کاؤس شاہ و رستم پہلوان بہ عزم جنگ با سہراب

درخشاں ہوا جبکہ مہر منیر / تو کاؤس سلطان آفاق گیر
دلیران ایراں کو کرکے طلب / یہ بولا کہ تابع ہو رستم کے سب

یل پیلتن با سپاہ گراں / ہوا سوئے سہراب واں سے رواں
چھپا گرد لشکر سے رخسار روز / نہاں ہو گیا مہر گیتی فروز

جو پہنچا وہ نزدیک حصن سپید / تو لشکر ہوا واں اقامت گزیں
گیا پھر وہاں شاہ کاؤس بھی / گئے گیو گودرز اور طوس بھی

جو سہراب نے قلعے سے کی نگاہ / تو دیکھا کہ ہے بیکراں یہ سپاہ
یہ ہوماں سے کہنے لگا دیکھ تو / کہ ہے کس قدر لشکر جنگجو

جو یہ کثرت فوج آئی نظر / تو ہومان کے ہوش اڑ گئے سر بسر
یہ سہراب بولا ہراساں نہ ہو / کروں قتل اک دم میں سب فوج کو

کھنچا پھر سراپردہ و خیمہ جا / بفرمان سہراب عالی تبار
گیا اس سراپردہ میں رات کو / خبر کے لئے رستم نامجو

نظر سے مردم کے ہو کر نہاں / لگا کرنے احوال دریافت واں
جو دیکھا تو سہراب ہے تخت پر / چپ و راست سب اسکے ہیں نامور

جما ہے بزم نشاط و طرب / خوشی سے مے لعل پیتے ہیں سب
کوئی بزم میں زندہ تھا پہلواں / پڑی اس پہ اسکی نظر ناگہاں

اٹھا وہیں اور جسکے روبرو / لگا پوچھنے یوں کہ ہے کون تو
تہمتن نے اک مشت مارا جو سخت / تو کشتہ ہوا زندہ خفتہ بخت

گیا وانسے پھر رستم نامور / اور اک شخص ناگاہ آیا ادھر
جو دیکھا تو افتادہ ہے اک جواں / کہ ہرگز نہیں اسکے قالب میں جاں

کوئی دیکھنے کو جلایا چراغ / تو زندہ کا واں کشتہ پایا چراغ
یہ سہراب لوگوں سے کہنے لگا / کوئی آکے جاسوس کاؤس کا

نمود اپنی دکھلا گیا اب یہاں / خبر لیگیا آنکے بے گماں
عوض زندہ کا صبح ہو جائے لوں / کروں ایک لشکر کو میں غرق خوں

نہ چھوڑوں سحر زندہ کاؤس کو / ملاؤں تہ خاک و خوں طوس کو
زبانزد تھا سہراب کے یہ سخن / ادھر شاہ سے رستم پیلتن

یہ کہتا تھا اے بادشاہ جہاں / کروں کیا میں سہراب کا اب بیاں
جوان و قوی ہیکل و زورمند / قد اسکا ہے مانند نخل بلند

تکلف نہیں [illegible] / یقیں ہے بشکل سام سوار
یہ چاہت ہے اب چرخ فیروز رنگ / پدر اور پسر میں ہو صف جنگ

سنی اور دیکھی بہت رزم بزم / پر ایسی ہے سہراب و رستم کی رزم

داستان جستن سہراب کشتاں

عوض تندہ کے رات کھائی قسم
مگر پاس ناموس و عزت بھی ہے
یہ کہکر لگا کھینچنے انتظار
ہوئی جب نہ اسکا ہوا ہم نبرد
چرا لے ہے دل رزم سے جو شہا
گئی جلد رستم سے جا کر کہو
وہاں طوس پیش تہمتن گیا
کوئی اور جا کر ہوے رزمگاہ
وہ طوس نے جب کیا یہ بیاں
یہ سہراب بولا کہ لشکر سے ہم
تو سہراب نے یوں کہا اے جواں
یہ سنکر وہیں رستم نامدار
وہیں ہوں دلاور یل نامجو
یہ کہنے لگا سنکے یہ داستاں
یہ سنکر اسے یاس افزوں ہوئی
ہوا زخم کوئی نہ واں کارگر
بہم ضرب پر ضرب تھی بیدریغ
کہ حیران رہا دیکھ چرخ کبود
عرق میں ہوا تر سراسر بدن
ذرا راست کرنے لگے اپنا دم
نہ زنہار دیکھا جہاں میں بشیر
بہم دو ہیں لیکر کمان خدنگ
پکڑ کر کمر ہمدگر بعد ازاں
تو دیتا جبل کو زمیں سے ہلا
اسے چھوڑ سہراب نے اپنی ہار
یہ سنکر لگا کہنے سہراب پھر
تو رکھ جھوٹا طرکہ وقت پگاہ

کروں کشتہ کاوس کو صبحدم
تو آکر مقابل ہو کاوس کے
کہ آتا ہے اب سرکشا نامدار
ہوا تب خروشندہ وہ شیر مرد
تو کیوں نام کاوس اپنا رکھا
کہ یارا نہیں ہے کسی کو کہ کو
تہمتن سے یہ ماجرا سب کہا
پر اندیش سے چلکے ہو کینہ خواہ
تو ناچار پھر رستم پہلواں
ستیزندہ ہوں چلکے یکسو بہم
نہیں ہے کسی کو تاب و تواں
لگا کہنے اسے کودک خام کار
کہ دیو سپید سیہ کار کو
کہ شاید تو ہے رستم پہلواں
بہم جنگ پھر زیر گردوں ہوئی
وہ نیزے شکستہ ہوئے سربسر
شکستہ ہوئے آخر کار تیغ
ہوئے آخرش کج سراسر عمود
ہوئی خشک یکدست کام و دہن
ولیکن نہ کینہ ہوا دل سے کم
نہ ہرگز کوئی دیو آتا نظر
دلیران جنگی لگے کرنے جنگ
لگے زور کرنے وہ دو نوجواں
ولیکن نہ سہراب نہ بھاسی ہلا
لیا ہاتھ میں گرز ازدہے کمیں
کہ ہے جنگ کی سوجھ میں کچھ نا پھیر
ترے ساتھ پھر آئے ہوں زخم خوردہ

سواران ایران کو بید نہیں
سوا اسکے ہوشے جسے عزم جنگ
ولیکن نہ نکلا کوئی نامور
کہ شاہوں کو غیرت ذرا چاہئے
یہ آواز کاوس نے دی وہیں
جو اس گرشے جا کے ہو کینہ خواہ
کہا تھا یہ رستم نے اسدم قرار
سپاہی جو سب پہلواں ہوں ہواں
پہنکر زرہ رخش پر ہو سوار
کہا یوں تہمتن نے اچھا چلو
جو مجھ سے مقابل ہو بید نہیں
نہ سرشتی اب پنجہ کاروں سے تو
کیا کشتہ اکدم میں ہنگام جنگ
وہ بولا کہ زنہار رستم نہیں
ہوئے یکبیک نیزہ ستیزہ کنا
دلیروں نے پھر کھینچکر تیغ تیز
لیا ہاتھ میں پھر عمود گراں
ہوئی پارہ پارہ زرہ یک قلم
جدا ہو گئے پھر وہ دونوں ستادہ ہو
تہمتن بھی یہ دل میں کہنے لگا
پھرتے ہیں سہراب لیا
ہوئے دم میں ترکش تہی سربسر
کیا پہلے رستم نے زور اسقدر
کیا زور اسنے بھی ہر چند پر
جو مارا تہمتن کے پالا سپر
تہمتن یہ بولا ہوا دن تمام
تو سہراب پھر گرز گراں

نہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں
نبرد آزما مجھ سے ہو بید جنگ
کہ تھا دل میں ہر اک کے خوف خطر
کہ جنگ آوراں سے ذرا چاہئے
کہ اے نامداران ایران زمین
ہراساں جو خائف ہے یکسر سپاہ
کہ پہلے کروں گا نہ میں کارزار
تو پھر میں نبرد آزما اس سے ہوں
گیا سوے میدان پئے کارزار
گئے جبکہ یکسو وہ پیکار جو
کروں گا تجھے قتل اک آن میں
نہ جنگ آوروں سے ہو پرخاش جو
نہ جانبر ہے مجھ سے شیر پلنگ
میں اسکا ہوں اک چاکر کمترین
لگی چلنے باہم سناں پر سناں
ہوا گرم بازار کین و ستیز
لڑے اسقدر ہر دو جنگ آوراں
رہا پھر نہ زنہار گھوڑوں میں دم
وہ سہراب اور رستم نامجو
کہ اس قدرت و قوت و زور کا
کہ تیر و کماں سے ہو جنگ آزما
ہوا پر نہ اک تیر بھی کارگر
کہ وہ زور کرتا اگر کوہ پر
ولیکن ہلا نہ رستم نامدار
تو رنجیدہ ہوا رستم نامور
قریب آ گیا اک جواں خوش خرام
سوار اک سیاہ آیا وہاں

جو پوچھا کہ رستم ہو اب گر کہیں   تو ناچار سہراب بولا وہیں
تو نائل ہوا ہے سے کشتی اگر   تو واں میں بھی کشتی کو حاضر ہوں
نہیں چاہتا یہ کہ سمجھے جوان   مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہاں
یہ کہکر وہ دونوں یل نامدار   لگے کرنے کشتی کے فن آشکار
کیا زور رستم نے واں حد سے بیش   گیا آگے سہراب کی کچھ نہ پیش
ہوا وہ خروشندہ چوں پیل مست   کیا زور سے کسنے رستم کو پست
جو کھینچا پکڑ کر کمر بند کو   تو سنبھلا نہ پھر رستم نامجو
زمیں سے ہم پشت رستم ہوئی   خرابی تن چرخ پر خم ہوئی
گرا خاک پر جب یل نامور   تو سہراب بیٹھا وہیں سینہ پر
لیا کھینچ پھر خنجر آبگوں   یہ چاہا کہ اسکو کرے غرق خوں
کیا چارہ یہ رستم نے سوقت کہا   لگا کہنے سہراب سے اے جواں
یہاں کے یہ آئیں نہیں شہریار   کرے زیر جس کو کوئی ایکبار
تو سر کو کرے اُسکے تن سے جدا   مگر ہو دگر بار زور آزما
اُسے قوت و زور سے لاوے زیر   کرے شوق سے قتل پھر وہ دلیر
یہ سنکر وہ ہٹ کے اٹھا سینہ سے   غرض ہاتھ اٹھایا وہیں کینہ سے
گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد   طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد
کہا جبکہ ہومان سے یہ ماجرا   کیا اُسنے افسوس اور یوں کہا
کہ عیاری و مکر سے کینہ خواہ   رہا ہو گیا ہاتھ سے تیرے آہ
نہ دیکھا تھا گاہے فراز و نشیب   تو اک طفل تھا تونے کھایا فریب
تہ دام آیا تھا شیر ژیاں   دیا چھوڑ تونے کیا قہر یاں
ہوئی بیوقوفی یہ سمجھے کمال   رہائی تیری اس سے اب ہے محال
یل نوجواں نے کہا کیا ہے غم   کروں گا اسے زیر پھر صبحدم
گیا جبکہ رستم سوئے خیمہ گاہ   رہا شب کو زاری کناں تا پگاہ
دعا اُسنے مانگی کہ اب یا خدا   وہی زور دے مجھکو پہلے جو تھا
اُسے ابتدا میں تھا زور اسقدر   زمیں چاک ہوتی تھی ہر گام پر
وہ عاجز بہت وقت رفتار تھا   زمیں پر خرام اسکا دشوار تھا
ہوا تھا تب اس بات کا سوگوار   کہ کچھ زور کم ہووے پروردگار
ہوئی تھی مناجات اسکی قبول   مراد اُسکی [illegible] حصول
غرض کرکے شب زاری و انکسار   ہوا زور پیشیں کا وہ خواستگار
خدا نے پذیرا کی اُسکی دعا   وہی زور اسکو کیا پھر عطا

داستان کشتہ شدن سہراب از دست رستم بروز دگر و نوحہ نمودن رستم در ماتمش

سحر دیکھ کر قوت و زور تن   ہوا شادمان پہلوان زمن
سپاس عنایات پروردگار   بجا لا کے اور رخش پر ہو سوار
کیا تھا وہ خرم سے رزمگاہ   ہوا جا کے سہراب سے کینہ خواہ
یہ سہراب نخوت سے کہنے لگا   کہ چنگال سے میرے ہو کر رہا
تو پھر آج آیا ہے کارزار   عزیز اپنی شاید نہیں جان زار
تہمتن یہ بولا کہ جبتک ہو جان   ترے ساتھ ہونگا ستیزہ کناں
وہ کرنے لگے پھر وہ کشتی بہم   ہوئے مائل زور کشتی بہم
بہم خوب زور آزمائی ہوئی   نہ سہراب کو پھر رہائی ہوئی
پکڑ کر کمر بند سہراب کا   زمیں سے لیا پیلتن نے اٹھا
پٹک کر زمیں سے اُسے پھر دلیر   سر سینہ بیٹھا وہ [illegible]
یہ سوچا کہ یہ گرد زور آزما   جو پھر اٹھ کھڑا ہو تعجب ہے کیا
غرض کھینچکر خنجر آبدار   کیا سینہ دو ٹکڑے اسکا فگار
وہ خستہ جگر کھینچکر ایک آہ   یہ بولا کہ تھے بخت میرے سیاہ
یہاں بھی جو آیا جو یہ تھی مراد   کہ دیدار سے باپ کے ہونگا شاد
تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی   ہلاکت عدم جان واصل ہوئی
[illegible]   دیا جائے [illegible]
مرا باپ تجھکو نہ چھوڑیگا واں   [illegible] آن کر اے جواں
کہا نام کیا اُسنے تب یوں کہا   کہ ہے نام رستم میرے باپ کا
جب اس خستہ تن سے سنا یہ سخن   تو غش کھا گیا رستم [illegible]
پڑا ہو کے بیہوش بر خاک پر   جب آیا ذرا ہوش [illegible]

لگا کہنے اس سے یہ گریاں
یہ سہراب نے تشنگی پاسخ دیا
نشانی تو دیکھا یہ زرہ کرکے وا
وہ مہرہ جو دیکھا زرہ کرکے وا
پسر کو کسی نے بھی مارا نہیں
یہی صلاحت ہو کہ ہم نہیں ہلاک
پڑا تھا سہراب بسمل ادھر
تو پہنچی یہی دلمیں پیر و جواں
گئی یہ خبر پیش شاہ جہاں
سوار تنگ جا کے لاؤ خبر
جو سہراب سے ہوئے پھر کینہ خواہ
گرے ہے فغاں اور بیتاب ہو
اُٹھا کر سر رستم نامور
ہوا ہاتھ سے میرے ایسا ستم
یہ کہکر وہیں کھینچ خنجر لیا
زوارہ نے پارہ گریباں کیا
جگر پر مرے زخم کاری لگا
ہجر سیاہ بخت سے پار رہا
مقابل مرے جبکہ رستم ہوا
کوئی کیا کرے کسکا ہے جتیا
یہ احوال سنکر ہوئے نوحہ گر
یہ سہراب دلخستہ نے پھر کہا
بہل تم کو بیٹے کیا اپنا خوں
نہو جائے ترکوں سے پھر کینہ خواہ
اگر زندہ رہتا تو ہر ایک پہ
جگر خستہ نے جو کہ یہ دم کہا
جو ہے خاص تر نوشدارو دوا

بھرے پاس رستم کا کیا ہی نشاں
کہ صد حیف اے گرد کشور کشا
کہ مہرہ ہے بازو پہ میرے بندھا
تو رستم نے پھر شور و نالہ کیا
نہیں یہ ہوا جور ہرگز نہیں
کروں اپنے سینے کو خنجر سے چاک
ادھر رستم گرد تھا نوحہ گر
کہ کشتہ ہوا رستم پہلواں
کہ رستم سے خالی ہوا اب جہاں
مبادا ہو کشتہ رستم اگر
نہیں تاب رکھتی یہ ہرگز سپاہ
تڑپتا پڑا واں بھی سہراب ہے
لگے پوچھنے سب کو کیا ہے خبر
رہیگا قیامت تلک یاد غم
کہ رستم سے کرے اپنی گردن جدا
غم و درد سے شور و غوغا کیا
نہیں کچھ بھروسہ ہو زیست کا
جو پوچھا تو پوشیدہ اُسنے رکھا
تو پرسان حال اسکا ہر دم ہوا
نہیں چارہ تقدیر سے نہ بہا
زوارہ ادھر اور رستم ادھر
کسی کو نہیں اس جہاں میں بقا
ولے التماس ایک کرتا یہ ہوں
نہ کھینچے ملک توران سپاہ
مراعات کرنا ہیں شام و سحر
تہمتن نے یکدم پذیرا کیا
مگر اس سے چارہ نہ ہو سہراب کا

۔ وہ کہیں ہی سیہ بخت رستم ہوں آہ
بہت گرم الفت مرا دل ہوا
نہیں زخم سے اب ہو طاقت مجھ
یہ بولا کہ اے جان من بیگناہ
نہ چھوڑیگا زنہار مجھ کو یہ غم
یہ سہراب بولا کہ کیا فائدہ
جو دیکھا کہ رخش یل نامدار
وہیں اڑ گئے یک قلم سب کے ہوش
کیا حکم شہ نے کہ کیا سگی
تو کیجئے تدبیر کچھ اور یاں
سواران لشکر گئے جب ادھر
یہ جانا کہ زخمی ہیں دو نوجواں
زرہ پارہ اور چاک کر پیرہن
لگے روتے سر پہ پڑی ہی خاک
پکڑ کر نشانی سے رستم کا ہاتھ
کہا پھر یہ سہراب سے کیا ہے حال
یل و پیلتن کے سراپا نشاں
مجھے نام رستم بتایا نہیں
رکھا اُسنے مخفی نام اپنا نہاں
پسر کی اجل باپ کے ہاتھ تھی
لگے کوٹنے سینہ و سر وہاں
نہ تم گریہ و نالہ اتنا کرو
کہ زنہار اب رستم ارجمند
کہ مولد مرا ملک توران ہے
پدر اپنا میرے مدارا کرے
کہا پھر یہ رستم نے گودرز کو
وہیں آکے پہنچیں شہ نامدار

جہاں جسکی آنکھوں میں تھا تو جیا
ولے تو ادھر کچھ نہ مائل ہوا
جو کھولوں زرہ اور دکھاؤں تجھے
تو کشتہ ہوا ہاتھ سے میرے آہ
رہونگا گرفتار رنج و الم
نہیں چارہ زنہار پیش قضا
کھڑا ہے بہت دیر سے بیسوار
اٹھا ایک لشکر میں شور و خروش
ادھر جاؤ دوڑا کے اب بارگی
کہ ایسا نہیں اب کوئی پہلواں
تو دیکھا کہ رستم پڑا خاک پر
لگا زخم کاری ہوئے ناتواں
لگا کہنے یوں رستم پیلتن
پسر کو کیا میں نے ناحق ہلاک
لگے رونے گردان فرخ صفات
وہ بولا کہ ہے درد مجھ کو کمال
مری ماں نے مجھ کو کہی تھی زبان
رکھا اسنے غافل جتایا نہیں
کیا میرے آگے نہ ہرگز عیاں
ازل سے یہ تقدیر ہوتی لکھی
کیا دیدہ تر سے دریا رواں
ذرا صبر کو دلمیں اپنے راہ دو
نہ پہنچائے لشکر کو میرے گزند
مری جائے بازی کا میدان ہو
ملاطفت مدام انکا رہا کرے
کہ جا کر حضور شہ نامجو
ہوا نوشدارو کا وہ خواستگار

خداوند غفار کو یاد کر ۔ سیاوش گیا آگ میں بے خطر
نہ پہنچا اسے کچھ ضرر زینہار ۔ سلامت وہ نکلا پھر انجام کار
سیاوش کو شہ نے بغل میں لیا ۔ سر و چشم پہ اسکے بوسہ دیا
ہوا سخت سودابہ پر خشمناک ۔ کہا یوں کہ کرتا ہوں تجھکو ہلاک
ولیکن شفاعت سیاوش نے کی ۔ بہانہ ہی چاہے تھا کاؤس بھی
سر خوں سے گذرا شہ دیں پناہ ۔ غرض اسپہ کی مرحمت کی نگاہ

داستان رفتن ملکزادہ سیاوش بجنگ افراسیاب و فتح کردن بلخ

وہ سودابہ از بسکہ بدکیش تھی ۔ سیاوش کی ناحق بداندیش تھی
ملک زادہ کے قتل کا قصد تھا ۔ یہ تدبیر ہی اسکو ہر صبح و مسا
خطرناک رہتا تھا وہ نامدار ۔ دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار
کہ یا حضرت ایزد ذو الجلال ۔ شتابی کہیں یاں سے مجھکو نکال
پہنچی خبر اندنوں ناگہاں ۔ کہ توران سے لشکر بیکراں
ادھر سے ہوا عازم افراسیاب ۔ یہ سنکر جہاندار عالی جناب
ہوا خشمناک اور کہنے لگا ۔ کہ اے نامداران جنگ آزما
بداندیش ترکان شوخی شعار ۔ نہیں عہد و پیماں پہ استوار
کبھی صلح جو ہوں کبھی کینہ خواہ ۔ یہ رکھتے ہیں لعین خیال تباہ
سپاہ کھینچکر بلخ تک اب کی بار ۔ کروں اسکو آوارہ و قتل و خوار
سیاوش نے کاؤس سے یوں کہا ۔ کہ اے شاہ شاہان کشورکشا
مجھے بھیجیے سوئے افراسیاب ۔ کروں جاکے اسکو تباہ و خراب
کہا شاہ نے تجھکو کہاں ہے یہ تاب ۔ جو ٹھہرے ذرا پیش افراسیاب
زبردست ہے تجھ سے وہ اے جواں ۔ قوی جنگ ہیں اسکے سب پہلواں
یہ مقصود تھا اسکو اس بات سے ۔ کہ دوری ہو اس خصم بدذات سے
یہ بہتر ہے ہیں آپ لیکر سپاہ ۔ بداندیش سے جاکے ہوں رزمخواہ
وہ بولا کہ اس سے نہ کمتر ہوں میں ۔ ہنر اور قوت میں ہمسر ہوں میں
یہ لشکر بھی اپنا ہے جنگ آزما ۔ سدا فوج توراں پہ غالب رہا
حضور شہنشاہ جوہر شناس ۔ کیا پھر تہمتن نے یہ التماس
کہ ہمراہ شہزادہ نامدار ۔ مجھے کیجیے رخصت اے شہریار
کرو آپ تکلیف ہرگز نہ اب ۔ رہو یاں باآرام عیش و طرب
ملکزادہ اور بندہ کافی ہیں یاں ۔ پئے جنگ ترکان شوخی نشاں
انہیں الغرض دیکے سامان جنگ ۔ روانہ کیا شہ نے بیدرنگ
وہ شہزادہ اور رستم نامور ۔ دلیری سے پہنچا وہ بلخ پر
وہاں پر جو تھا حکمراں تاریاں ۔ سو آیا پئے کینہ خواہی وہاں
ہوئی فوج ایراں جو گرم ستیز ۔ تو بس اسنے لی وہیں راہ گریز
نہ ہرگز رہی طاقت کارزار ۔ ہوا جاکے محصور انجام کار
یہ سنکر ہوئے بلخ پہنچا شتاب ۔ سپاہ لیکے و امداد افراسیاب
دلاور تھا گرشیوز اسکا تھا نام ۔ ہوا دیکھ تاریاں شاد کام
بہم متفق ہوکے پھر بیدرنگ ۔ ہوئے ساتھ شاہزادے خواہان جنگ
رہا دو روز تک کشت و خوں ۔ کیا فوج ایراں نے انکو زبوں
ہوئی رزم کی پھر نہ تاب و تواں ۔ تو ناچار گرشیوز و تاریاں
گریزاں ہو جیحوں سے گذرے شتاب ۔ گئے خستہ دل پیش افراسیاب
ہوا بلخ میں دخل شہزادہ کا ۔ یہ شہزادے نے پھر ارادہ کیا
کہ ہوکر رواں بلخ سے پیشتر ۔ گذر آپ جیحوں سے پاکر ظفر
سپہدار توراں سے ہو رزمخواہ ۔ کرے اسکے لشکر کو یکسر تباہ
سران سپہ نے یہ اس سے کہا ۔ کہ جلدی کی مت کام فرما ذرا
تو لکھ شاہ کو تا ہے اے نامدار ۔ وہ کیا کچھ لکھے جو تجھے شہریار
سیاوش نے مرقوم نامہ کیا ۔ لکھا یہ کہ اے شاہ کشورکشا
گیا حاکم بلخ کھا کر شکست ۔ اور اپنا ہوا بلخ کا بندوبست
گذر جاؤں جیحوں سے اگر حکم ہو ۔ سپہدار توراں سے ہو رزمجو
لکھا شاہ کاؤس نے پھر جواب ۔ کہ ہے سخت پیکار افراسیاب
اگر وہ نہ جیحوں سے آیا ادھر ۔ تو ہرگز ادھر کا ارادہ نہ کر
سیاوش لقب جان شاہ جہاں ۔ رہا بلخ میں پھر توقف کناں

آمدن گرسیوز داماد افراسیاب با ہدیہ نزد سیاوش بدرخواست آزادگی کاؤس و طلب سیاوش

جہاں تھے سپہدار توراں وہاں
کیا خواب میں شب وہ افراسیاب
یہ پوچھا کہ اے سرور نامور
ہے کیسے نکلا اس سے افراسیاب
شتاباں ہوا اور میں ایک بار
کیا بیرے لشکر کو اس نے ہلاک
جہاں ایک تھا رشک خورشید ماہ
ہوا وہ لکوا زبسکہ اسوقت درد
نہ دل میں ذرا خوف اندیشہ کر
طلب اپنے دانشوروں کو کیا
کہے ایک نے تعبیر بیاں کیا
کہ گرنہ خرابی پڑے ہے نظر
رواں پھر کیا شہ نے داماد کو
کیا جسکا گرسیوز نام جو
سیاوش ہوا دیکھ کر شادماں
اٹھا وہیں داماد افراسیاب
ہوا آشتی خواہ افراسیاب
ولے سخت مکار ہے بدنہاد
جنھیں ہم کہیں وہ آویں یہاں
یہیں اسطرح صلح منظور ہے
یہ احوال لکھ اپنے قاصد سے
بخارا اور خوارزم اور چاچ بھی
تہمتن نے جن کا لیا نام تھا
لکھا صلح کا شاہ کو حال سب
اٹھے ہول سے جیسے ہو بیش جو

گئے جب وہ گرسیوز تازیاں
تو ناگاہ آیا نظر ایک خواب
تجھے خواب میں اب پڑا کیا نظر
کہ اسوقت دیکھا ہے میں نے خوب
ہوا رنج سے دل کے آشکار
ملایا ہر اک کو تہ خون و خاک
وہ بیٹھا تھا نزدیک کاؤس شاہ
خروشاں ہوا پھر میں اے نیکرو
بہ بستر سمجھے ہوگی فتح و ظفر
مفصل کہا ماجرا خواب کا
سپہدار توراں نے پھر یوں کہا
سنا ماہ کہ ہے جاے نوع دگر
سوے پادشا ہزادہ تا جو
سیاوش اٹھا وہیں تعظیم کو
پھر اک بزم آراستہ کی وہاں
ہٹا جا کے سرگرم آرام و خواب
تہمتن نے سنکر دیا یہ جواب
نہیں اسکے کچھ قول پر اعتماد
برسم گرو یاں رہیں جا وہاں
دگرنہ رہ آشتی دور ہے
روانہ کیا پیش افراسیاب
سمرقند و شنجال کے تھی سبھی
روانہ ہیں شہزادہ انکو کیا
ہے تحفے توران کے یاں سب
بہت دل میں اسکے ہو خوف و ہراس

گذارش کیا اُسنے احوال جنگ
ہوا ہول سے اُسکے گرم فغاں
جو یکبارگی تو خروشاں ہوا
کہ اک دشت میں بیکراں سانپ ہیں
وہیں صرصر ہویدا ہوئی
پکڑ کر مجھے لیگئے مردماں
اٹھا وہیں اور کھینچ کر اسنے تیغ
لگا کہنے داماد افراسیاب
یہ تعبیر اُس کے نہ آئی پسند
ہوئے سب کے خاموش دانشوراں
کہ ہرگز نہ کر قصد پیکار تو
پسند آئی گفتار آخر شناس
فقط نامہ اُسکے حوالے نہ تھا
وہ تحفہ دیا اور نامہ دیا
ہوئے محفل آرا بعیش و طرب
سیاوش نے رستم سے پھر یوں کہا
کہ بدخواہ عاجز ہوا جب کمال
فرستادہ کو دیجئے یہ جواب
تعلق ہیں ایراں کے جو کچھ کہا
سحر جبکہ گرسیوز آیا وہاں
کیا شاہ توراں نے سب کچھ قبول
عزیزان و خویشان و خرم نہاد
ہوا شاد شہزادہ نامدار
سنی تھی خبر شاہ نے پیشتر
سوا اسکے خبر خاص نے بھی

یہ سنکر اڑا اُسکے چہرے کا رنگ
سنا جب کہ گرسیوز آیا وہاں
ہراساں ہوا دل پریشاں ہوا
مری فوج بھی ہے وہاں اور میں
پھر اس بیچ سے اک فوج پیدا ہوئی
شہنشاہ کاؤس بھی تھا وہاں
کیا چاک پہلو مرا بیدریغ
کہ برعکس ہوتی ہے تعبیر خواب
کہا دل سے ہرگز نہ خوف کر
کہ تھا دل میں ہر ایک کے خوف جاں
سیاوش سے ایسا ہے صلح جو
عطا کی اسے نعمت بے قیاس
تحائف بھی انواع وہ لیگیا
ہے اپنے آشتی اسنے کی التماس
کہی الغرض جب گذر نصف شب
کہ اے پہلواں مصلحت اب ہے کیا
کیا آشتی کا تب اُس نے سوال
کہ گردان و خویشان افراسیاب
کہ اس سے بھی دست بردار ہو
کیا اس نے مرکوز خاطر بیاں
ہوئی آرزو سے دلی سب حصول
دلیران و گردان عالی نژاد
تہمتن کو بھیجا سوے شہریار
کہ بدخواہ کو خواب آیا نظر
کہا شاہ کاؤس سے تھا ابھی

تری ہوا اجازت تو لے دیا
فرنگیس کے ساتھ ہوں کتخدا

یہ بہتر ہے ہم کوئی نالے تا جو
کہ تو شاہ توران کا داماد ہو

یہ کہا خوشی سے وہ گرد شتاب
سوئے خانۂ شاہ افراسیاب

ہوئی جا کے گلشہر خدمت کناں
ہوا اس سے ہر ایک شاداں

فرنگیس کی ماں نے سونپا اسے
ہوا خواہ دختر کا سمجھا اسے

کیا کتخدا رسم و آئین سے
فرنگیس کو ساتھ شہزادے کے

کہ جس کا نہیں ہو سکے یاں بیاں
سوا اسکے ہو کر بہت شادماں

سنی جبکہ کاؤس نے یہ خبر
کہ وہ بادشہ زادۂ نامور

ہوا بیہ پسر کی جدائی کا درد
کہ ہر دم لگا کھینچنے آہ سرد

سپہدار توران سے پیران کا
ارادہ جو کاؤس کے دل میں تھا

دیا سنکے گلشہر نے یہ جواب
کہ راضی ہوں میں کیجیے اشتاب

بسان کنیزان لیل و نہار
فرنگیس کی ہوگی خدمتگذار

گئی لیکے اسباب شادی تمام
فرنگیس کی ماں ہنسی شاد کام

پھر اپنی طرف سے بھی اسباب سب
بصد شادمانی و عیش و طرب

رہا سات دن جشن شاہانہ واں
بصد حشمت و جاہ و توقیر شاں

در و لعل و اسپان و فیلان و زر
جہیز اس کو واں سے ملا اسقدر

دیا شہ نے اس کو دیار ختن
کیا لطف سے شہریار ختن

گیا بلخ سے پیش افراسیاب
ہوا شاہ کے دل کو اک اضطراب

خفا ہو کے شاہ نے سوئے سیستاں
روانہ ہوا رستم پہلواں

رکھا شہ نے موقوف اور کاوس کو
لکھا یوں کہ پھر آ تو اسے تا بجو

رفتن شہزادہ سیاوش طرف ختن و باعث ناموافقت آب و ہوا روانہ شدن طرف دریائے گنگ و طیار نمودن قلعہ سنگین و دیگر مکانات رفیع و دلپسند و حسد بردن گرسیوز داماد افراسیاب و ورغلانیدنش افراسیاب را و کشتہ شدن سیاوش از دست افراسیاب

سیاوش ملک زادۂ نامجو
مرخص سپہدار توران سے ہو

فرنگیس کو لیکے با فر و شاں
گیا سوئے شہر ختن شادماں

تعین کیے مرزباں جا بجا
کہ ہووے جہاں خوب آب و ہوا

لب گنگ اک جائے دلچسپ بھی
ملکزادہ کو آ گئے دی آگہی

بنایا وہاں ایک حصن حصین
حضور اسکی تھا پست چرخ برین

ہر اک جا تھے انواع نقش و نگار
بصد رنگ واں جلوہ گر تھی بہار

سپہدار کاؤس عالی جناب
پشنگ و سپہدار افراسیاب

لکھی سب کی صورت بخوبی وہاں
بنا ہر مکاں غیرت گلستاں

سوا اسکے بھیجا بہت مال و گنج
حضور ملک زادہ بیحد و رنج

سیاوش ملک زادہ سے واسطے
گیا چھوڑ تھا باپ کے گھر جسے

سپہدار توران ہوا شاد کام
رکھا پھر خوشی سے فرود اسکا نام

حضور سیاوش روانہ کیا
تحائف بہت بھیجے اسکے سوا

سیاوش سے رکھتا تھا وہ بغض و کین
یہ چاہے تھا کمبخت پیدا کہیں

ہوا جبکہ رونق فزائے ختن
نہ ہرگز خوش آئی ہوائے ختن

خبر دی کہ مسکن گزیں جا کے ہو
بآرام عیش و طرب واں رہو

کہ ہے اک مکاں مثل باغ جناں
ملکزادہ نے کی سکونت وہاں

بنا ہے درون حصار بلند
مکانہائے دلچسپ خاطر پسند

کیومرث و جمشید و فرخ نہاد
فریدون و منوچہر اور کیقباد

نریمان و ہم رستم و سام و زال
یہ جتنے تھے گردان ماضی کا حال

سنی شاہ توران نے یہ جو خبر
تو بھیجے وہاں اور اہل ہنر

پری چہرہ گلشہر رشک چمن
تو تھی حاملہ وقت عزم ختن

ہوا ان دنوں اس سے پیدا پسر
کہ تھا حسن میں رشک شمس و قمر

وہیں طفل کے ہاتھ کو زعفراں
لگا اور پنجہ کا اسکے نشاں

گیا لیکے گرسیوز نابکار
بحکم سپہدار توران دیار

کہ شاہزادہ نااہل ہے اس کے
نکلوائیے اقلیم توران سے

ہوئے کینہ سینے سے پوشیدہ تھا ‏ بظاہر تھا مداح شہزادے کا

بہت ساتھ اسکے مدارا کیا ‏ نہ آیا وہ ورتک وے پیشوا

تو پھر دلمیں اسکے ہوئی اوکد ‏ زیادہ ہوا اور کین و حسد

تو ظاہر کیا یوں کہ اے تاجدار ‏ سیاوش سے غافل نہ ہو زینہار

دماغ اسکا نخوت سے یکسر بھرا ‏ نہ کی تیری تعظیم اس نے ذرا

اطاعت سے تیری نہیں اسکو کام ‏ یہی سوچتا ہے وہ ہر صبح و شام

سنبھلے باطل کو افراسیاب ‏ سمجھ اور کہا بس نہیں پیچتاب

لگا کہنے یوں شاہ توراں زمین ‏ کروں اسکو ضائع یہ لازم نہیں

مناسب ہے یہ اور بہتر ہے یہ ‏ کہ بھیجوں اسے پیش کاؤس کے

کہ دیکھا سیاوش نے توراں دیار ‏ سب احوال یاں کا ہوا آشکار

یہ ہے مصلحت اے شہ ارجمند ‏ کہ رکھئے سیاوش کو اب کرکے بند

یہ سنکر لگا کہنے افراسیاب ‏ کہ بھیج سیاوش تو پھر جا شتاب

سیاوش کو نامہ دیا جاکے جب ‏ کہا پڑھکے اسنے بصد طرب

یہ سنکر وہ گرشیوز بد نہاد ‏ یہ سوچا کہ یہ گرامی نژاد

فریب اسنے اسطرح وہیں کیا ‏ یہ شہزادہ کا نامور سے کہا

وہ خاموش رہا پھر نہ پاسخ دیا ‏ قسم دیکے شہزادے نے پھر کہا

سیاوش کو اسنے دیا یہ جواب ‏ کہ ہے بدگماں شاہ افراسیاب

نہیں چاہتا زیر چرخ بلند ‏ کہ پہنچے تری جان کو کچھ گزند

نہیں ہے گماں یہ تجھے زینہار ‏ کہ تجھ پر کرے کچھ ستم شہریار

کیا کس طرح اسکو شاہ نے ہلاک ‏ خدا کا نہ ہرگز کیا خوف و باک

ارادہ یہ اسنے مصمم کیا ‏ کہ پہنچے تجھے زیر چرخ جفا

وہ بولا کہ ہوں برسر آشتی ‏ غلط شاہ سے ہے بدگمانی مری

دگر چلنا اب تیرے گر ہوشیار ‏ دہن میں بلا کے نہ جا زینہار

یہی مصلحت ہے کہ اب جاؤں واں ‏ بجا لاؤں فرمان شاہ جہاں

غرض رفتہ رفتہ یہ پایا قرار ‏ کہ واں لکھے عذر آنیکا ایکبار

ز نامور بادشاہ جہاں ‏ یہی آرزو ہے کہ حاضر ہوں لیک

ذرا بھی شفا ہو تو باچشم دید ‏ فقط [illegible]

گیا تہنیت نامہ لیکے جب ‏ ہوا شاہزادہ قرین طرب

بزرگی و حضوری کا آداب ان ‏ نہ لایا بجا و تریہ نشان

وہ رخصت ہو نامے کا لیکر جواب ‏ گیا یاں سے جب پیش افراسیاب

نہیں وہ سیاوش جو تھا پیشتر ‏ بیاں کیا کروں اسکا میں کر و فر

فراہم بہت کی اب اسنے سپاہ ‏ وہ رکھے ہے دلمیں خیالی تباہ

کرے ملک توراں میں برپا فساد ‏ خبردار اے شاہ والا نژاد

وہیں اپنے دلمیں یہ لایا خیال ‏ کہ شہزادے کو جلد دیجے نکال

پتہ جو کوئی لائے اپنے حضور ‏ دغا ساتھ اسکے ہو دانش سے دور

سنی جبکہ گفتار افراسیاب ‏ تو کمبخت نے پھر دیا یہ جواب

یقیں ہے کہ رستم کو لاوے یہاں ‏ کرے ملک تسخیر بے بیگماں

بہانے سے اسکو طلب کیجئے ‏ نہ تاخیر کو راہ اب دیجئے

دلاسا اسے دیکے اب لا یہاں ‏ غرض لیکے نامہ ہوا وہ رواں

کہ پیش شہنشاہ والا جناب ‏ سر و چشم سے جاؤ تم یاں شتاب

روانہ ہو پہنچے شتابی وہاں ‏ تو باطل مری بات ہو بیگماں

کہ جانا مناسب نہیں ہے وہاں ‏ وہ بولا کہ کس واسطے کر بیاں

تو یاں تک سخن کو ذرا لائیے ‏ حقیقت ہے کیا مجھ سے فرمائیے

تو ہے اک ملکزادہ با تمیز ‏ مری جان سے اور دل سے عزیز

سیاوش نے سنکر یہ پاسخ دیا ‏ کہ سلطاں نے داماد مجھکو کیا

یہ سنکر وہ بدکار کہنے لگا ‏ کہ اغریرث اس کا برادر جو تھا

فراہم کیا تو نے لشکر جو یاں ‏ شہنشاہ توراں ہوا بدگماں

کیا بیٹے یہ راز تجھ سے عیاں ‏ ولے دلمیں اپنے تو رکھو نہاں

لگا کہنے گرشیوز بدنہاد ‏ کہ اے نامدار گرامی نژاد

سیاوش نے سو سو طرح سے کہا ‏ کہ جو واں ہرگز نہیں ہے روا

ولے اسنے ہر بات کو رد کیا ‏ کہ تھا دشمن جاں وہ شہزاد کا

فریب اسکا واں ہوا کارگر ‏ لکھا نامہ شہزادے نے زود تر

ولیکن فرنگیس رنجور ہے ‏ تو ناچار یہ بندہ مجبور ہے

وہ گرشیوز بدگہر [illegible] جو ‏ روانہ ہوا واں سے لے نامہ کو

حضور شہنشاہ توران دیار — جو پہنچا تو بولا کہ اے شہریار
سیاوش ملکزادہ مغرور ہے — دماغ اس کا اب عرش سے دور ہے

ذلیل اسنے مجھکو کیا ہے سخت — کہ بیٹے بٹھایا مجھے زیر تخت
نہ ہرگز پڑھا نامے کو ایکبار — نہ میرا سخن کچھ سنا زینہار

کہا یوں کہ ہرگز نہ جاؤں وہاں — جو چاہے کرے بادشاہ یگاں
سنی شاہ توراں نے یہ بات جب — ہوئی مشتعل آتش قہر تب

گیا اسطرف شاہ لیکر سپاہ — مگر تا شاہزادے سے ہو کینہ خواہ
سیاوش جسدم سنی یہ خبر — تو گفتار گرسیوز حیلہ گر

ہوئی رہ نزدیک اسکے تمام — لگا کہنے شہزادۂ ذوالکرام
کہ جاتا ہیں گر پیش افراسیاب — تو بیشک مجھے قتل کرنا شتاب

فرنگیس یہ سنکے گریاں ہوئی — کمال اسکی خاطر پشیماں ہوئی
سیاوش سے بولی کہ اے نامدار — کہ بیجاں ہوا یا سے ایراں دیار

کہا اسنے چل تو بھی اے دلربا — فرنگیس نے تب یہ پاسخ دیا
کہ اب پنج ماہا حمل مجھکو ہے — کہ زنگی کیونکر بھلا راہ طے

مجھے چھوڑ کر یاں روانہ تو ہو — سلامت تو لیجا غرض جان کو
سواران جنگ آزما یک ہزار — لئے واں سے ساتھ اور رہ نا ملک

روانہ ہوا اور کہا یہ سخن — کہ پیدا پسر گر ہوا اے سیمتن
تو کیخسرو اس طفل کا رکھیو نام — اسے دیکھکر رہیو تو شادکام

یہ سنکر جو شاہ افراسیاب — مقابل سیاوش کے پہنچا شتاب
ہوا بس وہیں گرم بازار جنگ — ہوا کارزار خنجر و تیغ و خدنگ

ہوئے سربسر قتل پر اسپاں — رہا ایک تن بھی نہ زندہ وہاں
سیاوش کو بے اسپ آخر کیا — سپہدار توراں نے پھر یوں کہا

شجاع و دلیر و قوی ہے یہ مرد — دلیری و مردانگی میں ہے فرد
سیاوش کے نزدیک جو جائیگا — تو بس جان کو اپنی دے آئیگا

یہی مصلحت ہے کہ یکسر سپاہ — کرے تیر کا اس کو آماجگاہ
سپہ نے کیا رحم اور یوں کہا — سیاوش ہے اے نامور یگانہ

بھلا قتل یاں کس لئے کیجئے — مگر زندہ اس کو پکڑ لیجئے
بہجوم آخرش لاکے مرد دلیر — سیاوش لیس لیگیا کر اسیر

تو پھر قتل کا حکم شاہ نے دیا — تو یوں پہلوان پلیسم نے کہا
کہ شہزادے کے قتل میں ہیں بہار — نہیں چاہئے جلدی اے شہریار

رواں ہوکے پھر والئے افراسیاب — مکاں پر سیاوش کے آیا شتاب
ہوا دیکھ حیراں وہ سالے کمال — کہ ہے بات قلم غیرت گلستاں

فرنگیس آئی حضور پدر — پراگندہ گیسو و خستہ جگر
خروشان و گریاں و تن چاک چاک — لگی کہنے یوں با دل دردناک

کہ ایران سے آکے اے بادشاہ — سیاوش تیرے پاس لایا پناہ
کیا قصہ کیوں اسکے اب قتل کا — ستم پیشہ پر رکھنا کیوں دل

نکر خستہ و خوار مجھکو تو یاں — برائے خدا بخش اسکی تو جاں
کہ دنیا کا ہرگز نہیں اعتبار — نہ دم کا بھروسہ ہے کچھ زینہار

سمجھ بات کو اور مت کر یہ کام — کہ نفریں کریں خلق تجھپر مدام
ابھی رستم زال بھی زندہ ہے — سر تخت قائم ہے کاؤس کے

ہوئی گرچہ زاری کناں شاہ کو — عبث بر سر رحم آیا نہ شاہ
نہ خاطر میں لایا ذرا اسکی بات — اٹھایا نہ خون سیاوش سے ہاتھ

فرنگیس آخر ہوئی نا امید — ہوا بس شب تیرہ روز سفید
حضور سیاوش گئی ماہ رو — کہ دیدار آخر کی تھی آرزو

یہ کہنے لگی ہوکے زاری کناں — کہ آیا وطن چھوڑ کے تو یہاں
رکھا شہ نے تجھکو بسان پسر — اسے تو نے سمجھا بجائے پدر

خدا جانے کیا شہ پہ آئی بلا — جواب عہد و پیماں سے پھر گیا
کیا تسنے خون پر اپنے باندھی کمر — خدا کا نہ ہرگز کیا کچھ خطر

مجھے باپ سے یہ نہیں تھی امید — کہ غم سے میں لرزاں ہوں مانند بید
خدا تیری مشکل کو آساں کرے — دل بدسگالاں ہراساں کرے

غرض شہ سے رو رو کے پہلوان — بیکجا سپہدار آیا وہاں
سیاوش وہ میداں میں لیگیا — سیاوش پہ دل پلیسم کا جلا

گیا ساتھ اسکے وہ گریہ کناں — سیاوش ہوا پھر مناجات خواں
کہ پیدا کرے داور دادگر — مرے تخم سے ایک فرخ پسر

جو شہ نے کہا سو پیراں کیا
فرنگیس کو اپنے گھر لے گیا

ہوا فتنہ انگیز روئے کیں
سیاوش کی تقصیر تھی کچھ نہیں

ہوا شاہ پر ظاہر آخر نیاز
کہ بدبخت گرسیوز کینہ ساز

پشیماں ہوا خسرو نامدار
گرا شہ کی نظروں سے وہ نابکار

ولادت کیخسرو از بطن فرنگیس و خواب دیدن افراسیاب

فرنگیس بیچاری خستہ جگر
رہے تھی بآرام پیراں کے گھر

رکھا نام کیخسرو اس طفل کا
پھر اندیشہ پیران نے یہ کیا

نہ لایا غرض پیش افراسیاب
بیاباں میں کودک کو بھیجا شتاب

لئے شمع اک شخص آیا وہاں
سیاوش ہے دنبال اسکے دواں

کہ بیدار ہو خواب سے زود تر
شقاوت پہ ایام کے کر نظر

ہوا خوف پیدا جو دیکھا یہ خواب
اٹھا کانپتا شاہ افراسیاب

کہ یہ آج مجھکو ہویدا ہوا
فرنگیس سے پور پیدا ہوا

لگا کہنے وہ اے شہ نامجو
بیاباں میں پھینکوا دیا طفل کو

ہوا خوف و اندیشہ ہمدم مجھے
کہ ضائع کرے تو مبادا اسے

اور اب دوسری ناحق اس طفل کو
کرے قتل گر اے شہ نامجو

غرض اس نظر سے ہی لایا نہیں
اسے لاکے تجھکو دکھایا نہیں

سیاوش کو جیسے کیا تھا ہلاک
اسی سے تھا دل تاجور خوفناک

سنی بات پیران ویسہ کی جب
رہا وہ سپہدار خاموش تب

وہ پروردہ ہو کر بیاباں میں جب
ہوا دس برس کا بالطاف رب

کریں تربیت تاکہ شام و سحر
سکھاتے اسی الغرض [illegible]

سیاوش کے فرزند کو مردماں
بیاباں میں ڈال آئے تھی تاکہ وہاں

ولیکن یہ پہونچی خبر اب مجھے
کہ اس دشت سے ایک چوپاں اسے

مگر لوگ کہتے ہیں دیوانہ ہے
شعور و خرد سے وہ بیگانہ ہے

وہیں پیش کیخسرو ذوالکرام
یہ پیران ویسہ نے بھیجا پیام

غرض لیگئے دشت سے مرداں
اسے بالباس شہانی وہاں

لگا پوچھنے اس سے کچھ شہریار
وہ پاسخ لگا دینے دیوانہ وار

سنی گفتگو طفل کی اسنے جب
سپہدار ہنسکر لگا کہنے تب

جو کوئی بیاباں میں پروردہ ہو
نہ کیوں دل ہو کیوں اے شہ نامجو

جو نو ماہ گذرے تو پھر ایک پور
تولد ہوا حسن میں رشک حور

کر لیا یوں گر پیش شاہ جہاں
تو ضائع کرے طفل کو ناگہاں

ادھر خواب میں شاہ توراں کو شب
نظر آئی یہ واردات عجب

لئے ہاتھ میں تیغ الماس کار
یہ کہتا ہے وہ سرور نامدار

شب جشن ہے اور روز طرب
کہ پیدا ہوا شاہ کیخسرو اب

طلب شاہ نے پیراں کو وہیں کیا
جو حاضر ہوا وہ تو اس سے کہا

کیا اسنے اقرار شب یوں کہا
کہ اس طفل کو اب مرے پاس لا

یہ سنکر لگا کہنے افراسیاب
کہ یاں کیوں نہ لایا دیا یہ جواب

ہوا ایک تو ظلم یہ مجھسے آہ
سیاوش کو کشتہ کیا بے گناہ

تو ایسا نہ ہو پھر کہ آفت بلا
تو ہو وے گرفتار قہر خدا

تری بہتری چاہوں شام و پگاہ
کہ ہوں میں ترا بندۂ نیکخواہ

وہ دیکھے تھا خواب پریشاں مدام
پراگندہ خاطر تھا ہر صبح و شام

نہ لایا زباں پر سخن کو ذرا
تو پوچھا پھر اس طفل کا ماجرا

تو پیران ویسہ نے بھیجے وہاں
ہنرمند دانا و کار آگہاں

وہ پیراں تھا شہ کا جو مختار کار
لگا کہنے اکدن کہ اے شہریار

نہ زندہ رہے کودک شیرخوار
نہ گردن پہ تیری ہو خون زینہار

خوشی سے اٹھا لیگیا اپنے گھر
کیا اسکو پروردہ مثل پسر

یہ پیراں سے بولا وہ افراسیاب
کہ دیکھوں میں اسکو بلا و شتاب

کہ دیوانہ بنکر تو یاں آئیو
زباں پر پریشاں سخن لائیو

کیا تاجور کو سلام اسنے جب
ہوا کچھ سپہدار شرمندہ تب

کہا شہ نے کچھ طفل نے کچھ کہا
سوال اور تھا واں جواب اور تھا

کہ یہ طفل دیوانہ ہے بیگماں
یہ بولا وہ پیران ویسہ کہ ہاں

کہا شہ نے یہ طفل دیوانہ وار
نہیں ہے کسی کام کا زینہار

نہیں کچھ بد و نیک کا اس کو ڈر
نہیں کینہ جوئی کا ہرگز خطر

جو چاہو تو لیجا کے اس طفل کو
فرنگیس کے ایحوالے کرو

سیاوش کا جو ساختہ ہے مکان
عیاں ہے مزار سیاوش وہاں

یہ کہدو کہ مسکن گزیں جا کر ہو
رکھے پاس آپ اپنے فرزند کو

سنی جب یہ گفتار افراسیاب
تو پیران و بیہ نے اسکو شتاب

حوالہ کیا پس فرنگیس کے
کیا گھر سے پھر اپنی رخصت اسے

فرنگیس جس دم کہ پہنچی وہاں
تو ویران پایا وہ شہر و مکاں

بنا کر زلدے سے شہر پاک پر
جو دیکھا تو روئیدہ ہے اک شجر

فرنگیس و کیخسرو مہ جبیں
ہوئے اسکے سائے میں مسکن گزیں

خبر یافتن شاہ عالیجناب کیکاؤس از کشتہ شدن شہزادہ والا تبار سیاوش و طلبیدن رستم پہلوان از زابلستان و عزیمت تہمتن با فوج گراں برائے انتقام سیاوش طرف توران و جنگ با افراسیاب و فتح یافتن و ہفت سال در توران ماندن

سنی شاہ کاوس نے یہ خبر
کہ ترکوں نے کاٹا سیاوش کا سر

ہوا سنکے دلگیر و اندوہگیں
کسی کو روانہ کیا پھر وہیں

کہ رستم کو زابل سے لے آؤ یاں
یہ سنتے ہی وہ رستم پہلواں

روانہ ہو زابل سے آیا شتاب
حضور جہاندار کیواں جناب

سیاوش اسکو ہوا یہ الم
کہ قاصر ہے جسکے بیاں سے قلم

یہ بولا کہ تھا اے شہ نامدار
اسے خوف سودابہ نابکار

سمجھا اس سبب سے وہاں سے نکل
گیا بلخ سے بھیجنے سے اجل

کہا شہ نے سودابہ کمبخت ہے
مرا دل تبھی اس سوا سخت ہے

وہ بولا کہ اے شاہ آفاق گیر
تو اسکا بھلا کیوں ہے فرماں پذیر

جو کوئی کہ ہو سرور انجمن
یہ لازم نہیں ہو جو محکوم زن

یہ بدکیش ہے سخت بیداد گر
کروں تن سے اسکے جدا جا کے سر

رہا سنکے خاموش شاہ جہاں
گیا پھر شبستاں میں وہ پہلواں

کیا قتل واں اسنے سودابہ کو
نہ بولا ذرا وہ شہ نامجو

تہمتن لگا کہنے یہ بعد ازاں
کہ اے شاہ شاہنشہاں جہاں

کروں قصد اب سوئے افراسیاب
قیامت کروں جا کے برپا شتاب

یہ کہکر وہیں با سپاہ گراں
رواں سمت توراں ہوا پہلواں

دلیران و گردان ایران دیار
گئے ہمرہ رستم نامدار

صغیر و کبیر اور پیر و جواں
سبھی تشنہ خوں ایرانیاں

وہ پہنچے جو سرحد میں توران کے
مقابل ہوا ایک گردان کے

کہ اس گرو کا نام آباد تھا
وہ یعنی کہ حاکم تھا سنجاب کا

ہوئے وقت پیکار کے وہ جواں
ہوا قید ہستی سے آزاد واں

یہ جب شاہ توراں کو پہنچی خبر
تو شہزادہ اک سرخہ نامور

عزیز دل شاہ افراسیاب
پئے جنگ پیکار آیا شتاب

فرامرز پور تہمتن وہیں
مقابل ہوا اسکے از روئے کیں

کہ رزم سرخہ کو کر کے اسیر
حضور پدر لے گیا وہ دلیر

کہا طوس سے اسنے اے نامور
عوض سیاوش اسے قتل کر

لیا طوس نے خنجر تیز جب
یہ کہنے لگا طوس سے سرخہ تب

کہ تھا شہزادہ یکا میں دوستدار
بہت اسکے غم سے ہوا اشکبار

تصدق میں شہزادہ کی روح کے
مجھے بخش اور درگذر خون سے

سر رحم آیا وہ طوس دلیر
یہ بولا کہ اے رستم شیرگیر

سنکے یہ الحاح و زاری بیاں
کہے تو اسے جان بخشدوں یہاں

یہ بولا تہمتن خدا کی قسم
جہاندار کشور کشا کی قسم

نہ ہرگز کروں رحم اے پہلواں
کروں قتل ترکوں کو تا جاوداں

شتاب اسکے تن سے کرو سر جدا
یہ سنکر اسے ذبح اسنے کیا

ہمارا ہوا اب قتل منظور گر
تو پھر بچیگا کوئی نہ زنہار سر

وے ہم سے ہوگا نہ یہ زینہار
جو اس اژدہا سے کریں کارزار

کہا آپ ناچار پھر قصد جنگ
گیا سوئے میدان غرض بیدرنگ

تو اب مجھسے ہو آ تک ہم نبرد
یہ سنکر ہوا خندہ زن شیر مرد

یہ کہکر گیا سوی میدان شتاب
مقابل ہوا اسکے افراسیاب

سپہدار نے نیزہ اک آن کر
جو مارا سر رستم نامور

یہ چاہے تھا پھر رستم ارجمند
کمربند میں نیزے کو کرکے بند

تہمتن نے مارا جو نیزہ شتاب
لگا بر سر اسپ افراسیاب

غرض ترک نے رخش کو زود تر
دلیری سے مارا گرز آن کر

لگی ہاتھ فرصت تو افراسیاب
سوار اور گھوڑے پہ ہوکر شتاب

دلیری سے پھر رستم پہلوان
ہوا سوی سوہاں جو حملہ کناں

وہیں لشکر رستم نامور
تہمتن کے شامل ہوا آن کر

سہ فرسنگ چون اژدہائے رواں
گئی فوج ایران تعاقب کناں

ہوئی فوج رستم ظفر یاب جب
ہوا شاہ توراں کو اندیشہ تب

روانہ کئے بس وہیں مرد واں
کہ تا شہزادہ کو لے آویں یہاں

وہ آیا تو پیراں سے شہ نے کہا
کہاں رکھئے اسے یہ پاسخ دیا

وہاں بھیج شہزادے کو پھر وہاں
کہ تا کوئی اسکا نہ پاوے نشاں

بہت ملک تسخیر اس نے کیا
بہت گنج اور تخت و افسر لیا

کیا قتل ترکوں کو بس جابجا
نہ اک ترک واں جز زنیت رہا

تہمتن بصد فر و جاہ و جلال
رہا ملک توراں میں تا ہفت سال

تہمتن نے پھر قصد ایران کیا
طلب کرکے تب گیو کو یوں کہا

غرض گیو کو کرکے رخصت وہ کرد
فرامرز کو ملک کرکے سپرد

زر و مال و اسپان بازین زر
غلامان ترک اور گنج گہر

یہاں تک سے اپنے ہر ایک کو
تو کر قتل اسے خسرو نامجو

کہا پہلوانوں نے جب یہ سخن
تو نکلیں ہوا سرد بر انجمن

کہا شاہ نے واں بہ بانگ بلند
کہ اے پہلوان رستم ارجمند

کہا جاکے یوں شاہ توران سے اب
سیاوش کا کینہ بالطاف رب

ہوئی بارش تیر پیلے تو ہاں
لگی چلنے باہم سناں بعد ازاں

تو جا پہونچی چرم کمر تک سناں
رہا خیر سے لیک جسم جواں

زمیں سے سپہدار کرکے اٹھا
وہیں ایک جانب سے ہومان گیا

یہ بیتابی اس دم ہوئی اسپ کو
کہ بس گر پڑا وہ شہ کینہ خواہ

ہوا رخش اس ضرب سے دردمند
رہا لیک قائم یل ارجمند

گریزاں ہوا چھوڑ میدان کو
بچا لیگیا اپنی وہ جان کو

تو ہوماں نے واں سے راہ فرار
گیا اسکے دنبال وہ نامدار

نہ تورانیوں میں رہی تاب جنگ
فراری ہوئے سربسر بیدرنگ

غرض اسطرح ترک کشتے ہوئے
کہ کشتوں کے تا چرخ پشتے ہوئے

کہ شاہزادہ کیخسرو نامجو
پڑی ہاتھ رستم کے ایسا نہ ہو

گئے لوگ اسکو لائے شتاب
حضور سپہدار افراسیاب

رکھو اسکو ویسے چھپ کے ادھر
کہو ہرگز نہیں ہے وہاں کچھ خطر

سپہدار توراں کو کرکے تباہ
تہمتن ہوا ملک توران کا شاہ

سران سپہ کے لگا ہاتھ زر
تو انگر ہوئی وہ سپاہ سربسر

جو لیتا کوئی نام افراسیاب
تو رستم اسے قتل کرتا شتاب

روانہ کیا لشکر بے حساب
بدنبال سلطان افراسیاب

کہ اے گیو اب لاکے کر جستجو
تو کیخسرو نامبردار کو

ہوا سوئے ایراں وہاں سے رواں
شگفتہ دل و خرم و شادماں

کہا لیکے جب پیش کاوس شاہ
بہت خوش ہوا شاہ گیتی پناہ

رفتن گیو بتلاش کیخسرو و نشان یافتن ملکزادہ و ستاد و طرف ایران و جنگ با کلبہ

یل نامور گیو جنگی سوار
بہ فرمودۂ رستم نامدار

کسی کو نہ ساتھ اپنے وہ لیگیا
فقط آپ تھا اور کہ تیغ زن تھا

شتابی سے شبدیز پر کرکے زیں
روانہ ہوا سوئے دریائے چیں

ہر اک جا سے لیتا ہوا راہبر
ہوا جادہ پیما یل نامور

ہر اک سے تھا پرساں ترکی زبان
ہر اک راہبر کو وہ جنگی جواں
رواں ہو گیا گیو جب بعد ازاں
جو دیکھا تو پھر اُسنے وقتِ سحر
بتا دیں اسے اس جزیرہ کا نام
اٹھاتا ہوا محنت و رنج و درد
نہ خواب اسکو تھا اور نہ آرام تھا
کہیں خسرو نامور کا نشاں
خیال آ گیا دل میں یہ ایکبار
کیا گیو نے رنج بے اختیار
لگے پوچھنے گیو سے اسپواں
کیا راہ کو گم شکار افگناں
کیا گیو سے یہ انہوں نے بیاں
سنا یہ سخن جب تو وہ شیر مرد
کئی دن سے جو گیو بیخواب تھا
اسے خواب میں الغرض چھوڑ کر
کیا تھا جو دریافت اُسنے دہم
گل تازہ کا طرہ سر پہ ہوا ایک
کہا اپنے دل میں اسے دیکھ کر
مگر ہے سیاوش کا فرزند تو
کہ ہے گیو گودرز کا تو پسر
لگا کہنے پھر وہ یل نیک خو
مرے باپ کا ایک ایوان ہے
سپہر رستم و طوس و گودرزیاں
یہ پیدا کہاں اے خسرو خسرواں
پہ اک عرض اور بھی ہے خسروا
مقرر یہ ہوتا تھا اک نشاں

نشان ملک زادہ جم نشان
کرے قتل تھا دشت کے درمیاں
یہ گودرز نے خواب دیکھا یہاں
روانہ کئے چند مردم اُدھر
جہاں ہو وہ شاہزادہ ذوالکرام
شب و روز تھا گیو صحرا نورد
بیاباں نوردی سے بس کام تھا
نہ پایا تو عاجز ہوا پہلواں
کہ پھر چلیئے اب سوئے ایران یار
رکھا سر سوئی وادی کوہسار
تو سرگشتہ کیوں ہو اکیلا یہاں
بیاباں میں آ گیا ناگہاں
کہ پیر انکے ہیں ہم فرستادگان
ہوا انکے ہمراہ جادہ نورد
اسے خواب واں رات کو آ گیا
وہاں سے وہ غائب ہوئے سربسر
روانہ ہوا گیو وقتِ سحر
کہ قدرت پہ اسکے ساغر ہوا ایک
کہ شاہ ہے وہ خسرو نامور
جہاندار کیخسرو نام جو
یہ سنکر وہیں پشت زین سے اُتر
کہا اسے یاد شہزادگی نام جو
کہ خوبی سے رشک گلستان ہو
جو آویں تو پہچان لوں بیگماں
شکوہ کیانی ہے تجھ سے عیاں
کہ بازو کو اپنے ذرا کیجے وا
کہ بازوئے خسرواں کیا نشاں

نشاں اس کا کوئی بتاتا نہ تھا
نہ پہنچائے تا کوئی جا کر کہیں
کہ مسکن کا اپنے بتاتا ہے نام
کہ تا گیو کے جا کے ہوں راہنما
نمایاں ہوئے زیر چرخ بریں
خورش گور پوشش بھی تھی چرم گور
کیا گیو و بے جیسے گذر
لگا کہنے افسوس کر کے کمال
ولے مردمی نے اجازت نہ دی
دو چار آ گئے چار ہی چند کس
بترکی زباں گیو نے یوں کہا
ولے یہ کہو یاں تمہارا گذر
خبر لینے کیخسرو کی جاتے ہیں ہم
نمایاں ہوئی رفتہ رفتہ جو شام
ہوئے گیو سے کچھ وہ اندیشہ مند
وہ جاگا تو واں کو نہ پایا وہاں
پھر اک چشمے پہ جا کے پہونچو وہاں
عیاں سے جبیں پر شکوہ شہی
وہیں گیو نے اسکو کرکے سلام
یہ سنکر کہا اس جواں نے وہیں
دیا گیو نے اپنے سر کو جھکا
مجھے تو نے پہچان کیونکر لیا
کبھی صورت پہلواناں تمام
ولے کس طرح تو نے جانا مجھے
تری شان سے یہ ہوا آشکار
نشاں کیاں تا پدر آرہو
کہ تھا یعنی ارث سے کیقباد

مکاں اُسکا ہرگز وہ پاتا نہ تھا
خبر پیش سالار توران زمیں
ملک زادہ کیخسرو ذوالکرام
ہیں ساتھ اب اُسکے صبح و مسا
ولیکن ملا گیو اُن کو کہیں
بجائے نمک تھا وہاں آب شور
نہ مقصد کا پھر ہاتھ آیا گہر
گئی رائیگاں محنت ہفت سال
حیا نے بھی زنہار رخصت نہ دی
یکایک ہوئے آ نکے ہمنفس
مجھے بیشتر شوق ہے صید کا
کدھر سے ہوا جادہ گئے تم کدھر
فلانی جگہ ہے وہ فرخ شیم
تو دیکھا کیا رہرواں نے مقام
کہ ایسا تھا اس سے پہلے گزند
ولے خسرو نامور کا نشاں
یہ دیکھا کہ اک بیٹھا ہے نوجواں
نمایاں ہے یکدست فرہی
گذارش کیا یوں کہ اے ذوالکرام
کہ اے پہلواں مجکو ہے یہ یقیں
ادب سے زمیں بوس حال کیا
تب اس نوجواں نے یہ پاسخ
بتایا مجھے اُسنے ہر اک کا نام
ہوا نام معلوم کیونکر تجھے
کہ ہے تو ہی کیخسرو نامدار
تشفی کریں خاطر زار ہو
دلیل درستی و نسل نژاد

سخن سنکے خسرو نے یہ گیو کا
یہ دیکھا تو شاداں ہوا پہلواں
کیا اسکو گھوڑے پہ اپنے سوار
فرستادہ پیراں کے اس چشمہ پر
ہوے جب نہ مقصد کی کامیاب
غرض گیو و خسرو قرین طرب
مبادا کہیں مردماں حسود
وہاں ہیں اور اگ کر نہ ہراد نام
یہ سنکر گیا گیو جنگی جواں
سوار اپنے ہوکر وہاں سے تبھی
یہ پیراں کو سنکر ہوا اضطراب
سہ صد لیکے ساتھ اپنے مرداں کار
اسے دیکھکر گیو جنگی سوار
سنی تھی یہ اختر شناسوں سے بات
رہیگا یہ محفوظ آفات سے
ہر اک طرف گھوڑا ڈیکو دوڑاے تھا
پھرا گیو جنگی بہ فتح و ظفر
کہا گیو سے شاہزادے نے پھر
مدد سے تمہاری اقبال کی
سوی ہراہ بے راہ وانسے دلن
کہا گیو کیا جاکے احوال جنگ
وہ گلباد کہتا تھا یہ بار بار
سپہ لیکے توراں سے پھر سالار
سپہدار پیراں کینہ پژوہ
ہراول تھا اسکا ولاد رپشن
نمایاں ہوا دور سے جب علم
جگایا وہیں خسرو گیو کو

وہیں اپنا بازو برہنہ کیا
ادب سے ہوا وہیں سجدہ کناں
جلو میں ہوا گیو فرخ تبار
گئے جب تو پائی انہوں نے خبر
تو بس پھر گئے سوئے پیراں شتاب
گئے جب فرنگیس کے پاس تب
خبر پاکے پہونچیں یہاں مثل دود
بہت ولپسنا اور سے تیز گام
بسوئے چراگاہ اسپاں رواں
فرنگیس کیخسرو و گیو بھی
کہ ضامن تھا وہ پیش افراسیاب
کیا کرکے بل زشتا وتا شعار
ہوا آکے آمادہ کارزار
کہ ہو وہ بگا کیخسرو خوش صفات
غرض جمع خاطر تھی اس بات سے
نہ تیروں کو خاطر میں کچھ لاتے تھا
کیا پیش کیخسرو نامور
کہا تو نے بیدار مجھکو نہ کیوں
مخالف کی سب فوج پامال کی
وہ کہا جو کچھ ہاتھ آیا وہاں
ملامت کی لگنے اسے بیدرنگ
نہیں سا ہم و ترش سے کوہ سوار
ہوا آپ پیراں دلیر رواں
کہ ہر روز چلتا تھا کینہ کردہ
قوی دست گردکش و پیلتن
تو سمجھا فرنگیس فرخ شمیم
ہوے جبکہ بیدار سب نامجو

برہنہ ہوا جبکہ بازوے شاہ
سپہدار ایران و توران کا
قریب طرب وانسے ہوکر رواں
کہ اک گرد اقلیم توران کا
فرستادہ گودرز کے بھی وہیں
وہ بولی کہ تاخیر کیجے نہ یاں
یہاں سے ہے نزدیک اک مرغزار
سیاوش کے گلے کا ہے اک سمند
وہیں کرکے لایا اسیر کمند
روانہ ہوئے سوئے ایران کو
روانہ کیا اس نے گلباد کو
ادھر خواب میں تھا وہ بیدار بخت
پکڑ گرز اور کھینچکر تیغ تیز
جہاں تاجور بادشاہ عظیم
وہ گرد دلاور یل شیرزاد
جو میداں میں مغلوب ترکاں ہوئے
کیا جنگ کا ماجرا سب بیاں
وہ بولا نہ تھا یہ گوارا مجھے
ہوا شادماں خسرو پاکدیں
کیا جبکہ گیو و پیراں کے پاس
کہ اک پہلواں سے ہیں فرزانہ سا
ولیکن نہ پیراں کو تھا کچھ یقیں
فرنگیس رشک مہ آفتاب
الغرض کہاں جاکے پہونچا وہاں
وہ کیخسرو و گیو تھے [illegible]
وہ پیراں دلیر آیا اور
تو کہنے لگا خسرو نامدار

نمایاں ہوا وہ نشان سیاہ
بیاں ماجرا اسکے آگے کیا
جہاں تھی فرنگیس آئی وہاں
بیاں ماجرا اسکے آگے کیا
کہے پھر کہیں اسکو پایا نہیں
ابھی ہو چکے سوئے ایراں رواں
کہ اسپاں سلطان توراں دیار
اسے جاکے لاے یل ارجمند
نہ تنہا وہ اسپ اور بھی اک سمند
ہوئی ساتھ تا جیحون پر ردگا
بدنبال کیخسرو نامجو
کہ پہونچا ادھر وہ نگوں سار بخت
بیاباں میں برپا کی اک رستخیز
بتائید فضل خدائے کریم
کہ رکھتا تھا اس قول پر اعتماد
سراسیمہ یکسر گریزاں ہوئے
ہوا سنکے خسرو تاسف کناں
کہ پیچھیں کرتا جگا کر مجھے
کہا مرحبا صد ہزار آفریں
عیاں اسکے چہرے سے تھا بیم و یاس
گریزاں ہوئے تین سو پہلواں
ہوا سنکے یہ ماجرا خشمگیں
نہ رکھتی تھی زنہار لغزش کی تاب
ملک زاد تا منزل گزیں تھا جہاں
کہ پہونچے وہاں جاکے توراں
نہیں تا کہ لیجاے پابند کر
کہ ایسے پہلواں میں بھی لڑا کی بار

ستیزندہ افواج توران سے ہوا
ابھی تو نے پیکار دیکھی نہیں
کہا پھر یہ خسرو نے اے شیر مرد
یہ سنکر دیا گیو نے یہ جواب
تیرے رتبے سے زنہار کمتر ہوں میں
اور اپنی بچے دختر مہ جمال
میرا خالق مہر و مہ یار ہے
یہ کہکر وہیں گیو جنگی سوار
پشن سے لگا کہنے وہ پہلوان
تو ہی گیو آیا ہے ایران سے
یہ کہکر اٹھایا جو گرز گران
نہ ہرگز ہلا گیو وہ مرد دلیر
تو جوشن سے کرکے اپنے گذر
وہ پیران ویسہ پھر آیا وہیں
ولیکن جو دارا ب اسے جوان
زرہ پارہ اور چاک کر پیرہن
کہ ہیں ہاں روزن کو تیری چھپے
جہاں میں بجز رستم شیر مرد
کیا کشتہ وخستہ گران کے
کوئی زندہ اس فوج میں جو بچے
وہاں میں پھر آؤں با گروہ ہم
یہ گفتار جنگی پیل نامور
کہ جا ور گذر اب تجھے بیٹے کی
یہ کہکر وہیں گیو جنگی جوان
وہیں پھیر لاور نے جھپکی کمند
ولے اس جوان کی ذرا جسم پر
اور اک ہاتھ سے اسکی [illegible]

تن خیل ترکاں کروں غرق خوں
مبادا کچھ آسیب پہونچے کہیں
کرونگا مدد تیری وقت نبرد
کہ اے تاجدار شہا جناب
ہنر اور قوت میں یکساں ہوں میں
تہمتن نے دی ہے کئے شادماں کمال
اور اقبال شاہی مددگار ہے
گیا سوئے میداں پئے کارزار
کہ تو کون ہے تک بتا اے جوان
چورا پیچا شہ کو توران سے
تو لایا سپر سر پہ وہ پہلوان
رہا پشت توسن پہ قائم وہ شیر
ہوئی کالبد پر سناں کارگر
لگا گیو سے کہنے از روئے کیں
کہ میں آن پہونچا بگرز گراں
غرض اسکے پہناؤں تجھکو کفن
پکڑ لیگیا تھا را کین سے
نہیں ہے کوئی بھی مرا ہم نبرد
ہزاروں سواروں کو توران کے
تو پھر کہیو مت مرد میداں مجھے
جہاندار خسرو لیکر ادھر
ہوا انکے پیراں کے دلپر خطر
رہائی تجھے ہاتھ سے اپنے دی
ہوا تھے بدخواہ حملہ کناں
ہوئی چاک گردن پیراں کی شد
کوئی زخم ہرچند تھا کارگر
چھپے سہمت تھی ضرب گرز گراں

وہ بولا کہ اے شاہ فرخ خصال
مرے تن میں ہے جبتلک جان کا
ادھر تو ہے تنہا ادھر کینہ خواہ
تہمتن کی مانند بیٹے کہیں
بہت اسنے ہاں آزمایا مجھے
لگا کہنے پھر گیو فرخندہ خو
بلندی پہ آکر تماشا تو دیکھ
ادھر سے پشن لیکے نیزہ بڑھا
دیا پاسخ اسنے کہ ہوں میں پشن
یہ ونددی تو کرکے کہاں جائیگا
لگی ضرب جا گرز گراں سیقدر
سپر چھوڑ کر لیکے نیزہ وہیں
ہوا غرق خوں میں سراپا بدن
کہ تو نے مری فوجکو دی شکست
تری سر پہ لاتا ہوں کیا کیا بلا
دیا اس جوانمرد نے یہ جواب
تری تاب کیا ہے جو میدان میں تو
تہمتن کو دیکھا ہے تو نے کہاں
اور اب فوجکو تیری امید نہیں
گرفتار کرکے پھرا نابکار
نہ توران ہے پھر نہ افراسیاب
ہوا نا امید اپنی وہ جان سے
یہ بولا کہ تو نے تو چھوڑا مجھے
وہ پیراں گریزاں ہوا اپنے گھر
ہے یہ ترک ہر وقت حملہ کناں
یہ دیکھو دلیری گرد بلند
وہ پیراں کو لایا وہاں کھینچکے

تو ہے نوجواں بلکہ ہے فرد سال
یہ شایاں نہیں تو کرے کارزار
رکھے ہو بہت ساتھ اپنے سپاہ
مدد وقت پیکار جاہی نہیں
برابر غرض اپنے پایا مجھے
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
سر جنگ کرتا ہوں کیا کیا تو دیکھ
ہوا گیو پیل سے وہ جنگ آزما
سرافراز گرداں میں ہیں پشن
یہ ہلنے تو جانے نہیں پائیگا
رواں خوں ہوا بر تن پیر سی
جو مارا دلاور نے از روئے کیں
ہوئی ہیں تہ خاک جائے پشن
کیا سرپلپٹان کو یکدست پست
تہ خاک دیتا ہوں تجھکو ملا
وہی ہیں میں اے ترک خانہ خراب
مرے ساتھ ہو آکے تو جنگجو
کہ تنہا گئے یار وہ پہلوان
تہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں
تجھے لیچلوں سوئے ایران بار
کروں ملک توران کو یکسر خراب
لگا کہنے اس مرد میدان سے
ولیکن میں اب چھوڑتا ہوں تجھے
کہ دیکھی نہ زنہار یاری جنگ
لگی چلنے واں تیغ و تیر و سناں
کہ اک ہاتھ سے کھینچتا تھا کمند
جہاں تھا ملک زادہ نامور

کمند اسکے ہاتھ میں ہے وہ جوان   گیا پھر کے جنگ توران ستاں
ظفر یاب ہو زیر چرخ بلند   گیا پیش خسرو بل ارجمند
بصد عجز پیران ارے کہاں   وہ لایا تھا عذر خطا بر زباں
کہ اے گیو یہ ترک ہے دوستدار   مخالف ہمارا نہیں زینہار
رکھا اسنے خسرو کو چو پاس گھر   بر اندیش سے تا نہ پہونچے ضرر
شب و روز حاضر تھے خدمتگذار   پے خدمت خسرو نامدار
وگرنہ یہیں شاہ توران میں   کیا چاہتے تھا قتل از روئے کیں
اگر بعد نیکی کے لے پہلوان   ہوئی اک خطا اس سے سرو نہان
غرض اسکی جان بخشی اب ہو ضرور   نکیجے تو لطف و کرم سب سے دور
کہ گلگوں کروں اسکے خوں سے زمیں   لگا کہنے پھر خسرو پاک دیں
جو ٹپکے ذرا تیرے خنجر سے خوں   تو پھر بیگماں ہو زمیں لالہ گوں
غرض گیو نے اس طرح سے کہا   کہ جس طرح خسرو نے فرمان دیا
حقیقت جو کچھ تھی سو کہہ سب کہی   ہوئی شاہ توران کو جب آگہی
گئے مردماں سب کے بھیجی وہاں   کیا حکم یوں پر گذرباں کہ ہاں
سپہدار توران بھی پھر بعد ازاں   ہوا آپ پھر فوج لیکر رواں
وہ چاہتا تھا ہر [illegible]   لئے ساتھ تو رانیوں کا گروہ
گئے رفتہ رفتہ وہ جب گھاٹ پر   تو جیحون طغیانی آیا نظر
کہاں یوں سند ہے ترے پاس گر   تو کشتی میں جا شوق سے بیٹھکر
گذرباں نے پاسخ دیا یہ کہ خیر   ملیگی نہ کشتی سند کے بغیر
کہا گیو نے تب کہ اے نوجواں   ہمارا خداوندزادہ ہے یاں
گذرباں نے پھر یوں کہا العزیز   حوالے مرے کیجئے یہ کنیز
کہا یہ گذرباں نے پھر گیو سے   کہ دو تاج زر اس سے لیا چھیے
سوا اسکے یہ ہے نشانی جدا   نہ اسکے لئے کیجے زنہار کد
ولے اور چندیں زرہ لیجیے   نہ ہٹ اس زرہ کیلئے کیجیے
گراں جب سے وہ گئے تم آپ ہی   تو یاں سے نہ ہوگا گذر آپکی
ولیکن گذرباں ہوا تند و سخت   لگا کہنے تب گیو فیروز بخت
وہ سمجھا کہ بیہودہ گفتار ہے   کسی کی نہیں تاب زنہار سے

مقابل نہ آیا کوئی زینہار   ہوئے جادہ پیمائے دشت فرار
کہا عرض لے خسرو نامجو   کروں قتل پیران بدکیش کو
ز روئے عنایات و شفقت بہر   لگا کہنے یوں خسرو پاک دیں
فرنگیش نے بھی کہا یوں کہ ہاں   یہ اپنا نکو خواہ ہے بیگماں
تجوئی وہاں بھیجدا دایہ کو   کیا پرورش اس گرانمایہ کو
رہا ہمکو پیراں نے خوں سے کیا   شرائط نہ کوئی کی لایا بجا
تو ہرگز نہ رکھ خون اسکا روا   اگر یہ ہے سزاوار لطف و عطا
تو ہرگز شمار اس خطا کا نہیں   سمجھ اسکی طرف سے نہ رکھ دل میں کیں
گزارش پھر اس پہلواں نے کیا   یہ کھائی ہے بیٹے قسم خسروا
کہ اک ہاتھ خنجر پہ گستاخ کر   تو اب کان میں اسکے سو راج کر
رہا کر اسے بند سے بعد ازاں   کہ تا ہو کے یہ سمت توراں رواں
رواں ہو کے پیراں ابیشتاب   وہاں سے گیا پیش افراسیاب
تو غم سے ہوئیں اسکی آنکھیں پر آب   لگا کرنے افسوس افراسیاب
کہ اس مشکل سے ایک ان ہر دو   چلے ہم جہاں دیں تم قتل انکو کرو
ہوا گرم بلغر شہ کینہ جو   کہ جانے نہ دے خسرو و گیو کو
ولے ہر زماں فضل و لطف خدا   مددگار تھا خسرو و گیو کا
گیا گیو واں گذرباں کے پاس   گذرباں لگا کرنے گفتار پاس
یہ سنکر لگا کہنے وہ پہلواں   سند گم ہوئی راہ میں ناگہاں
مگر تم یہ اسپ سیہ مجھکو دو   گذر پھر یہاں سے بخوبی کرو
نہ دیگا یہ گھوڑا اسے زینہار   ہمارا نہیں اسپہ کچھ اختیار
یہ سنکر کہا گیو نے یہ بیاں   کہ اس کی ہے مادر مہرباں
پھر اس سے یہ اس جا اسنے کہا   نہ دیگا یہ افسر کہ ہے بے بہا
وہ بولا کہ اپنی زرہ دے مجھے   یہ بولا کہ یہ تو نہ دونگا تجھے
گذرباں یہ کہنے لگا العزیز   طلب کی ہیں بیٹے جو یہ چار چیز
لگا گیو پھر کرنے نرمی وہاں   کہ لازم تھی ہرگز نہ گرمی وہاں
کہ ناچار دریا میں آتے ہیں ہم   گذرباں سے تا یاب جاتے ہیں ہم
جو اس رفتہ دریا چلتے گذر   کہ جس میں ہر ناؤ بون کو خطر

کیا جشن گودرز نے اپنے گھر
بزرگان ایراں گئے سب وہاں
یہ کہنے لگا گیو سے اے جواں
نہ خسرو کے آگے ہیں ہرگز جھکیں
ترے گیو یاں اسکو لایا عبث
دلاور جوان و قوی جنگ ہے
یہ گفتار سن گیو فرخندہ خو
ثنا خواں تھا ہر دم وہ پہلوان
کیا طوس کا ماجرا سب بیاں
یہ کہکر گیا اسپ پر ہو سوار
لیا اور نبیرے تھے ہفتاد و شش
رکھے ساتھ کاویانی درفش
جو ہو گرم بازار پیکاریاں
بہم دیکھکر جنگ جوئی شتاب
خبر شاہ کاؤس کو بھیجے
جو پہونچا یہ فرمان جہاندار کا
مناسب ہے آیا اور یوں بصلاح
کیا طوس نے عرض یوں پیش شاہ
کہ ہے پور شاہ خلائق پناہ
یہ سنکر وہ گودرز کہنے لگا
کرے روح کا اب سیاوش کی شاد
بلسان فریدون فرخ خصال
فریبرز کو ہے یہ طاقت کہاں
تو کیوں پاس کا کار فرما ہوا
کہا طوس ذی لیوں کہ ہو شور بخت
ترا باپ تھا مفلس و ناتواں
ہماری جو کی بندگی اختیار

رکھا اک مرصع وہاں تخت زر
بفرمان کاؤس شاہ جہاں
تو اب طوس کو جا کے لی آ یہاں
نہ اس جنگلی کی اطاعت کروں
یہ سنج اسکی خاطر اٹھایا عبث
سزاوار دیہیم و اورنگ ہے
یہ بولا کہ کیخسرو نامجو
ولے طوس ہر دم تھا نفرین کناں
غضبناک سنکر ہوا پہلواں
سو طوس جنگی ہے کارزار
غرض اس حشم سے گیا سوئے تخت
کہ تھا فتح کی وہ نشانی درفش
تو بس کشتہ ہو فوج ایرانیاں
کرے قصد ایراں کا افراسیاب
کہے شاہ جو کچھ سو سن لیجئے
کہ گودرز جنگ آزما
کہ تو اور طوس یہاں آو بے سلاح
کہ ہوں چاکر و بندۂ بارگاہ
وہ ہو وارث تخت و تاج کلاہ
سیاوش نہیں پور تھا شاہ کا
نہ دے ہاتھ سے رسم آئین و داد
لگا در کو رہے جیحوں پہ ڈال
کہاں یہ دلیری یہ جرأت کہاں
مگر سمجھ لے طوس سودا ہوا
تو کہتا ہے کیا اب سخن ہائے سخت
غریب ایک آہنگر اصفہاں
ہوا اب وہ سالار عالی تبار

سر تخت کیخسرو نامدار
ولے طوس بے عقل و بے دین و داد
کیا گیو جب طوس بولا بہ تب
وہ بے عقل و ہوش و خود سری
فریبرز فرزند کاؤس کا
کروں اب میں اسکی پرستندگی
بہ تدبیر و فرزانگی فرد ہے
غرض ہو گئے آشفتہ و خشمگیں
بزرگوں سے گودرز کہنے لگا
دلیران جو با شوکت و جاہ تھے
گیا طوس بھی سامنے بیدرنگ
مقابل ہوئیں جبکہ دونوں سپاہ
ہمیں کچھ بھی ہرگز نہ ہو فائدا
پیام اس نے بھیجا یہ گودرز کو
جو پہونچی شہ نامور کو خبر
سپاہ کھینچی اب کس لئے طوس نے
گئے طوس گودرز یاں سے بہم
جو شہ سپہر شاہی سے آیا تو ہاں
نبیرے کو شاہی حضور پدر
ہوا کشتہ ناحق وہ بیچارہ آہ
کرے یعنی خسرو کو اب بادشاہ
دلیرانہ آیا وہ عالی تبار
دلیران بحکم شہ دادگر
یہ سمجھے کہ نوذر کا ہو پور تو
ہوا ہے تجھے گستاخ لیل ہو عجب
نہ سردار زادہ نہ فرزند شاہ
دیا وہیں گودرز نے یہ جواب

ہوا رونق افزا اسکا جو شہریار
نہ آیا تو گودرز فرخ نہاد
کرے تسخر تیرا باپ اب
نہیں ہے سزاوار تاج شہی
رکھے ہے دلیری و فہم و ذکا
بجا لاؤں رسم رہ بندگی
دلیر و شجاع و قوی مرد ہے
حضور پدر گیو آیا وہیں
سناؤں جہاں سے نشان طوس کا
وہ سب دو ہزار اسکے ہمراہ تھے
سواران جنگی ہوئے بیدرنگ
لگے کہنے تب طوس زرین کلاہ
مگر شاہ توراں کا ہو مدعا
کرو پیکار موقوف یکدم رکھو
کہ گودرز اب چڑھ گیا طوس پہ
خرابی پہ کیوں تونے باندھی کمر
حضور جہاندار کیواں علم
فریبرز ہو بادشاہ جہاں
نہیں ہے تجھے زنہار لے نامور
مناسب یہی ہے کہ کاؤس شاہ
کہ ہے وہ سزاوار تاج و کلاہ
کیا کچھ نہ خوف و خطر زینہار
ہوئے تابع خسرو نامور
تو دیوانہ ہے اور وہ سرخرو
مگر آپ کو یوں کیا بھول اب
ہو زنہار تھا صاحب عز و جاہ
کہ خاموش ہو طوس خانہ خراب

دو سن گوش جاں سن کہ کچھ زینہار — نہیں مجھکو آہنگری سے ہے عار
کر نجوئی بشری سے مردانگی — ہنرمندی و خلق و فرزانگی
مرا باپ تھا کاوہ نیک مرد — ستوریں یکتا دلیری میں مرد
کیا عہد ضحاک کا اُس نے چاک — نہ لایا ذرا دل میں کچھ خوف و باک
فروزندہ کاویانی درفش — وہ کاوہ ہے اے طوس زیبندہ کفش
کہ جسکا پسر ہوں جنگی سوار — مرا تیر و نیزہ ہے جوشن گزار
یہ طاقت کہاں اور تیری تاب کیا — جو ہو ساتھ میرے تو جنگ آزما
کہا طوس نے اے سرفراز پیر — یہ گفتار تیری نہیں دلپذیر
اگر تو ہے مرد شجاع و دلیر — تو میں ہوں شجاعت کے بیشہ کا شیر
گراں کوہ سا گر ترا گرز ہے — مری تیغ بھی آب البرز ہے
کرو تیر جوشن سے تیرا گذر — سناں میری آتش ہے جبل کا جگر
ہوئی جبکہ باہم یہ گفتار سخت — لگا کہنے تب شاہ فیروز بخت
کرنا حق بہم کینہ آور نہ ہو — نہ بولو زیادہ بس اب چپ رہو
یہ گودرز بولا کہ کیجے طلب — فریبرز و خسرو کو پاس اپنے اب
جسے دیکھیے لائق سروری — سزاوار و شائستہ برتری
ولیعہد شاہا اسے کیجیے — بلندی و جاہ و حشم دیجیے
لگا کہنے شاہنشہ نامجو — کہ دونوں ہیں یکساں مجھے روبرو
کرو تم جو رتبہ بلند ایک کا — تو پھر دوسرا مجھ سے ہووے خفا
نہیں یہ طلب اور کرتا ہوں تدبیر ایک — کہ خوشنود و راضی ہو جس میں ہر ایک
یہ کہکر کیا شہ نے اُن کو طلب — وہ جب آئے واں یہ کہا شاہ تب
بلند ایک دژ ہے بہمن اردبیل — سر کوہ نزدیک دریائے نیل
شماتی ہے آتش وہاں سے مدام — اور اس قلعہ میں دیو کا ہے مقام
کرے فتح جو ہو مبارک وہی — اُسے پادشاہی ایراں زمیں
یہ کی جبکہ گفتار کاؤس نے — کہا تب یہ گودرز اور طوس نے
کہ ہاں اس سے تدبیر بہتر نہیں — یہ سن کر فریبرز لا دیں
مجھے پہلے اے بادشاہ حکم ہو — کہ جا کر کروں فتح اس قلعہ کو
فریبرز کو شاہ نے رخصت کیا — سپہ لیکے طوس اُسکے ہمراہ گیا
وہ پہنچے جو نزدیک جہاں تاب — تو دیکھی زمیں سر بسر آتشیں
ہوا ہر دم ہوتی تھی آتش فشاں — ہوئے سوختہ واں بہت پہلواں
کیا بستہ یک ہفتہ گرد حصار — تردد کیا خوب لیکن وہ نہار
ولیکن در دژ نہ آیا نظر — ہوئی فوج جنگی تباہ سر بسر
فریبرز اور طوس ہو تفتہ جان — پھر آئے حضور شہ شیر دل
شہنشہ نے بعد اسکے با کر و فر — کیا واں ہی خسرو کو رخصت اُدھر
سپاہ گراں لیکے پہنچے وہ جب — [illegible]
بتا خواب میں اسم اعظم دیا — خدا نے غرض رحم اس پر کیا
ہوا جبکہ بیدار وہ نامجو — رقم کرکے کاغذ پر اس اسم کو
لگا کہنے یوں پہلواں سے کہ ہاں — سر نیزہ اب باندھ کر اے جواں
تو رکھ اسکو دیوار پر قلعہ کی — کہ تا کار مشکل ہو آسان ابھی
جو کچھ اسکو خسرو نے فرما دیا — وہی گیو جنگی نے اسدم کیا
وہ کاغذ رکھا جبکہ دیوار پر — ہوا ظاہر اک ابر تاریک تر
بلند اک ہوئی بانگ اسدم وہاں — کہ جس طرح سے رعد کا ہو فغاں
شکستہ ہوا سب وہ جادو کا تخت — لگا کہنے تب خسرو نیک بخت
کہ یکبارگی تیر باراں کرو — توقف کو اب راہ ہرگز نہ دو
لگی ہونے پھر بارش تیر واں — ہزاروں ہی مارے دیو شیر ژیاں
نمایاں ہوئی روشنی دمبدم — ہوئی محو سب تیرگی یک قلم
در دژ نمایاں ہوا تب وہیں — گیا قلعے میں خسرو پاک دیں
ہوا قلعہ تسخیر با گنج و زر — ہوئی بہمن میں آکے فتح و ظفر
بنا ایک خسرو نے گنبد کیا — کہ رفعت سے وہ ہمسر چرخ تھا
پھر اک سال کے بعد خسرو گیا — حضور شہنشاہ کشور کشا
وہاں سے بصد ارمغاں [illegible] — گیا جانب ملک ایراں [illegible]
کیا فتح اس قلعہ کو بھی وہیں — بفضل خدائے جہاں آفریں
ہوا شاہ کاؤس خوش دیکھ کر — لگا کہنے اے خسرو نامور
سپہر خلافت کا نیر ہے تو — سزاوار اورنگ و افسر ہے تو
جہاندار کاؤس فیروز بخت — یہ سمجھا کہ دنیا ہے [illegible]

برتخت نشاندن کاؤس خسرو را و ممتاز ساختن و کمر بستن او بر توران

بٹھایا جہاندار نے تخت پر — رکھا سر پہ خسرو کے دیہیم و زر
کیا حکم پھر یہ کہ سب نامدار — اطاعت کریں اس کی لیل و نہار
یہ فرما دیا جبکہ کاؤس نے — تو وہیں فریبرز اور طوس نے
اطاعت سے خسرو کی پھیرا نہ سر — لگے چاکری کرنے شام و سحر
سپہدار گنجور و خوش نہاد — ہمیشہ تھا مصروف انصاف و داد
بہت اس سے راضی تھا لشکر تمام — رعیت تھی آسودہ شاد کام
یل نامور رستم و زال زر — ہوئے شاد و خرم یہ سن کر خبر
وہیں با دلِ خرم و شادماں — ہوئے سیستاں سے ادھر کو رواں
جو نزدیک پہنچے تو با صد طرب — گئے پیشوائی کو سردار سب
جب آیا قریں رستم نامدار — اٹھا تخت سے خسروِ نامدار
کہا بادشہ کا دایہ ہے تو — ہمارا بزرگ و گرانمایہ ہے تو
مددگار میرا ہو شام و سحر — کہ لوں جا کے ترکوں سے خونِ پدر

بہم ہوئے دونوں بیٹے ہمکنار | یہ کہنے لگا رستم نامدار
کہ ہوں میں تیرا بندہ کمترین | تو ہے شاہ شاہان روئے زمین
ہوا زال سے پھر بغلگیر شاہ | کیا کرکے شفقت جہانگیر شاہ
تہمتن نے خسرو کو تحفے دئے | بہت بیش بہا لعل و گوہر کئے
گئے پیش کاؤس روز دگر | ہم خسرو و رستم و زال زر
کہا شاہ نے جشن داں در ایک | بآئین فرخندہ طور نیک
وزیر و امیران و شہزادگان | گئے سب بزرگان ایران ہاں
ملک سے یہ کیخسرو تاجور | کہ تھا جسکو مطلوب کین پدر
یہ بولا کہ کین پدر جب تلک | نہ لوں شاہ توران سے میں بیشک
نہیں مجھکو زنہار آرام خواب | نہ ہرگز بالکلیہ قرار و نہ تاب
نہ مسرور ہیں تخت و افسر سے ہوں | نہ شادان ز گنج و گوہر سے ہوں
یہ پھر زال و رستم سے شہ نے کہا | کہ اے پہلوانان کشور کشا
کرو دوا اسکی تم وقت جنگ | یہ رستم نے پاسخ دیا بیدرنگ
تھا پیشتر ملک افراسیاب | کیا میں نے جا کر تباہ و خراب
اور اب یہ سپہدار عالی گہر | خداوند جہان خسرو نامور
کرے قصد تسخیر توران کا جب | کروں کوتہی جانفشانی میں کب
فریبرز و گودرز و طوس و گیو | یہ جتنے تھے گردان گیہان خدیو
شہنشہ نے ہر ایک سے یوں کہا | کہو تم تمہارا ارادہ ہے کیا
یہ سنکر لگا کہنے ہر پہلوان | کہ حاضر ہیں ہم جانفشانی کو ہاں
دیا الغرض اسکو لشکر تمام | بتایا دلیروں کا خسرو کو نام

رفتن کیخسرو عالی تبار با فوج بیشمار و یلان نامدار بعزم جنگ افراسیاب والی توران

جو سالار ایراں نے اندھے کین | کیا قصد تسخیر توراں زمین
کیا وہیں ترتیب سب فوج کو | بآئین دلچسپ طرز نکو
فریبرز کو با صد و دہ جواں | کہ تھے اقربا اسکے سب پہلواں
کیا شہ نے مقرر وہ فوج پیش | کیا ساتھ وہ طوس فرخندہ کیش
جوانمرد گودرز عالی وقار | یل نامور گیو جنگی سوار
سپہر و پسر اپنے ہفتاد و شست | جو رنگین کریں خون دشمن سے دشت
مقرر ہوئے جانب دست راس | بحکم شہنشاہ جوہر شناس
وہ گستہم بھائی جو تھا طوس کا | اسے دست چپ کو مقرر کیا
پہ میلاد کے تھے نبیرہ و پسر | ہوئے ساتھ گستہم کے سر بسر
نتزرو پشنگ و لادو سے ان | نبرد آزما سی و سہ پہلواں
نژاد نوابہ ولادر سے بھی | پچاسی جواں با نشاط و خوشی
صد و ہفت تن تخم گولاد سے | کہ یکدست با قوت و زور تھے
گرازہ کے تھے یکصد و ہشت تن | نہایت قوی زور اور صف شکن
مقرر ہوئے قلب میں یک قلم | بہ فرمان کاؤس انجم حشم
وہ بیژن کہ فرزند تھا گیو کا | اسے شاہ کاؤس نے یوں کہا
کہ اے پہلواں بیژن جنگجو | نہ ہونا جدا گاہ خسرو سے تو
یہ تھے جسقدر نامور پہلواں | ہر اک ساتھ رکھتا تھا فوج گراں
غرض ہو کے رخصت شہنشاہ سے | وہ کیخسرو اس حشمت و جاہ سے
سوئے ملک توراں روانہ ہوا | معین و مساعی زمانہ ہوا
تہمتن بھی لشکر سپاہ گراں | گیا ہمرہ خسرو کامراں

روانہ شدن فریبرز از راہ دیگر طرف طوران شاہ گیتی ستان و رفتن طوس براہ کلات و خرم و کشتہ شدن فرود پسر سیاوش کہ از بطن گلشہر متولد شدہ بود و شبخون پیران ویسہ بر لشکر پیکر طوس و معاتب شدن باعث کشتہ شدن فرود

سپہدار کیخسرو پاک دین گیا جبکہ نزدیک توران زمین
رفاقت میں یہ تیری ہوا بجو سفر کیا گیو کو و رز کو
ولیکن سیاوش کا ہوا اک پسر فرود جوانمرد و فرخ سیر
وہاں دخل مت کیجو زینہار کہ میرا برادر ہے وہ نامدار
یہ سمجھا کے طوس فریبرز کو یہی بات کہہ گیو و رز کو
فریبرز مرد شجاع و دلیر روان سوئے صحرا ہوا مثل شیر
گیا متصل لشکر طوس جب یہ سمجھا فرود جوانمرد تب
نکل قلعے سے وہیں پیش آ گو ہوا سد راہ طوس کا آن کر
یہ کہہ جا کے اس سے کہ پرخاش کیجے تجھے ساتھ زنہار سکتا نہیں
یہ گفتار سن ریو وہیں گیا جو پیغام تھا سو مفصل کہا
ہوا ریو کے ساتھ سرگرم جنگ کیا ریو کو کشتہ واں بیدرنگ
پسر کو وہیں اس نے بھیجا کہ لائے فرود دلاور کا سر
گیا طوس پھر آپ ہو کر سوار سپہ لیکے بکسر پہنچا کارزار
شتابی سے بس چڑھ گیا کوہ پر گیا واں سے پھر قلعہ میں دوڑ کر
فرود دلاور کا خانوادہ تھا سوار دلیر و نبرد آزما
گریزاں ہوا ان سے وہ پہلوان گیا بھاگ کر قلعے کے درمیان
جو شب پڑ پر طوس کے وقت جنگ فرود دلاور نے مارا خدنگ
لگا اسپ پر گیو کے ایک تیر پیادہ ہوا پہلوان دلیر
کہا گیو نے یہ کہ آگے نہ جا یہ بیژن نے ہو وقت پاسخ دیا
یہ کہکر شتابان ہوا وہ دلیر پھر اتنے میں آیا ادھر سے جو تیر
ولیکن نہ بیدل ہوا زینہار پکارا یہ اسدم کہ اے نامدار
فرود دلاور نے ازبس کیں خدنگ ایک پھر اسمارا وہیں
جہاں تھا سوار دلاور فرود یہ بیژن بھی واں مثل دود
گیا قلعے میں ہو کے زخمی جو آہ لگا کہنے تب بیژن پہلوان
نہ آئی تجھے کچھ شرم زینہار درنگی لے جوانمرد جنگی سوار
سوا اسکے بھاگنے بہت ما سپاہ ہوا خستہ بیژن بمیدان جنگ
لگا کہنے یوں طوس کیفر شتم کہ جا کر کہاں ہو گئے تا صبح دم

فریبرز سے تب یہ کہنے لگا سوئے دست چپ لے گئے گزدہما
تو کرتا ہے اک ملک کیسا خراب پہنچنا سر شہر افراسیاب
کلات و خرم میں ہے مسکن گزیں بتایا ہے اک اسنے حصن حصین
خبردار کوئی نہ جاوے ادھر کرو اور جانب سے لشکر گذر
سوا نہ ہوا خسرو کامگار سو بر دست پا رستم نامدار
دلے طوس سوئے کلات و خرم شتابان ہوا با فراوان حشم
اڑیاں بہر پرخاش آیا ہے طوس بعزم دغا فوج لایا ہے طوس
یہ سنکر کہا طوس نے دیو کو کرو پیش فرود اب شتابان تو ہو
تو بہت جا سپاہ سے ایچوان کہ ہو پیشتر یاں سے لشکر رواں
نہ ہرگز گیا اس نے سمجھا بار نہ آیا سر آشتی زینہار
غرض ریو داماد تھا طوس کا کیا طوس نے اس کو غم سے بکا
پسر طوس کا بھی ہوا کشتہ واں یہ سنکر ہوا طوس گریہ کناں
ولیکن مقابل نہ آیا فرود نہ پیکار کی تاب لایا فرود
گیا طوس نے گھیر اس قلعہ کو ہوا آ کے شتوار سے رزم جو
گیا طوس نے اس کو آخر زبوں ہوئی فوج شتوار کی غرق خوں
نکل قلعے سے پھر فرود دلیر مقابل ہوا طوس سے مثل شیر
جو کشتہ ہوا داماد طوس کا گیا پھر وہیں گیو بہر دغا
پسر گیو کا بیژن پہلوان گیا سامنے کر کے گھوڑا دواں
کہ جب تک نہ سوا کروں غرق خوں قسم ہے کہ ہرگز نہ یاں سے پھروں
گیا کشتہ اس تیر سے اسپ کو پیادہ ہوا بیژن جنگجو
تو یک لحظہ ناخیر کر اور درنگ کہ ہے ساتھ تیرے تمنائے جنگ
گیا پہلواں کی سپر سے گذر ہوا سینہ جوشن میں تیر آنکر
دلیری سے بیژن نے جولاں دیا فرود دلاور کو زخمی کیا
کہ اک تن پیادے سے بھاگا شتاب اہانت کی لایا تو ہرگز نہ تاب
مقابل پھر آیا نہ کوئی جواں گیا قلعے سے تیر باران وہاں
پس کوہ جب مہر روشن گیا سپر کھینچ تب اسنے بیژن گیا
کروں فتح اس قلعہ کو بیگماں نہ چھوڑوں کسی کو بھی زندہ وہاں

پھر اک چہرہ گلچہرہ کو وقت شب / یہ آیا نظر خواب یعنی کہ اب
ہوئی خواب سے جبکہ بیدار تب / پسر سے کہا قصۂ خواب شب
نہیں غم کچھ اے مادر مہرباں / کہ ہے سب کو آخر فنا بیگماں
ہوا جلوہ گر مہر تابندہ جب / چڑھے لیکے طوس جوانمرد تب
در دژ شکستہ ہوا پھر وہیں / گھسے دژ میں سب کھینچکر تیغ کیں
دلیرانہ پھر بیژن جنگ جو / ہوا اس جوانمرد کے روبرو
اثر کچھ نہ جوشن میں ہرگز کیا / گیا ٹوٹ نیزہ بحکم قضا
ولیکن کمینگاہ سے بیدریغ / رہام دلاور نے ماری جو تیغ
کرے وائے افسوس شل پدر / جوانی میں کشتہ ہوا یہ پسر
پھر اپنا شکم کرکے خنجر سے چاک / کیا آپ کو اسنے وہیں ہلاک
یہ پہنچی خبر جاکے خسرو کو جب / خدا جانے کیا تجھپہ آوے غضب
وہاں سے بصد شوکت و کر و فر / گیا طوس نے کوچ پھر بیشتر
فلک پلاساں ہوا گرم کیں / کیا کشتہ بیژن نے اسکو وہیں
نژادہ کو بھیجا پئے نبرد / پکارا وہ آئے جو ہو کوئی مرد
پھر اک گرز بیژن نے مارا کہ بس / نہیں جنگ کی پھر رہی اسکو ہوس
یہ چاہے تھا بیژن کہ پھینکے کمند / کہ ہے تا کہ بدخواہ ہو اس سے بند
نژادہ کو واں سے اٹھا لیگئے / لگا وہ پہ اسکو بچا لے گئے
ہوا واں سے پیران ویسہ رواں / پئے جنگ پرخاش ایرانیاں
سجے کاسہ رود پہ تورانیاں / کہ لشکر تھا ایرانیوں کا وہاں
غرض مست و مدہوش غافل تھے سب / دلیران ایراں زبیں وقت شب
خطرناک بیدل ہوئی سب سپاہ / روانہ ہوا طوس پھر صبحگاہ
گیا نامہ خسرو نامور / بنام فریبرز عالی گہر
پسے کلات و خرم پہ گیا / مرے بھائی کو قتل ناحق کیا
بفرمان کیخسرو نامور / فریبرز نے طوس کو باندھ کر
رکھا اسکو زنداں میں شام و پگاہ / ہوا آپ سالار یکسر سپاہ
اگر ہے جوانمرد تو بیدرنگ / دلیروں کے آ سامنے بہر جنگ
کرینگے ہم بعد یکماہ جنگ / مہیا ہے یاں گرز و تیر و خدنگ

لگی آگ اس قلعہ میں ناگہاں / ہوئے سر بسر سوختہ مرزباں
لگا کہنے گلشہر سے یوں فرود / کہ ہرگز بچے زیر چرخ کبود
اگر میں بھی کشتہ ہوں شل دیر / ہے کیا چارہ پیش قضا و قدر
ہوا حملہ آور پسوئے حصار / دلیری لگے کرنے مردان کار
پکڑ نیزہ دست ہم فرود دلیر / ہوا رزم جو آکے مانند شیر
فرود دلاور نے ارمنے کیں / رہا اک کیا زخم اسپر وہیں
دگر بار یہ چاہے تھا وہ جواں / کہ بیژن کو بے زیر گرز گراں
تو کشتہ ہوا مرد جنگی فرود / فغاں اک اٹھا زیر چرخ کبود
غرض اسکی مادر بھی آئی وہاں / ہوئی اسکے ماتم میں بازکشتاں
وہاں آکے بہرام نے طوس کو / کہا کرکے نفریں کہ اے تند خو
ہوا طوس کو زیر چرخ کبود / فراواں غم پور و درد فرود
پھر اک راہ میں اور آیا حصار / جواں اک پلاساں تھا واں قلعہ دار
رواں اسنے لشکر ہوا پیشتر / یہ سالار توراں نے سنکر خبر
کیا سامنے بیژن پہلواں / بہا کار سنجر پہ تیغ و سناں
نژادہ مگر اسپ سے ہو جدا / پریشاں ہوا لشکر بدخواہ کا
کر لیتے ہیں [illegible] دواں / سواران توراں آئے دواں
ولیکن نہ پھر جنگ کی لائے تاب / سکے بھاگ کر چھوڑ کر اسباب
[illegible] ہزار / تبر دار نامی جوان و مردان کار
خطر کیسے بلس کہ پیراں کو تھا / تو ناچار بس قصد شبخوں کیا
کہ پیراں پہ سے کے آیا وہاں / ہزاروں کیئے قتل ایرانیاں
فریبرز کے آ کے شامل ہوا / فریبرز کا پر الم دل ہوا
لکھا تھا کہ ہو طوس تقصیروار / نہ لایا بجا حکم وہ نابکار
غرض طوس کو قید کر لیجیو / خطا کی سزا اسکو اب دیجیو
کیا سخت دشنام سے بیشمار / کیا انجمن میں ذلیل اور خوار
لکھا پھر یہ پیراں کو نامہ کہ ہاں / کہ شبخوں نہیں کام جنگاوراں
فریبرز کا جبکہ نامہ پڑھا / تو پیراں نے اسکو یہ پاسخ دیا
غرض جب کیا ایک مہینا گذر / دو لشکر مقابل ہوئے آن کر

جنگ کردن فریبرز با لشکر پیران و شکست خوردہ آمدن نزد کیخسرو در توران

ادھر نامداران ایران زمین / ادھر لشکر ترک باہے کمیں
صف آرا ہوئے آنکے ہر دو سو / دلیران جنگ آور و کینہ جو

ہوئی آتش جنگ افروختہ / ہوا خانۂ آشتی سوختہ
سناں زن لگے چلنے کینہ خواہ / ہوئی گرم پیکار کیں سپاہ

گئے گیو بیژن جو میدان میں / تو برپا ہوا حشر اک آن میں
ہوا جس طرف گیو ناوک فگن / ہزاروں ہی کشتہ ہوئے پیلتن

نبرد آزما بیژن پہلوان / صدہا کو گیا لیکے تیغ و سناں
ہوئے قتل ترکان از ہر ہتھیار / بیاباں ہوا خون سے لالہ زار

چلے اور جانب سے تورانیان / جہاں تھا فریبرز آئے وہاں
ہوئے حملہ آور سوئے قلب گاہ / کیا آنکے ایرانیوں کو تباہ

دلیراں ہوئے کشتہ ہنگام جنگ / فریبرز پیراں ہوا وقت جنگ
ہوا جب فریبرز جنگی ستوہ / گیا وہیں میدان سے بالائے کوہ

ہٹا جائے تھا ان سے گودرز بھی / کہ گودرز کی فوج مغلوب تھی
ولیکن وہاں گیو مرد دلیر / لگا کھینچنے لیل لے سر از شیر

تو ہونا تھا گر تیر و خدنگ / جہاں میں بہت آزمائی ہے جنگ
نہ ٹھہر سکا پیراں سے گردہ رو / سپاہی بہا خاک پر آبرو

تماشا مرا دیکھو وقت وغا / یہ پیراں ہے پیسہ تو ہے چیز کیا
اگر کوہ ہوئے تو گندہ کروں / سر سربلنداں فگندہ کروں

کروں قتل لشکر کو اک آن میں / نہ چھوڑوں میں اک ترک میدان میں
پھر اتنے میں گستہم آیا وہاں / ہوئے متفق آکے جنگی جواں

یہ گودرز و گستہم جنگی بہم / لگے کہنے پیدا نہیں کار ستم
کہ مرجائیں کرکے اب کارزار / نہ شرمندہ ہوں جنگ سے زینہار

قدم الغرض کرکے محکم وہاں / ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
یہ بیژن سے گودرز کہنے لگا / کہ تو اب فریبرز کے پاس جا

یہ کہہ اس سے پہونچا جہاں گیو / درفش اپنا یا بھیج اے نامجو
یہ بیژن نے جب جاکے اس سے کہا / فریبرز نے تب یہ پاسخ دیا

بھلا کس طرح سے میں آؤں وہاں / کہ غالب ہیں اس وقت تورانیاں
مناسب نہیں ہے یہ اے نامور / کہ بھیجوں میں اپنا درفش ادھر

فریبرز نے یہ کہا اس سے جب / ہوا بیژن جنگجو پر غضب
علمدار کو قتل کرکے وہاں / علم لیکے آیا وہ جنگی جواں

کروں کیا بیاں جو ہوئے ستیز / کہ برپا تھا اک دشت میں رستخیز
سر و حلق گردان جنگ آزما / نشانۂ خنجر و تیغ تھا

رواں خون تھا مانند دریائے آب / سر پہلواں تھے مثل حباب
جواں نسل کاؤس گستہم کے / بہت وقت پیکار مارے گئے

رہا زندہ گودرز با بست تن / ہوئے کشتہ ہفتاد شمشیر زن
وہ خویشان پیران افراسیاب / ہزار و دو صد مرد والا جناب

ہوئے کشتہ پیدا نہیں ہنگام جنگ / زمیں خون سے یکسر ہوئی لالہ رنگ
سوا اسکے ترکان ایرانیاں / ہوئے کشتہ جتنے کروں کیا بیاں

رہی لیک توران کی غالب سپاہ / ہوئی فوج ایران یکسر تباہ
سنی جیت جب ہوگئے شاد دل / ہوئے بند سے غم کے آزاد دل

ہوا سنکے خوش شاہ افراسیاب / دیئے تھے عنایات شاہی شتاب
دیئے سروراں خلعت و گہر / دیئے سپاہ کو شاہ نے گنج و زر

روانہ کیا اور یہ نامہ لکھا / ہوا نام تم سے کیا مرحبا
پر اس فتح پر صرف قانع نہ ہو / بد اندیش ہیں اپنے یہ تم سمجھ لو

کہ کیخسرو و رستم پہلواں / ادھر بھیجے آئیگی فوج گراں
ملا دو نہیں خاک میں اب اگر / تو پھر اس جہاں میں ہے فتح و ظفر

سنے روز تم کامرانی کرو / بعیش و طرب زندگانی کرو
خوشی سے یہ پہونچے پاسخ وہاں / ہے کیخسرو کا اور رستم کا ڈر

جہاں میں رکھوں نشاں بہا / باقبال شاہنشہ نامدار
ادھر ترک خوش ہوا سے شاد کام / ادھر اہل ایران [illegible] تمام

غرض جبکہ لشکر ہوا پایمال
ہوا شہ تہمتن لشکر کا غم
کئی دن تلک اُسنے ماتم رکھا
شکیب و صبوری کو کر اختیار
چھوڑایا وہیں قید سے طوس کو
تہمتن نے وہیں پذیرا کیا
رلاؤں میں یا اسکو تہ خاک خوں
تو کی عرض رستم نے ای پادشاہ
جو آئیگا لے فوج افراسیاب

فریبرز تب با دل پر ملال
ہوا اسکو اپنے برادر کا غم
شب و روز آنکھوں کو پرنم رکھا
کہ چارہ قضا سے نہیں زینہار
لگا کہنے پھر خسرو نامجو
دے طوس خسرو سے کہنے لگا
تلافی تقصیر ثابت کروں
سزاوار چتر و سریر و کلاہ
تو ہیں ہونگا ہم رزم اسکا تنہا

شتابی رواں ہوکے پہونچا وہاں
کہا یوں کہ مثل پدر بیگناہ
بزرگان و ایران و رستم بہم
یہ کہہ سوگ سے پھر اٹھایا اسے
کرے رستم پہلواں جا شتاب
کہ مجھکو اجازت ہو پھر ایکبار
یہ سنکر کہے رستم پیلتن
اجازت ہو کافی ہے طوس دلیر
یہ سن طوس کو اسنے رخصت کیا

کہ کیخسرو نامور تھا جہاں
فرود دلاور ہوا کشتہ آہ
گئے اور کہا اسے شہ با علم
پہ بزم مسرت بٹھایا اسے
سپہ جنگ پیراں خانہ خراب
کروں جاکے پیراں سے کارزار
لگا دیکھنے سرو پیرا انجمن
سر اُٹھا یہ پیران ویسہ کو زیر
دیا حکم گودرز کو تو بھی جا

بار دگر رفتن طوس بجنگ پیراں و بارش برف بہ سحر سازی ساحر و زبون شدن ایرانیاں و قید شدن در قلعہ

سپہ لیکے پھر طوس جنگی جواں
بہم ہر دو لشکر ہوئے گرم جنگ
جدا ہو کے لشکر سے اپنے گیا
کہا وہیں گودرز نے طوس کو
گیا گیو دوڑا کہ شبدیز کو
نہ کوئی ہوا کامراں زینہار
وہاں ساحر اک شخص پر زور تھا
وہاں جادو ایسا تو کرا کیاں
یہ سنکر سر قلعہ کوہسار
نہ گرتا تھا اک قطرہ بھی در طرف
پھنسے ہیں پیراں جہاں وہاں
ہر اک جا تھی برف و جاری تھا خول
الٰہی تو کر فضل و احساں شتاب
کوئی غیب سے مرد فرخ سیر
یہ دیکھا تو گھوڑے لیے ہیں اتر

ہوا سوئے پیراں چو اسپ دواں
رہی سات دن جنگ گرز و خدنگ
کیا ہم نبرد انکے سر کو جدا
توقف ذرا کر تو اے نامجو
ہوا ساتھ ہوماں کے پیکارجو
گئے پھر سوئے لشکر انجام کار
کہ بازور تھا نام اس شخص کا
کہ ہو بارش برف و باراں بیاں
وہ ساحر ہوا جاکے مشغول کار
برستی تھی لشکر میں پر انکے برف
ہوئے حملہ آور یہ فوج گراں
سواران ایران پہ سختی بگولہ
کہ تا دور ہو برف و باراں شتاب
رہا ہم دلاور کو آیا نظر
پیادہ گیا قلعہ کوہ پر

کیا کر کے یلغار نزدیک جب
ہوا آمغول ور جب آشکار
بہت گرد ایراں ہوئے کشتہ جب
کہا گیو سے پھر کہ اے شیر مرد
لگے گرز تھا گاہ تیغ و سناں
دلیروں نے پھر تیر باراں کئے
لگا کہنے پیراں کہ اے دو تر
ولے کچھ نہ ترکوں کو پہنچے ضرر
ہوا ابر تیرہ نمایاں وہیں
ہر اک جوش سردی سے تھا کانپتا
بہت قتل ایرانیوں کو کیا
بصد زاری و عجز پیر و جواں
قرین اجابت ہوئی یہ دعا
سر انگشت سے وہ جہت شعار
وہ ساحر تھا از بسکہ مشغول کار

مقابل ہوا آکے پیراں بھی تب
تو بیٹا نہیں ہوماں لاور سوار
کیا طوس نے قصد پیکار تب
تو ہوماں سے آیا چلکے ہم نبرد
لڑے خوب با ہم وہ دونو جواں
بہت پہلواں انکے بیجاں کئے
یہاں سے تو جا قلعہ کوہ پر
تباہ ہو گئیں ایرانیاں سربسر
ہوئی بارش برف باراں وہیں
ہوئے سب کے بیکار ہاتھ و دست و پا
ضرر برف سے کچھ نہ پہنچا ذرا
لگے مانگنے یہ دعا ہر زباں
کرم حق نے بیچارگاں پر کیا
لگے سب اشارہ سے کہنے کہا
نہ تھی کچھ خبر اسکو واں زینہار

جوانمرد نے ملا اسکا ازرہِ کیں ۔ پس پشت اتھہ اسکے باندھو وہیں
ہوا قید جب ہم وہ خانہ خراب ۔ ہوئی خود رہ برف باری شتاب
ہوا دن تمام اور دونوں سپاہ ۔ گئے رزمگاہ سے سوئے خیمہ گاہ
رہے تھی نہ تاب اقامت یہاں ۔ سراسیمہ تھی فوج ایرانیاں
غرض با دلِ پرغم و اضطراب ۔ گئے سوئے کوہ ہمایوں شتاب
سرِ دامن کوہ طوس دلیر ۔ ہوا لشکری کو آرام گیر
یہ پیراں سے ہولان نے ہمدم کہا ۔ کہ محصور کرنے سے کیا فائدہ
پسند آئی اسکو یہ گفتگو ۔ کہ تھا بر سر کینہ وہ کینہ جو
خوشی سے دلیران ایران و بار ۔ اسے صرف کرتے تھے لیل و نہار
کہا پھر یہ اس سے کہ اے نودرتا ۔ کہ اس برف باراں کو اے مرد کر
اتر کوہ سے پھر گیا پیش طوس ۔ لے قتل لاکر کیا پیش طوس
پھر آیا سحر ہو گئے پیراں سوار ۔ ہوا آکے آمادۂ کارزار
زبوں ہو کے ہٹنا چار سوئے عقب ۔ وہ لڑتے ہوئے ہٹتے آتے تھے سب
حصار ایک تھا کوہ پہ استوار ۔ کیا زخمی خستہ نے واں قرار
دواں آئے ترکان پیکار جو ۔ کیا آکے محصور واں فوج کو
سرِ راہ مسدود مت کیجیے ۔ جدھر جاویں جانے ادھر دیجیے
بہت قلعہ میں غلہ و آب تھا ۔ دھرا تھا ساماں ہر اک قسم کا
بد اندیش سے پاسبان و خدنگ ۔ دلیرانہ کرتے تھے ہر روز جنگ

رسیدن رستم پہلوان در قلعہ ہمایون باستمداد و استعانت طوس و آمدن کاموس و شنگل و پہلوان و خاقان چین با لشکر پیکران باعانت پیران و جنگ با رستم وکشتہ شدن اشکبوس و کاموس از دست رستم و ہراساں شدن افراسیاب

سنی خسرو نامور نے خبر ۔ کہ محصور ہے طوس والا گہر
یہ سنکر وہیں رستم پہلوان ۔ ہوا اسطرف کوہ ہمایوں رواں
یہ گودرز سے طوس کہنے لگا ۔ کہ آیا تہمتن تو جا پیشوا
جو کچھ ماجرا تھا کیا سب بیاں ۔ کہا پھر کہ اے پہلوان جہاں
وہ بولا کہ خاطر کو اب شاد رکھ ۔ غم و فکر سے دل کو آزاد رکھ
تہمتن کے لینے کو آیا وہیں ۔ ملا جب تو بہر عذر لایا وہیں
بہت اسکی رستم نے دلجوئی کی ۔ گئے قلعہ میں پھر بفرط خوشی
بلان سرافراز ایران دیار ۔ یہ بولے کہ اے رستم نامدار
ہر اک کی تسلی تہمتن نے کی ۔ ہوئی اسکے آنے سے سبکو خوشی
لکھا اسنے تھا شاہ توران کو ۔ کہ کرتے زبوں فوج ایران کو
کہ کوہ ہمایوں پہ ہے وہ حصار ۔ نہیں تاب جنگ انہیں اب زینہار
سپہدار توران نے دو پہلوان ۔ کئے سوئے کوہ ہمایوں رواں
سرافراز گردن چین و ختن ۔ توانا و پیل افگن و پیل تن
روانہ تو کرا اور بھی کچھ سپاہ ۔ کرے تاکہ ایرانیوں کو تباہ
تہمتن کو کرکے طلب یوں کہا ۔ کہ یاور ہو تو چلکے اب طوس کا
کیا توسے یلغار رستم نے جب ۔ ہوا خرم و شاد واں طوس تب
شتابی سے اسنے بفرط خوشی ۔ تہمتن سے چلکر ملاقات کی
تو ایرانیوں کا ہے پشت و پناہ ۔ یہاں تو نہایت ہوئے ہم تباہ
پھر آئے ہیں سوئے دشت پہلواں ۔ دو روز تک طوس جنگی جواں
رہا ہیں حفاظت کو دژ کی یہاں ۔ نہ تک آسکا پیشتر اے جواں
تہمتن سر تخت بیٹھا وہاں ۔ یہیں پر لیا رکے سب پہلواں
ہوئی زندگی تیرے آنے سے یاں ۔ وگرنہ تھی ہم کو امید جاں
خبر لاؤں پیراں کے لشکر کی اب ۔ کروں میں بیاں آکے احوال سب
کہا سنکے محضر لے بادشاہ ۔ پر اک وقت میں اسکو تھے پناہ
جو فوج اب بھیجو توران کو شتاب ۔ کروں میں ہلاک اسیر و خراب
جو ہمراہ کاوس و شنگل دلیر ۔ دلیری سے بیٹھے کہ غرندہ شیر
سوا اسکے خاقان چین کو لکھا ۔ کہ پیراں کی امداد کو خسروا
بہم یکدو دلوں میں خلاص تھا ۔ گیا پاس خاقان نے خلاص دیا

نہ تنہا گئی فوج ترکان چین | روانہ ہوا آپ خاقان چین
شتابی سے پیران کے شامل ہوئے | پئے جنگ پرخاش مائل ہوئے
وہیں پیش کاؤس پیران گیا | ثنا خواں ہوا رستم گرد کا
یہ کہنے لگا ہو کے وہ گرم تند | کہ آگے مرے تیغ اسکی ہو کند
تو بس لاؤں رستم کا دم ناک میں | ملاؤں ابھی سیستانی خاک میں
یہ گفتار سنکر ہوا شاد دل | ہوا بند سے غم کے آزاد دل
تہے یاں نگہدار تورانیاں | تو ہے اب مدد کا یاری رساں
تو ہو قلب میں با سپاہ گراں | رہے تا تو ہی پشت جنگ آوراں
یہ سنکر ہوا وہ قرین طرب | گیا اپنے ڈیرے میں ہنگام شب
ادھر آ گئے پیران خاقان ہم | ادھر رستم و طوس آئے بہم
خروشاں ہوئے نائے ترکی ہاں | ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
دلے باد وہیں خدا اکو گیا | ذرا دی نہ اندیشے کو دلمیں جا
کہ تھا اشکبوس اس دلاور کا نام | دلیر و جوانمرد مشہور عام
لگے کرنے وہ نیزہ بازی وہاں | نہ لیکن ہوئی کارگر کچھ سناں
ہوئی کارگر گرز کی بھی ضرب | پھر اس مرد جنگی نے ہنگام حرب
دیے ہاتھ گرز کاری لگا | کہ توڑی سپر سر کو خستہ کیا
جو زخمی ہوا رہام پل پھر گیا | تو اس ترک نے یہ ارادہ کیا
ہوا نعرہ زن جا کے مانند شیر | لگا کہنے اس ترک سے یوں دلیر
پھرا اشکبوس نبرد آزما | سپے پیلتن تیر باراں کیا
نہ اک تیر بر سر ہوا کارگر | کہاں لیکے رستم نے پھر زود تر
ہوا اسکے سینے میں جا کارگر | گیا تیر نے پشت سے بھی گذر
جو دیکھا کہ ہے برق خونبار پر | ہوا شاہ حیرت زدہ دیکھکر
تو ران گرد پیران کہو تھا درست | کہ رستم ہے مرد توانا و چست
دلیرے نہ آیا کوئی نامور | مقابل تہمتن کے باکر و فر
گیا رات کو سب نے آرام و خواب | سحر گاہ نکلا جو پھر آفتاب
لگا کہنے لشکر سے خاقان چین | لڑے نامداران ترکان چین
تہمتن سے ایسا ہوا روکے کین | کہ ہلنے سکا موت نے پھر وہیں

تہمتن سے پہلے یہ پہونچی وہاں | کہ توران خیمہ زن تھے جہاں
غرض جبکہ آیا رستم پہلواں | ہوا شامل فوج ایرانیاں
کہ رستم ہے ایسا سوار دلیر | مقابل نہیں جسکے غرّندہ شیر
تو رکھتے ہے تعریف کیوں اسقدر | مرے سامنے آئے یہ بیدادگر
جو میدان میں جاؤں یہ تیغ تا ہوں | کروں دشت کو سر بسر سرخ خوں
گیا پھر وہاں پیش خاقان چین | کہا اسنے اے شاہ روئے زمین
سحر کے ہیں گرم بازار جنگ | کروں تا قیہ فوج ایرانکا تنگ
لگا کہنے پیران سے خاقان چین | یہ سنکر ہم یکدل ہیں ترکان چین
ہوا پھر خروشندہ جب جابجا گر | دلیروں نے کھینچے یہ باندھی کمر
ہوئے لشکر آرا بمقصد وغا | گیا تا فلک پر فغاں برق کا
وہ انبوہ لشکر جب آیا نظر | گیا سوچ میں رستم نامور
نکل غول ترکاں سے اک کینہ خواہ | ثنا یاں ہوا اسکے نادر سپاہ
گیا یاں سے رہام جنگی سوار | ہوا جا کے آمادہ کارزار
جوانمرد جنگی نے از روئے کین | سر ترک پر گرز مارا وہیں
اٹھا گرز مارا جو بالائے سر | تو اس وقت رہام نے لی سپر
گیا جبکہ گرز گراں سے ستوہ | گیا واں سے رہام پھر سوئے کوہ
طرف اپنے لشکر کے موڑی عناں | کہ تھے ہیں وہاں رستم پہلواں
گھبرا کے پہونچا ترا ہم نبرد | مقابل پھر آکر تو ہے مرد
ولے اتنی تھی تو بہشت سپہ | کہ لرزاں تھا دست ناوک فگن
رہا تیر جب سوئے دشمن گیا | ادھر وہ نے تب کہا مرحبا
ہوا اشکبوس الغرض جاں ہلاک | ملا جسم اسکا نہ خون خاک
یہ بولا کہ چون رستم پیلتن | نہ دیکھا کوئی ہم نے ناوک فگن
نہیں اپنے لشکر میں کوئی ہم نبرد | کہ رستم سے میدان میں یا ہم نبرد
نہ باہم ہوا پھر کوئی کینہ خواہ | گئے سر و لشکر سے خیمہ گاہ
تو میدان میں گردان پکارا جو | صف آرا ہوئے آ کر ہر دو سو
کہو کون سا آج جنگ آزما | غرض اشکبوس جوانمرد کا
[illegible] | یہ سنکر ثنا یاں ہوا بید رنگ

کیا اسپ کو سوئے میداں رواں ۔ دلیرانہ جاکے پکارا وہاں
تہمتن کا شاگرد الواے یل ۔ کہ بے جنگ اسکو نہ پڑتی تھی کل
کیا ترک نے جبکہ نیزہ رواں ۔ تو الواے جنگی نے دی اپنی جاں
لگا کہنے رستم سے وہ پہلواں ۔ مجھے مت سمجھ اشکبوس ایچداں
وہ بولا کہ جب صید آوے نظر ۔ تو کیونکر نہ غرّندہ ہو شیر نر
تہمتن شتابی چڑھا سر گیا ۔ ہوا اس سے وابستہ سر رخش کا
کیا زور کاموس رستم نے جب ۔ شکستہ ہوئی درمیاں سے وہ تب
کہ شبدیز پر چاہے ہوئے سوار ۔ کروں میں تہمتن سے پھر کارزار
ہوا اسکا گھوڑا واں سے فرار ۔ لیا فوج خاقاں سے پھر کارزار
کیا قتل کاموس کو پھر وہیں ۔ سواران ایراں نے از روئے کیں
شتاباں ہوئے رستم نامدار ۔ مرے ساتھ آ تک کارزار
دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ ۔ ہوا آکے کاموس کی کینہ خواہ
دواں کرکے میدان میں تب رخش کو ۔ ہوا نعرہ زن رستم جنگ جو
ڈروں میں نہ ہرگز ترے شور سے ۔ کروں آج تجھکو زبوں زور سے
دلیری سے کاموس نے پھر کمند ۔ رہا کی سوئے رستم ارجمند
پکڑ کے تہمتن نے پھر وہ کمند ۔ ہوئی رخش کے سر میں جو آکے بند
ہوا بلکہ کاموس زیں سے جدا ۔ ولے اس نے پھر یہ ارادہ کیا
تہمتن نے پھر جلد ہی پھینکی کمند ۔ کیا مثل نخچیر آسے پابند
ہوا جبکہ وہ ترک جنگی اسیر ۔ کشاں لیگیا رستم شیر گیر
کوئی لشکر ترک سے ال سوار ۔ ہوا پھر تو آمادہ کارزار
ذرا دیکھو دور زمانہ کا رنگ ۔ سنو آگے خاقان و رستم کی جنگ

جنگ رستم با خاقان چین و گرفتار آمدن خاقان و گریختہ رفتن تورانیاں و فتحیاب بودن رستم پہلوان

ہوا جبکہ کاموس جنگی ہلاک ۔ تو پیران ویسہ ہوا ہمناک
یہ بہتر ہے عطف عناں کیجیئے ۔ سوئے خانہ لشکر رواں کیجیئے
کروں صبح اسکو اسیر کمند ۔ تو بیدل نہ ہوئے یل ارجمند
تہمتن کے سینے کو ہنگام جنگ ۔ کروں میں سحر کر نشان خدنگ
تو بخشوں تجھے سیم و زر بیشمار ۔ بہت دوں تجھے گوہر شاہوار
پکارا کہ اے رستم سرفراز ۔ مرے ساتھ ہو آنکے رزم ساز
کروں مثل کاموس تجھکو ہلاک ۔ زمیں کو کروں جسم سے تیرے پاک
جو دیکھا کہ ہے نیزہ جوبش گزار ۔ سپر سر پہ لایا وہیں نامدار
عالم کے شمشیر کو بعد ازاں ۔ تہمتن ہوا سوئے جنگش رواں
ہوئی آ تہمتن نے یکبارگی ۔ جو کھینچی پکڑ کر دم بارگی
یہ پر تھا تیغ برہنہ بکف ۔ بساں شرزہ برزباں ہر طرف
ولے پیرویہ آکے ہوا ناں ۔ لگا کہنے رستم سے وہ ایچداں
وہ کہتا تھا وقت دم واپسیں ۔ کہ ہونا نہ ترکوں کا اب گرم کیں
نہ کرتے سیاوش کو گر تم ہلاک ۔ تو ہوتا مرا سینہ کینے سے پاک
لگا کہنے خاقاں سے اپنا چور ۔ سپہ اپنی پیدل ہوئی سربسر
یہیں تاب پیکار رستم نہیں ۔ کہا سنکے خاقاں نے کچھ غم نہیں
چرانے ہیں آل سر جنگبش نام ۔ یہ کہنے لگا اے شہ ذو الکرام
لگا کہنے خاقاں کو اے جنگجو ۔ کرے قتل رستم کو میداں میں تو
غرض جنگش گرد روز دگر ۔ دلیرانہ میدان میں آن کر
کہا رستم گرد خندہ کناں ۔ کہا تجھکو لائی ہے اب موت یہاں
جوانمرد جنگش نے لیکر کماں ۔ کیا تیر سوئے تہمتن رواں
ولیکن سپر سے گذر پید رنگ ۔ ہوا بند جوشن میں کر خدنگ
وہ ہیبت سے اسکی گریزاں ہوا ۔ عقب اسکے رستم شتاباں ہوا
تو جنگش ہوا پشت زیں سے جدا ۔ اسے قتل رستم نے وہیں کیا
نہ رستم سے کوئی مقابل ہوا ۔ سوئے جنگ ہرگز نہ مائل ہوا
نہ زنہار ترکاں کو برباد کر ۔ وصیت کو سہراب کی یاد کر
یہ سنکر تہمتن نے پاسخ دیا ۔ سمجھ اس سخن کو جو کچھ ہے لکھا
سیاوش تھا سہراب سے بھی عزیز ۔ بجا ہے جو ہوں تجھ سے گرم ستیز

وہ بولا کہ لے رستم نوی شہور   کسی طرح کہیں سیاوش ہو دور

یہ سنکر وہیں پیش پیران گیا   یہ ہومان سے پیران نے جا کر کہا

وہ پہلے گیا پیش خاقان چین   کہا یوں کہ اے شاہ ترکان چین

اسے منع خاقان چین نے کیا   خردمند ہومان سے پھر یوں کہا

کہا سنکے ہومان نے ای شاہ چیر   تہمتن سے پیکار لازم نہیں

جو صحرا اور بابیں ہو گرم جنگ   مقابل نہ ہوا اسکے شیر و پلنگ

نہ ہو رزم ساز اس سے افراسیاب   سر البرز ہے نام سے جسکے آب

دگر بار پیران بعجز و نیاز   لگا کہنے یوں اے شہ سرفراز

بہت چاپلوسی جو پیران نے کی   تو جا نیکی وی شہ نے پروانگی

ہوا رستم گرد کا مدح خواں   کہا اس سے پیران نے یوں جاودان

بہت کی ہے بینے پسندگی   فراوان ہے میرا حق بندگی

یہ سنکر لگا کہنے وہ پیلتن   کہ خالی نہیں صدق سے یہ سخن

کہا پھر یہ پیران نے اے نامور   کروں ہوں بیان اب تجھسے جو ہے سنو

تو کر صلح موقوف کر عزم جنگ   نہ کر اسقدر فوج توران کو تنگ

کیا تجھکو اسواسطے یاں طلب   مری بات سن گوش جاں سے تو اب

حوالے کرے میرے افراسیاب   زر و مال بھی دے تجھے بیحساب

جو خسرو کرے اسکے سر کو جدا   تو خالی ہو کینے سے دل شاہ کا

ولے پاس خاطر ہے تیرا ضرور   پہ برائی صلح تھی ورنہ دور

سنا جبکہ خاقان نے احوال سب   لگا کہنے گردان چین سے یہ تب

کیا عرض شنگل نے اے شہریار   نہیں صلح منظور یاں زینہار

یقیں ہے کہ کوئی یہاں کینہ جو   کریگا نہ یوں رستم گرد کو

یہ سنکر خوشی سے لگا کہنے شاہ   کہ بہتر ہے پھر جنگ کیجے پگاہ

وہ بیٹھا تھا خاموش تھی عقل دنگ   کہ مجلس کا اسوقت تھا اور رنگ

گیا سوئے میداں ہو نعرہ زن   پکارا کہ اے رستم پیلتن

کمر میں مخالف کے ازبسکہ کیں   کیا بند رستم نے نیزہ وہیں

وہ اٹھکر پیادہ گریزاں ہوا   سوئے لشکر چین شتاباں ہوا

سلامت وہاں سے اسے لیگیا   یہ شنگل نے خاقان سے جا کر کہا

لگا کہنے رستم کو پیران یہاں   اگر آوے تو راز دل ہو عیاں

تہمتن نے تجھکو کیا ہے طلب   تو جا پاس اسکے کہ بہتر ہے اب

بلاتا ہے اب رستم پہلوان   جو ہووے اجازت تو جاؤں وہاں

تو کیوں پیش رستم گیا تھا مگر   ترے دلمیں ہے اس سے خوف و خطر

کہاں تاب ہے لشکر شاہ کو   کہ ہو ساتھ رستم کے پیکار جو

تہمتن ہے پیل افگن و پیلتن   سوار جہانگیر و لشکر شکن

یہ سنکر ہوا تند خاقان چین   کیا دور ہومان کو واں سے وہیں

سخن پہلے رستم کا سن لیجیے   جو کچھ پھر ہو منظور سو کیجیے

گیا پاس رستم کے ڈرتا ہوا   بہت دلمیں اندیشہ کرتا ہوا

کہ کیخسرو نامور دار کا   یہ مخلص بھی ہے بندۂ باوفا

رہا قتل سے جسنے اسکو کیا   جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا

ولیکن دو رو یہ ہوا اے نامجو   اسیر بلا اس سبب سے ہے تو

کہ فرمانبری سے نہیں پھیرا سر   رہوں تابع حکم شام و سحر

وہ بولا کہ اے مرد فرخ نہاد   تری بات کا ہے مجھے اعتماد

جو یہ آرزو ہے بہم صلح ہو   تو پھر شیو زسفید و ہر سو

کہ کیخسرو نامور کے حضور   روانہ کروں پھر ہو یہ خاطر و

تو یہ جا کے کہنا تو شاہ سے   نہیں صلح منظور ہرگز مجھے

تہمتن سے رخصت ہو پیران گیا   یہ احوال خاقان سے ظاہر کیا

کہ اے نامداراں کہو تم شتاب   تہمتن کی ہے بات کا کیا جواب

بلا سے ہوئے گشتہ دو چار گرد   بفضل خدا یاں ہیں بسیار گرد

جو یہ بات شنگل سے کہنے لگا   تو سب نامداراں نے تائید کی

ولے دلمیں پیران کے تھا پیچ و تاب   نہ دیتا تھا اس بات کا کچھ جواب

غرض شنگل گرد روز دگر   دلیرانہ ہوکر سوار اسپ پر

رکھوں ہوں میں تجھسے تمنائے جنگ   کیا سنکے وہ گرد پولاد چنگ

اٹھا کر گرایا اسے خاک پر   کیا چاہتا تھا اسکا قلم سر

ہوا اسکے دنبال رستم دواں   ولے آ کر لشکر چینیاں

کہ رستم کے آگے ہیں سب گرد پست   بچا لے اسے کھینچ کر پیل مست

وہ طاقت مجھے بخش اے بیچگوں ۔ کروں تاکہ بدخواہ کو اپنے زبوں
نہ جوشن میں لیکن اثر کچھ کیا ۔ یہ شاہ ختن دل میں کہنے لگا
ولے کھا کے یہ ضرب گرز گراں ۔ نہ ہرگز ہلا زین سے پہلواں
پڑے داغ اس گرز کے جسم پر ۔ ذرا بھی نہ ہرگز ہوئی کارگر
تہمتن نے سنکر پذیرا کیا ۔ ولیکن بہ اسوقت اس نے کہا
کرے آ کے پیمان و عہد استوار ۔ کہ بھیجے مدد کو نہ کوئی سوار
سپہدار توران گیا پھر وہاں ۔ تہمتن نے اس سے کیا یوں بیاں
ہے فاصلہ نیم فرسنگ کا ۔ مدد کو نہ پہنچے کوئی دوسرا
لگا کہنے شاہ ختن سے کہ ہاں ۔ زمیں پر گرے جبکہ یہ پہلواں
رہا ہاتھ سے تیرے گر ہو دیگا ۔ تو پھر کام دشوار تر ہو دیگا
ہوئے دونوں مصروف کشتی بہم ۔ لگے کرنے ہر دم درشتی بہم
اٹھا کر جو پٹکا اسے خاک پر ۔ تو بیدم ہوا وہ شہ کینہ ور
یہ سمجھا وہیں رستم ارجمند ۔ کہ بس مر گیا شاہ پولاد وند
کہا جا کے اے شاہ افراسیاب ۔ نہیں زینہار آدمی کی یہ تاب
رہائی مجھے اس سے سوجھی تھی کب ۔ ہوا مکر و حیلہ سے جانبر میں اب
تہمتن کی بھی فوج پہنچی وہیں ۔ ہوا گرم بازار پرخاش و کیں
یہاں سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ۔ بھلا کس لئے ہوجئے گرم کیں
لگا کہنے پیران سے شاہنشہا ۔ سپہ لیکے شاہ ختن اٹھ گیا
مناسب نہیں ہے توقف یہاں ۔ سوئے خانہ بس ہوجئے اب رواں
لگا ہاتھ رستم کے پیران و گنج ۔ مبدل ہوا ساتھ راحت کے رنج
بفتح و ظفر لے کے پیران و زر ۔ گیا پیش کیخسرو نامور
ہوا اسکے سب مال معروضہ بھی ۔ تہمتن کو بخشا بافراط خوشی

پھر اتنے میں بدخواہ نے آنکر ۔ رواں تیغ کی گردن کے کتف پر
کہ افسوس ابدل یہ وہ گرز ہے ۔ کہ لرزاں صدا جس سے البرز ہے
مری تیغ براں تھی خارا شگاف ۔ دو پارہ کرے سنگ و آہن کو صاف
پھر اسنے کیا میل کشتی وہاں ۔ تہمتن سے کی خواہش دل عیاں
کہ افراسیاب دلاور کو ہاں ۔ طلب کیجئے تاکہ اے پہلواں
غرض اس سخن سے تھا یہ مدعا ۔ کہ رستم نے دم راست اپنا کیا
کہ ہو عہد و پیماں یہ باہم کر ۔ کہ ہٹ جائے لشکر عقب سر بسر
پذیرا کیا شاہ نے یہ سخن ۔ پھر آہستہ آ کر شہ پیلتن
جگر چاک اس کا وہیں کیجیو ۔ توقف کو تم راہ مت دیجیو
گیا کہکے افراسیاب دلیر ۔ فرود آئے گھوڑے سے دونوں شیر
کیا زور رستم نے انجام کار ۔ کہ دشمن نہ قائم رہا زینہار
ولے دم چرایا بد اندیش نے ۔ کیا مکر بدخواہ بدکیش نے
گیا یہ سوئے رخش ہوکر سوار ۔ گریزاں ہوا اٹھ کے وہ شہریار
کہ ہوں رستم گرد سے ہم نبرد ۔ حضور اسکے ہے کوہ البرز گرد
عقب اسکے پہنچا جو گرد دلیر ۔ تو گردان توران نے برسائے تیر
لگا کہنے لشکر سے پولاد وند ۔ کہ تخت و زر و گنج نام بلند
چلو پھر بسوئے دیار ختن ۔ یہ کہکر گیا شہریار ختن
ہوئی اس سبب سے یہ بیدل سپاہ ۔ نہیں سوئے پیکار مائل سپاہ
غرض شب کو واں سے بصد اضطراب ۔ گریزاں ہوا شاہ افراسیاب
تہمتن نے ہر اک کو باصد طرب ۔ کیا ملک توران کو تقسیم جب
ہوا شاد کیخسرو نامجو ۔ دیا گنج و زر رستم گرد کو
کیا بیژن و گیو کو پھر طلب ۔ وہ توران سے آ گئے پیش سب

کہو قصہ اب اور با آب و رنگ ۔ سناؤں میں اکوان رستم کی جنگ
ہوا جشن آراستہ ایک روز ۔ سر تخت خسرو تھا جلوہ فروز

جنگ رستم با دیو اکوان و کشتہ شدنش از دست رستم

امیران و گردان ایران و بار ۔ حضور اسکے حاضر تھے سب نامدار
کہیں وہ بہشت سے آ گیا ۔ کسی اسپ کو اس نے ضائع کیا
تعجب ہے حیرت کا ہے مقام ۔ کہ آ کر کیا گورخر نے یہ کام
کہا ایک چوپاں نے واں آنکر ۔ وہی دیو ہے صورت گورخر
یہ کہنے لگا خسرو پیلزور ۔ نہیں وہ رہیں ہمسر اسپ گور
یہ سنکر وہیں موبدان کہن ۔ لگے کہنے یوں پیش شاہ زمن

پہ مستانہ تہمتن نے ڈالی کمند / کمر کو کیا دیو اکوان کے بند
چلا دیو کے جسم سے کرکے سر / شتابی سے فتراک سے باندھکر
جو دیکھا سر دیو حیراں ہوا / تہمتن کا خسرو ثنا خواں ہوا
پھر اک جشن ترتیب شہ نے کیا / مہیا تھا اسباب سب عیش کا
رہی بزم عشرت وہاں چند روز / رہا دور جام مے دل فروز
مرے دل میں ہے آرزوئے وطن / مجھے کیجیئے رخصت سوئے وطن
دو منزل گیا اسکے ہمراہ شاہ / تہمتن کا افزوں کیا عز و جاہ

بیک ضرب گرز گراں پھر وہیں / پریشاں کیا مغز دیو لعین
رواں ہوکے پھر پیش خسرو گیا / شہنشاہ نے اعزاز اسکا کیا
طلب کرکے پھر سیم و زر بیشمار / کیا رستم پہلواں پر نثار
بہم خسرو و رستم نامور / رہے مائل عیش شام و سحر
کیا عرض رستم نے یوں بعد ازاں / کہ اے خسرو خسروان جہاں
تہمتن کو خسرو نے رخصت کیا / بہت مال و گنج اسکو دیا
اب آگے بیاں رزم بیژن کروں / کہن قصہ کو تازگی سے لکھوں
کہوں کیا کہ ہے یہ عجب داستاں / کہ سننے سے ہو شاد جسکے دل

رقابت بیژن پسر گیو طرف ارمان

برائے جنگ گرازان و شتاب شدن در مرغزاری و فریفتہ شدن منیژہ دخت افراسیاب بر جمال بیژن پہلوان وہمراہ بردنش بشبستان خود و خبر یافتن افراسیاب ازیں ماجرا و قید کردن در چاہ تاریک و رہا کردن رستم از بند و رفتن سوے ایران

کہیں آکے اربانیاں ایک روز / حضور جہاندار گیتی فروز
گزاراں ہیں خسرو سرفراز / ابھی یاں ہیں ہزار دگر اے شہ
ستم سے گرازوں کے ہم آئے ہاں / نظر کر حال ستم دیدگاں
اٹھا بیژن پور گیو دلیر / شہ شیر دولت سے بولا وہ شیر
ولے گیو بولا کہ اے شہریار / یہ کار آزمودہ نہیں ہوشیار
یہ کہکر وہیں بیژن پہلواں / ہوا شاہ سے ہو کے رخصت رواں
گرازوں کے بیشے میں پہنچا وہ شیر / گرازاں مقابل ہوئے آکے سب
نہ زنہار گرگیں مددگار تھا / فقط وہ جواں گرم پیکار تھا
وہ تنہا پہنچکر شیر آنکھ لال / ذرا ادرپے اسکو کیا غرق خوں
گرازان خونخوار کو قتل کر / کیا دشت کو بحر خوں سر بسر
بفتح و ظفر خرم و شادماں / رہا جا کے پھر دشت میں پہلواں
کہ یاں دشت میں ایک شکر خانہ / ہر اک تازہ گل شگفتہ ہر ایواں
وہ ہر سال آتی ہے واں سیر کو / لئے ساتھ اپنے کنیزیں شمار
کہ صحرا میں ہے اسکو لطف آرزو / پیچھے سیر اس جا اقامت گزیں

بسان غزالان و بیچارگاں / لگے کرنے فریاد شور و فغاں
نہ چھوڑیں یہاں طاعت نہ برگ شجر / ستاتے ہیں مردم کو شام و سحر
یہ خسرو نے سنکر نظر کی وہیں / سبھی پہلوانان ایران زمیں
مجھے حکم ہووے شہ نامجو / کروں قتل خوکان خونخوار کو
یہ سنکر لگا کہنے گرو دلیر / جواں ہوں ولیکن ہوں بیژن دلیر
چلے اسکے ہمراہ گرگیں گیا / بحکم جہاندار کشور کشا
گرازوں سے بیژن ہوا ہمنبرد / لگا کرنے شیری شکل شیر مرد
گرز ایک آیا سو پہلواں / کہ پارہ کیا جوشن پہ شیاں
غرض اس طرح سے بگرز و خدنگ / ہزاروں کو کشتہ ہنگام جنگ
لگا دی وہاں آگ سبھی چار سو / چلے سب گرازان پیدا رجو
کئی روز مشغول عشرت رہا / پھر آکر وہ گرگیں نے اس سے کہا
منیژہ ہے اک دخت افراسیاب / نہیں دکھنے اسکے ترا آفتاب
پہ گرگیں نے تعریف کیا جب بیاں / لگے کہنے تب اسکے یا شہزگاں
ہر اک سے منیژہ کی تعریف کی / بیان حسن کی اسکے توصیف کی

سنا وصف جب ماہ رخسار کا ہوا دل سے مشتاق دیدار کا
چو پہونچا وہاں بیژن نامور تو بے دور سے اُس کو آیا نظر
کہ بیٹھی ہوئی ہے بناز و ادا لیے ساتھ اپنے کئی دلربا
کنیزان ہیں پیراہن نازنیں ستارے ہوں جو گرد ماہ جبیں
مہیا ہے واں بادہ و چنگ و رود گل سرو مینا و جام سرود
گیا بیژن گرد جب متصل ہوا شیفتہ تب منیژہ کا دل
ہوا پہلواں عاشق دلستاں ہوئی دلستاں عاشق پہلواں
لگی کہنے وہ بحیرت ماہتاب کہ ہے بے قدر خوف افراسیاب
کہ کوئی نہیں آسکے ہے یہاں عجب ہے کہ یہ بیٹھا اور یہ جواں
چلا آیا اسطرح سے بے خطر نہ ہرگز کیا اُسنے کچھ بھی حذر
منیژہ نے دایہ سے پھر یوں کہا کہ تو اس جواں کے ذرا پاس جا
شتاب اس سے احوال دریافت کر کہ یہ آن پہونچا ہے کیونکر ادہر
شتابان ہوئی دایہ خوشخصال ہوئی جا کے بیژن سے پرساں حال
یہ کہنے لگا دایہ سے وہ جواں مرا نام ہے بیژن پہلواں
پئے جنگ خوکاں میں آیا ادہر کیا دفع میں نے انہیں سربسر
سنا میں نے یہ دخت ہے خوبرو ہوئی دیکھنے کی مجھے آرزو
مجھے شوق دیدار لایا یہاں بعز و تمنا میں آیا یہاں
یہ کہہ اُسے دی وہ انگشتری مجھے دیکھ حیرت میں جو جوہری
کہا اور بھی اُسکو امیدوار کہا پھر یہ تدبیر کر ایکبار
کرو دیکھوں منیژہ کے پاس آنکر تماشای رخسار رشک قمر
یہ سنکر گئی دایہ باصد طرب کہی دلستاں سے حقیقت یہ سب
منیژہ یہ بولی کہ لاؤ اُسے مرے پاس لاکر بٹھاؤ اُسے
گئی دایہ پھر پاس بیژن دواں لگی کہنے اُس سے کہ ای پہلواں
منیژہ نے تجھکو لیا ہے طلب گیا ساتھ اُسکے وہ باصد طرب
لگا کہنے گرگیں ہی جاؤں یہاں تری پاسبانی کرے پہلواں
ہر اک طرح تھا گرچہ گرگین رگ دلے کینہ آور تھا مانند گرگ
یہ جانا کہ واں بیژن پہلوان اسیر بلا ہوویگا بیگماں
گیا جب اُدہر بیژن نامدار یہ بدکیش ٹھہرا وہاں زینہار
وہیں لیکے بیژن کے شبدیز کو رواں سوئے ایراں ہو آئینہ جو
گیا جب کہ بیژن تو وہ نازنیں گئی سوئے خرگاہ اُٹھکر وہیں
کہا پھر محبت سے واں ماہتاب منیژہ نے بیژن کو بے اضطراب
ہوا جب باہم آغوش آرام دل میسر ہوا سربسر کام دل
ہوئی بادہ پیمائی بفرط طرب رہے عیش سے واں یہ روز و شب
بروز چہارم ہوا بے خبر کیا خواب میں بیژن نامور
ہوا مستئ بادہ کا جبکہ جوش رہا کچھ نہ زنہار بیژن کو ہوش
عماری زریں میں پھر اسکو زودتر منیژہ اسے لیگئی سربسر
نہفتہ کیا قصر میں رات کو رکھا سب سے پوشیدہ اس بات کو
ہوا جبکہ بیدار اور ہوشیار گرفتار جب ہوا نامدار
بہت دل میں اپنے پشیماں ہوا نہایت دل اسکا پریشاں ہوا
لگا کہنے اے کردگار جہاں تو ہے عالم آشکار و نہاں
پڑے ہے تجھے گر میں تو صد فسوں سوئے راہ بد وہ ہوا رہنموں
اسیر بلا اُسنے مجھکو کیا [illegible]
منیژہ نے کی جمع خاطر کمال کہا بیں کرو تم نہ کچھ بھی ملال
جوانوں کو زیبا ہیں آوزرگاہ کبھی شادی و عشرت و بزمگاہ
خدا ہوں میں اور تجھ پہ قربان ہوں رضا جو تری میں دل و جان ہوں
مصیبت گر آوے تو اچھی تو خاطر جان مری جان تجھکو نہ ہیگا نہ جان
اگر شاہ توراں سے پہونچے ضرر تو جاں بھی مری تیرے آگے سپر
تو اب شوق سے نوش کر جام مے کہ ہرگز نہیں چاہئیے اندیشہ ہے
یہ کہکر لگے پینے باہم شراب ہوئے دولت وصل سے کامیاب
شب و روز رہنے لگے میگسار نہ تھا کچھ بجز عیش واں زینہار
نہ تھا وصل کا ماجرا کچھ نہاں کسی پر نہ یہ راز تھا کچھ عیاں
کئی سال گذرے [illegible]
کہ چرخ کی گردش سے انجام کار کہ کچھ بھی نہیں [illegible] روزگار
خبر دار دربان ہوا ناگہاں [illegible] خوف جاں

کیا وہیں ویران خانہ خراب
ہوا شاہ سُنکر بہت خشمگیں
شنیدہ سے کا ہرگز نہیں اعتبار
وہ ہے لائق قید و بند گراں
کہا یہ سواران پیکار جو
یہ سُنکر جو گرشیوز کینہ خواہ
در کاخ سد وہ آیا نظر
جو دیکھا پہنچکر در خانہ پر
نہ جنگ و دف رود تنہا ہیں وان
شہنشاہ توران کا یہ کاخ ہے
سرایاں ہے نہ ترس ہم گرز و خدنگ
نہیں کوئی ہمدم مددگار ہے
دلیرانہ آیا در خیمہ پر
مقابل ہو ہیبت جو کوئی جوان
تو بیکی کرے مجھ سے گر ایکبار
جو دیکھا کہ بیژن ہے دلیر و جوان
کیا ساتھ بیژن کے عہد استوار
اُسے لے گیا سوئے افراسیاب
کیا وہ گرفتار جب پیش تخت
لگا کہنے بیژن لائق تاجور
مرا یار گم ہو گیا ناگہاں
پیاپے ہوا اک پری کا گزر
پری نے پہونچکر شب یہ کیا
اثر سے فسوں کے وہیں بے خبر
نہیں تھی پری شب نشیں تختہ تھا
تو وہ ہے کہ ہاں گرز و تیغ و خدنگ
نہیں ماسبت تیرا کچھ زینہار

کیا عرض یوں پیش افراسیاب
گرازان سالار کو بس وہیں
کوئی جائے ان سب سے اک بار
عقوبت ہے اسپر روا بیگماں
تو مخصوص کر جائے اس کاخ کو
گیا تا در کاخ لیکر سپاہ
شکستہ کیا در کو پھر زود تر
تو اک مرد بیگانہ آیا نظر
سہ صد حور چہرہ پرستندگاں
یہاں کس طرح سے تو گستاخ ہے
کروں کس طرح ساتھ دشمن کے جنگ
جہاں آفریں بس مددگار ہے
خروشاں ہوا آ کے جوں شیر نر
تو کھوئے سر اپنا وہیں ناگہاں
چلوں ساتھ سوئے شہریار
مرے کشتن کا کرو اب گمان ..
لیا اُس سے وہ خنجر آبدار
کشاں سر برہنہ بحال خراب
کہا شاہ توران نے اے نگوں بخت
سبھی کے گرازاں ہیں آیا ادھر
سوئے دشت آیا تفحص کناں
اورا لے گئی مجھکو واں آنکر
مجھکو عماری میں بٹھلا دیا
پری کو وہ لے گئی اپنے گھر
[illegible] لیا [illegible] اسیر [illegible]
[illegible] اسپہ کرنا [illegible] جنگ
تو جانبر نہ ہو وے بجز انجام کار

کہ شاہا گیا ننگ ناموس مفت
بلا کر کہا مصلحت اب ہے کیا
اگر کاخ میں بیخبر کو بار ہے
سخن شاہ نے سنکے سالار کا
شبستاں میں دیکھے کسی کو اگر
سنی بانگ قانون چنگ رباب
گیا اندرون محل کینہ خواہ
نشستہ ہے اور وہ جوان میگسار
یہ دیکھا گرشیوز کینہ جو
ہوا سنکے بیژن کو تب اضطراب
ہوا بخت برگشتہ انجام کار
یہ کہکر وہیں لیکے نام خدا
کہ بیژن ہوں میں پور گیو دلیر
ہیں اس خنجر تیز سے اب کروں
روا شاہ مجھ پر نہ رکھے ستم
گرفتار کرنا ہے دشوار تر
ہوا ہاتھ سے جبکہ خنجر جدا
نہ ہو طالع نیک یاور اگر
ترا کیونکر توران میں آنا ہوا
لگا کرنے صید افگنی جا بجا
ہوا خفتہ پھر میں بزیر درخت
سوار پھر فوج توران ہوئی
عماری میں بیٹھی جو تھی نازنین
نہیں اس میں زنہار میرا گناہ
لگا کہنے پھر شاہ توراں جو یار
اور اب دست بستہ مثال زناں
سنی جب یہ گفتار افراسیاب

منیژہ کا اک گرد ایماں ہے جفت
گرازاں نے یہ عرض شاہ سے کیا
تو پھر اس میں کیا جائے تکرار ہے
یہ سن گرشیوز کینہ جو سے کہا
تو لے آ کشاں یاں اُسے باندھکر
لیا گھیر ہر اک طرف سے شتاب
گیا پھر اُدھر تھی جدھر رشک ماہ
ہمہ بے حیایانہ ہیں بادہ خوار
ہوا نعرہ زن یوں کہ اے کون تو
لگا کہنے کھا کر وہیں پیچ و تاب
نہ ہرگز موافق رہا زینہار
لیا کھینچ خنجر جو موزے میں تھا
شجاعت کے پینے کا اک زہر
بہت نامداروں کو بس غرق خون
شفاعت کرے تو مری کھا قسم
کمر مرنے پہ اپنی اُسنے باندھی کمر
گرفتار بیژن کو اُسدم کیا
تو ہرگز نہ سمجھ کام آئے نظر
شبستاں میں کس طرح جانا ہوا
خوشی سے تر چشم فیروزہ رنگ
سو گئے خفتہ کو پاس سے نا بخت
عمارت اک اس میں نمایاں ہوئی
پڑھا اُسپہ افسوں پری زادہ میں
وہ آلودہ عصیاں سے ہو بے گناہ
کہ اے بخت برگشتہ [illegible]
یہ گفتار مستانہ کہتا ہے یاں
یہ گرشیوز کینہ جا سے شتاب

ہوا دل میں اُسکے سخت اندہگیں
یہ سنکر سنبھلے بے اعتبار
یہ چاہا کہ گرگین بدکیش کا
اسے پیش کیخسرو نامدار
سر تو لیگیا تھا مرے پور کو
کرے ہے تو اب مکر کی گفتگو
شتابی سے پھر تیغ کھینچکر
دو صد تازیانے لگائے وہیں
گیا گیو لیکر اُسے پیش شاہ
مرا ہے تھا ایک نور بصر
کرے ہے یہ گفتار مکر و فریب
پہونچ داد کو میری ای شہریار
کہ گرگین نے مجھسے یاں کیا کیا
شہنشہ نے گرگین کو دیکھا لباس
نظر کرکے وہ طالع وقت پر
یہ سنکر کہا شہ نے پھر گیو کو
چھوڑا لاؤں بیژن کو اب بند سے
کہ اختر شناسوں کی گفتار کا
نشاں پاویں اسکا تو حصول المراد
تو ورنہ کا کیجیو انتظار
ہوا گیو شاداں یہ سنکر سخن
یہ کہکر گیا پہلواں اپنے پر
سوئے ہر طرف وہ تفحص کناں
گیا گیو با خاطر پُر الم
طلب کرکے پھر جام گیتی نما
بہت غور سے تھا نظارہ کناں
سوئے کشور گرگساراں نگاہ

کئی دن ہوا واں اقامت گزیں
ہوا گیو بے اختیار اشکبار
کرے خنجر تیز سے سر جدا
تو جا لیکے اے پور فرخ لقا
کہاں گم کیا تو نے اے کینہ جو
ملاؤں تری خاک میں آبرو
کروں میں جدا جسم سے تیرا سر
کہا خستہ گرگین پرواز کرکے کہیں
بچشم پر آب وہ دل کینہ خواہ
کہ دلشاد تھا جس سے شام و سحر
کہ سنکر اڑا اس قرار و شکیب
کہ گرگین نے مجھکو کیا سوگوار
سنا تھا جو اس نے وہ شہ سے کہا
کہا پھر گرفتار بند گراں
لگے کہنے پیش شہ نامور
کہ رکھ جمع خاطر اے نامجو
ملاؤں تجھے تیرے فرزند سے
اسے کچھ بھی زنہار باور نہ تھا
خبر دیں یہاں آنکر شاد شاد
کہ جب آئے نوروز و فصل بہار
دعا دی کہ اے سرور انجمن
وہیں پھر سواران پرخاش پر
ولیکن کہیں کچھ نہ پایا نشاں
دل زار بیتاب اور چشم نم
لگا دیکھنے شاہ کشور کشا
سوئے ہفت کشور شہ خسرواں
پڑی جب تو کیا دیکھتا ہے وہ شاہ

غرض با غم و درد آیا یہاں
یہ سمجھا کہ بیشک ہوا وہ جواں
کہا لیک گودرز نے پھر وہیں
وہیں گیو پھر بادل دردمند
کہا تو نے مجھکو تباہ و خراب
تجھے لیچلوں پیش خسرو ابھی
پکڑ بال گرگین کی پھر بعد ازاں
ہوا پہلوں سر بسر جسم زار
کیا عرض ای شاہ گیتی پناہ
اُسے کرکے گم آپ آیا یہاں
بجز توسن بیژن پہلواں
یہ سنکر ہوا شاہ اندوہگیں
پھر احوال گرگین سے پوچھا تمام
کیا شہ نے پھر موبدوں کو طلب
کہ توراں میں ہے زندہ وہ پہلواں
سو ملک توراں میں کھینچ سپاہ
یہ کہتا تو تھا خسرو پاکدیں
کہا شاہ نے پھر کہ اے نامدار
سپاہ ان نہ ہووے اگر آگہی
نظارہ کروں جام گیتی نما
جہاں میں تو رہ جبتلک ہے جہاں
روانہ کئے گیو نے چار سو
جو نوروز فرخ ہوا جلوہ گر
جو خسرو نے دیکھا اسے بیقرار
[illegible]
نشاں بیژن نامور کہیں
کہ بیژن کنوئیں میں نگونسار ہے

یہ توسن جو پایا سو لایا یہاں
گرفتار رنج و بلائے ناگہاں
کرے کھینچ اسپر تو اب تیغ کیں
یہ گرگین سے بولا بہ بانگ بلند
کیا چشم و دل سے مرے صبر و خواب
اُسے اس حقیقت سے دو آگہی
اُسے لیچلے واں سے گردنکشاں
ہوا بس وہ بیہوش انجام کا
مرے سر پہ آئی یکایک بلا
یہ گرگین بدکیش نکبت نشاں
نہیں اور بیژن کا ہرگز نشاں
لگا گیو سے کہنے خسرو وہیں
وہ بیہودہ کرنے لگا واں کلام
کہا دیجو احوال بیژن کا اب
ولے ہے گرفتار بند گراں
وہاں جاکے بیژن سے اصل کہنچا
ولے گیو کو تھا نہ ہرگز یقیں
پئے جستجو کھینچ ہر سو سوار
تو مت کیجیو صبر سے دل تہی
کہ دریافت احوال ہو گر دکھا
بصد حشمت و دولت و فر و شاں
کریں جاکے بیژن کی وہ جستجو
تو پھر پیش کیخسرو نامور
پریشان دل و مضطر و اشکبار
لگے تھے وہ اس جام میں سر بسر
پیادہ [illegible] تھا اسیر شہیں
بصد رنج و خواری گرفتار ہے

ادراک وخت اسکی ہر خدنگار
کہ نسل کیاں سی ہے وہ گلعذار
کیا شہ نے پھر گیو سے یوں بیاں
ترا پور زندہ ہے ای پہلواں
مگر چاہ میں قید اور خستہ ہے
سلاسل سی بس بست و پابست ہے
نہ اندیشہ رکھ کر خدا پر نظر
کہ آوے رہا ہو کے بیژن اسیر
وہ بولا کہ اے خسرو نامجو
شتابی سے پروانگی مجھکو دو
کہ جاؤں چھڑا لاؤں بیژن کو یار
لگا کہنے خسرو کہ اے پہلواں
تہمتن ہے پیل افگن و شیر جنگ
بنے گا نہ کام اس سے بے درنگ
مرا نامہ لیجا سوئے سیستاں
کہ تا آوے یاں رستم پہلواں
ہوا گیو لے نامہ شہریار
شتاباں سوئے رستم نامدار
اسے جاکے نامہ دیا شاہ کا
سب احوال بیژن مفصل کہا
زباں پر سخن اور آنکھوں میں نم
فغاں کھینچتا تھا بصد درد و غم
یہ سنکر تہمتن نے پاسخ دیا
کہ اے گیو میرا ارادہ یہ تھا
کہ آرام سے اب وطن میں رہوں
نہ جا سے نہ زنہار جنبش کروں
بہت سینے کھینچے ہیں رنج و محن
نہیں چاہتا دل کہ چھوڑوں وطن
ولے بیژن نامور کا یہ حال
ہوا سنکے اے گیو غمگیں کمال
ترے درد سے میں جگر خستہ ہوں
پئے کار بیژن کمربستہ ہوں
مرا بیژن پہلواں پور ہے
مرے دیدۂ زار کا نور ہے
تو رکھ جمع خاطر نہ کر اضطراب
کہ لاؤں رہا کر کے اسکو شتاب
یہ کہکر بچنگ و مے دل فروز
رہے محفل آرا بہم تا سہ روز
بروز چہارم بساماں و ساز
روانہ ہوا رستم سرفراز
جو نزدیک پہونچا یل نامدار
تو دوڑیں بحکم شہ کامدار
گئے اسکے لانے کو سب پہلواں
وہ آیا تو خسرو ہوا اٹھ رواں
وہ رخت و جواہر مہیا کیا
وہاں تخت زر ایک برپا کیا
بٹھایا تہمتن کو اس تخت پر
وہ بیٹھا تو کیخسرو نامور
ہوا رستم گرد کا مدح خواں
کہا تو ہے پشت و پناہ کیاں
مدد گار گردان ایران و یار
سخن آگئی تیرے لب پہ بہار
پئے بیژن پور گیو دلیر
گوارہ تو کر رنج اے نرہ شیر
کہ تیرے سوا اور اے نامدار
نہیں چارہ گر یاں کوئی زینہار
زمیں بوسہ دیکر وہ جنگ آزما
دعا و ثنا کر کے کہنے لگا
کہ اے شاہ شاہاں روئے زمیں
ترا ہوں میں اک چاکر کمتریں
اگر سامنے آئے ببر دماں
ترے حکم سے میں نہ موڑوں عناں
میں اس کام پر چست باندھوں کمر
چھڑا لاؤں بیژن کو اے زور ور
لگا کہنے خسرو کہ اے پہلواں
یلاں قوی جنگ جنگجو ہیں یہاں
انہیں ساتھ لیجا جنہیں چاہے تو
رواں لیکے ہو فوج جنگجو
تہمتن یہ بولا کہ اے تاجور
سپاہ گراں لیکے جاؤں اگر
تو ایسا نہ ہو کھاکے وہ پیچ و تاب
کرے قتل بیژن کو افراسیاب
شتاباں ہو بشکل بازرگاں
کروں جاکے تدبیر ایسی وہاں
کہ آساں ہو یہ کار مشکل شتاب
ملے دست افسوس افراسیاب
یہ سنکر ہوا شاد شاہ جہاں
مہیا کیا رخت سوداگراں
جو طیار یکدست ساماں ہوا
تو رستم وہاں سے سوئے توراں ہوا
گرانمایہ ہشت و ہم باد پا
وہ اشتر پر از گوہر بے بہا
پر از جامہائے سہ صد اشتر
متاع گرانمایہ پاکیزہ تر
شتر کا پر از سیم و باناں حریر
سنائیف ہر اقلیم سے بے نظیر
ہزار اشتر القصہ ہمراہ تھے
پر از تحفہ خوب و دلخواہ تھے
یلاں شیر دم آزما یک ہزار
گئے ہمرہ رستم نامدار
وہ پہنے ہوئے جامۂ کارواں
ہے سر بسر صورت ساربان
تہمتن نے جب قصد توراں کیا
پھر گرگیں نے صد حیف اس سے کہا
رہا کر مجھے اے گرد فرخندہ خو
مجھے لیچل اب اپنے ہمراہ تو
تو گرگیں کو رستم نے پاسخ دیا
کہ صادر ہوئی تجھ سے ایسی خطا
کہ کیا کیا خطا کی ہوا ای شور بخت
ترا نام پیش خداوند تخت
کیا یہ سخن گر کے جب بیاں
ہوئے پور گرگیں کے زاری کناں
کیا عرض رستم نے پھر لاجرم
حضور شہنشاہ کیواں علم
لگا کہنے گرگیں کہ اے شاہ رکھیے
مرے ساتھ رخصت اسے کیجئے
یہ رستم کو خسرو نے پاسخ دیا
کہ یہ عہد تیرے ہی قلمیں کیا

دلیرانہ تم گرم پیکار ہو
کہ بیژن رستم و جنگجو
نہ جانبر ہوں میداں سے [illegible]
نہ ایران کا زندہ رہے اک سوار

سنی جب سواران نے گفتار شاہ
ہوئے حملہ آور سوے رزمگاہ
سواران توران ایرانیاں
ہوئے گرم پیکار باہم وہاں

تہمتن نے لیکر وہیں گرز تیغ
کئے قتل ترکاں بہت بیدریغ
ہوئے کشتہ تورانیاں بیشتر
ہوئے غالب ایرانیاں سربسر

ہوا جب وہ میداں میں کچھ کامیاب
گیا سوئے واں سے افراسیاب
کیا اسکے دنبال رستم دواں
دو فرسنگ مانند شیر ژیاں

گئے کشتہ و خستہ صدہا ہزار
پھر آیا بفتح و ظفر نامدار
زر و مال و اسباب افراسیاب
کیا لیکے پھر سے ایران شتاب

سنا جبکہ مژدہ دل نواز
ہوا شاہ کیخسرو سرفراز
لگے پیشوا نامداران تمام
ہوئے دیکھکر سب کو شاد کام

گیا جبکہ نزدیک درگاہ شاہ
تو آکر جہانگیر گیتی پناہ
تہمتن کو با صد خوشی لیگیا
ثنا خواں ہوا رستم گرد کا

دعا و ثنا کی تہمتن نے بھی
شہنشہ کی ہر اک بجا بندگی
منیژہ بھی اور بیژن پہلوان
گئے جب حضور شہ خسرواں

ہوا شاد کیخسرو پاک دیں
ہوئے گیو گودرز بھی خوش وہیں
ہوا دور خاطر سے اندوہ غم
لگے رہنے مسرور و خرم بہم

ہوئی ختم بیژن کی اب داستاں
سنو قصہ برزوے پہلواں

جنگ کردن برزو با رستم و رسیدن افراسیاب با ایران و رفتن کیخسرو بمقابلہ او با فوج گران و شکست خوردن افراسیاب و باز رفتن بطرف توران

چو ناکام ہو کر بصد اضطراب
سوے چیں گیا وہ شاہ افراسیاب
تو آیا نظر راہ میں اک جواں
تنومند مانند پیل دمان

کہا اے بادشاہ ہوں نہیں [illegible]
نہیں جانتا لیک نام پدر
سنا ہے یہاں سے کہ اک روز یاں
کہیں سے سوار آگیا ناگہاں

ہوا آن سے کہ وہ طالبگار آب
پلایا اسے اٹھ کے پانی شتاب
ہوئی اسکے دل میں جو غالب ہوس
جواں نے کیا اسکو ہمخواب بس

روانہ ہوا واں سے پھر وہ سوار
بحکم خدا یہ ہوئی باردار
خدا جانے تھا کون وہ پہلواں
نہیں اسکا معلوم نام و نشاں

جو پیدا ہوا تو شاہنشہا
ہمارا نام ماں نے برزو رکھا
جو دیکھا اسے شاہ نے پیلتن
رواں ساتھ اسکے کیا بیسخن

مرا ایک دشمن ہے رستم بنام
دلیری و مردی میں مشہور عام
مجھے سخت اب اس نے عاجز کیا
پراگندہ خاطر ہوں صبح و مسا

اگرچہ [illegible]
کہ ہو گرم کیں فوج ایران میں
گماں ہو یہ مجھکو کہ ہنگام جنگ
تہمتن ترے ہاتھ سے ہووے تنگ

سنا جب یہ برزو سے شہ نے یوں کہا
کہ تو ہوں بصد حیف شاہنشہا
تو اک گرز سے ہو ابھی یوں اسقدر
ترے ہے دلمیں یہ خوف و خطر

لگا کہنے سالار عالی جناب
دیا ہے تن سے مانند یکصد [illegible]
توانائی اس کی بیاں کیا کروں
بجا ہے اگر کوہ آہن کہوں

نہ اس پہ ہو گرز و سناں کا اثر
نہ ہرگز کرے تیغ و ناوک اثر
یہ سنکر ہوا خندہ زن وہ جواں
کہا شاہ سے اس نے پھر یہ بیاں

کہ میداں میں جسدم [illegible]
تو صد کوہ آہن کو ریزہ کروں
سپاہ تیری اور تو بھی نامرد ہے
ڈرے یوں تہمتن سے جو مرد ہے

نہیں ہے اگر رزم کی تجھکو تاب
رکھا نام کیوں شاہ افراسیاب
نہیں تجھکو شایاں ہو نام شہی
نہیں تجھکو زیبا کلاہ مہی

یہ سنکر ہوا منفعل بادشاہ
ہوا اس سے خواہان امداد شاہ
کہا یوں کہ گر کشتہ ہو اب جواں
ترے ہاتھ سے رستم پہلواں

کہ دوں تجھکو میں دختر ماہ جبیں
کروں تجھکو سالار اقلیم چیں
قسم کھا کے برزو نے پھر پیش شاہ
کہا یوں کہ اے شاہ خورشید جاہ

فریبرز اور طوس میدان میں
ہوا شادماں شاہِ توران یاس
ہوا پُر غضب رستمِ پہلواں
فریبرز اور طوس کو کر رہا
تھی نصف شب تھی کہ پہنچا وہاں
سرِ تخت زریں پہ افراسیاب
فریبرز اور طوس بھی خوش نشست
اسیران کو پھر لیکے سرداراں
اٹھا ایک کو اپنی سرپُشت پر

جو آئے مقابل تو اک آن میں
ہوا مُخبر وہ خسرو نامدار
لگا کہنے اے خسروِ خسرواں
ترے پاس لاؤں بفضلِ خدا
اسیرانِ شہ پالتے تھے جہاں
خوشی سے تھے پیتے پیالے شراب
لڑے ہیں تیغے دستا یارو سخت
کر لشکر تھا جنکا رکھا جہاں
شتاباں ہوا رستم نامور

اٹھا زین سے برزو نہیں لیگیا
طلب رستم نامور کو کیا
تو رکہ جمع خاطر کہ جاؤں شتاب
یہ کہکر گیا رستم جنگجو
یہ سمجھا کہ برزو کی خرگاہ ہے
چنیدہ ہست با خاطرِ شادماں
یہ کہتا ہے انکو وہ کمبخت شاہ
نگہباں جو غافل تھا تب وہیں
اُٹھا دوسرے کو وہ گستہم یل

یہ بندگاں اُن کو بستہ کیا
یہ احوال خسرو نے اس سے کہا
سو پہلوانانِ افراسیاب
وہ لے گیا ساتھ گستہم کو
جو دیکھا تو بیٹھا وہاں شاہ بھی
نشستہ ہیں پیران برزو وہاں
کرو قتل مثلِ سیاوش نگاہ
تہمتن نے کھینچا تب تیغ کیں
سراپردے سے آئے وہیں نکل

یہ سنکر نہ کچھ ہوشنہ نے پاسخ دیا
تہمتن کو بس وہیں رخصت کیا

گیا جبکہ رستم تو آشفتہ ہو
لگا کہنے یوں خسرو نامجو

جو تاباں ہو خورشید وقت پگاہ
تو برزو سے میں جا کے ہوں رزمخواہ

سنا ہے کہ دن مفتہ اسکا جگر
طلائیں تہ خاک و خوں سربسر

نہیں مجھکو زنہار کچھ خوف جاں
نہ میداں سے موڑوں میں ہرگز عناں

کہا سنکے گودرز نے یہ سخن
کہ اے خسرو خسرواں زمن

ہماری ہے قالب میں جبتک کہ جان
سو جنگ کیوں شاہ لاوے عناں

مبارک ہو شہ کو شب و روز رزم
کہ حاضر ہیں بندے پئے جنگ و بزم

مقابل ہوں با تیغ و گرز خدنگ
کرو غرق غم میں اسے بیدرنگ

کرے جنگ برزو سے گیو دلیر
ستیزندہ بیژن ہو مانند شیر

سوا اسکے جیتے ہیں گردن فراز
دلیرانہ ساتھ اسکے ہوں رزمساز

یقیں ہے کہ گردان خواہان کین
کریں جا کے برزو کو زیر زمیں

دگرگوں ہو رنگ زمانہ اگر
تو جو دل میں آوے کرے نامور

کہا شہ نے گودرز سے اسطرح
کہ بیٹے کیا اب بیاں جس طرح

و لے رستم گرد جنگ آزما
سراپردہ میں جبکہ اپنے گیا

زوارہ سے بولا کہ اے بھائی جان
ارادہ ہے میرا کہ سوئے سیستان

عماری تو اس وقت تیار کر
کہ ہوں صبحدم میں شتاباں ادھر

پہونچکر وہاں زال زر سے ملوں
سر و دست کا اپنے درماں کروں

بلاؤں میں واں جاکے سیمرغ کو
شتابی ہوں سیمرغ سے چارہ جو

زوارہ نے سب کیا یوں بیاں
کہ ہے عزم رستم سوئے سیستاں

دلیران ایران یہ سنکے خبر
دواں پیش رستم گئے سربسر

لگا کہنے ہر ایک اے پیلتن
تجھی سے سپاہی ہے یہ انجمن

نہ ہووے یہاں گر تو اے پہلواں
تو قائم رہے پھر نہ کوئی جواں

فدایاں سے جنبش نہ کر زینہار
یہاں رکھ تو پائے ثبات و قرار

تہمتن نے پھر با دل دردمند
کہا یوں کہ زیر سپہر بلند

بسر ہو گیا بس مرا وقت جنگ
فلک نے کیا مجھکو اب خستہ تنگ

مجھے صبح میداں میں آنکر
کرے جب طلب برزوئے کینہ ور

کروں جنگ کیا دست بشکستہ سے
بنے کام کیا زخمی و خستہ سے

ہوا زخم کاری سے بیکار میں
سو خانہ جاتا ہوں ناچار میں

یہ سنکے لگے رونے سب نامدار
تہمتن بھی اسدم ہوا اشکبار

پھر اتنے میں پہونچی خبر یہ کہ ہاں
کہ آیا فرامرز جنگی جواں

ہوا دور دل سے الم سربسر
ہوا شاد رستم اسے دیکھکر

بغل میں لیا پیلتن نے وہیں
بہت پیار سے پائے چشم و جبیں

فرامرز بولا کہ اے پہلواں
ہوا میں جو ہندوستاں سے رواں

تو پہنچی مجھے راہ میں یہ خبر
کہ برزو سپہ لیکے آیا ادھر

یہ سنکر وہاں سے ہوا میں رواں
غرض کرکے یلغار پہنچا یہاں

فرامرز سے جب سنا یہ سخن
لگا کہنے رستم یہ پیلتن

تو آرام کر جا سوئے خیمہ گاہ
کہ تا دور ہو سب ترے رنج راہ

دم صبح پھر برزو کینہ ور
پکارا سوئے رزمگاہ آنکر

کہ آوے مرے سامنے کوئی مرد
گیا سنکے گرگین پئے نبرد

فرامرز سے رستم پیلتن
یہ بولا کہ اے مرد لشکر شکن

مرا سر بسر لیکے ساز و یراق
تو جا سوئے میداں پئے یساق

یہ برزو سے کہنا کہ ہو نہیں ہے مرد
ہوا تھا جو کل تجھسے گرم نبرد

دیا سب نشان جنگ و برزو کا
سوار الغرض رخش پر ہوگیا

چو دیکھا کہ گرگیں ہے گرم جنگ
و لے دوسے ڈالتا ہے خار تنگ

فرامرز بھی پیش خسرو گیا
خوشی سے زمیں بوس حاصل کیا

کہا شاہ نے یوں فرامرز کو
شتابی تو برزو سے ہو جنگجو

مبادا کہ گرگیں ہو خستہ وہاں
یہ سنکر شتاباں ہوا پہلواں

وہاں جاکے توسن پہ ہو سربلند
یہ برزو سے بولا با بانگ بلند

نہیں ہم نبرد اسکے جواں یہ آ
تو آ پاس میرے کہ کر کارزار

فرامرز تھا اسکے چوں فیل و شیر
درشت و تنومند چیتا و دلیر

کہا سنت برزو اسے دیکھکر
ولیکن یہ بولا کہ اے کینہ ور

سو چنگ نے آیا تو با صد طرب
نگر یہ سر سے جہاں سے اپنی تو اب

فرامرز بولا کہ اے کینہ ور
و دلیر تجھکو ہے زیر نگاہ رزمگاہ

ترے ساتھ کل کرکے جنگ زدا
کیا جب ہوا رات کو پلہ خواب
کیا شب کو باعیش و عشرت سحر
مجھے اس خوشی کا ہے بیجا اثر

سنی اسکی برزو نے آواز جب
لگا کہنے جی میں کہ ہے یہ غضب
کہ اسپ و یراق و لباس جواں
وہی ہے جو دیروز تھا بیگماں

ولیکن جو دیکھوں ہوں ہیکل کو خور
تو پاتا ہوں آواز و ترکیب اور
نہیں گرچہ برزو یہ ہے یہ مگر
تو بولا وہیں برزو کینہ ور

ہوا کشتہ یا خستہ شاید وہ مرد
کہ دیروز تھا جو مرا ہم نبرد
وہ ہرگز نہیں تو لیے تیرے پاس
مقرر اسی کا ہے یہ سب لباس

فرامرز بولا کہ دیوانہ ہے
تمیز ہو خرد سے تو بیگانہ ہی
وہی ہوں کہ جسکو کیا تھا زبوں
گرفتار غرض آج میں غرق خوں

یہ کہکر دکھا سب نشان نبرد
یہ سنکر ہوا غرق حیرت وہ مرد
لگا کہنے پھر یوں فرامرز کو
ترا نام کیا ہے بتا نام جو

وہ بولا کہ ہوں رستم پہلواں
مقابل نہیں میرے شیر ژیاں
مرا کام فیل افگنی ہے مدام
بجز جنگ شیراں نہیں میرا کام

سنا جبکہ نام یل ارجمند
تو برزو ہوا سخت اندیشہ مند
فرامرز نے لیکے گرز گراں
کیا سخت برزو کو ناچیز وہاں

پیاپے جو تھی ضرب بالائے سر
تو ہرگز نہ فرصت ملی یکقدر
کہ برزو کے زخم اسپر رہا
حفاظت میں اپنی وہ مصروف تھا

ہوئی ریزہ ریزہ جو اسکی سپر
پریشاں ہوا زخم سے منہ بسر
زمیں پہ گرا برزو زورمند
فرامرز نے پھیر رہ کی کمند

اسے کشتہ کرنا نہ دشوار تھا
ولے یہ نہ منظور زنہار تھا
یہ چاہا کہ لیجائے کرکے اسیر
حضور خداوند تاج و سریر

ہوا گرچہ برزو اسیر کمند
ولے شاہ توراں ہوا دردمند
سواراں سے بولا یہ افراسیاب
دلیرانہ ہو حملہ آور شتاب

ہوئے حملہ آور جو تورانیاں
تو پہنچے ادھر سے بھی ایرانیاں
سنو زور دست یل ارجمند
کہ اک دست سے کھینچتا تھا کمند

بدست دگر گرز کو داں شتاب
چپ و راست چلی تیغ شنگرف تاب
پھر اتنے میں پہنچا بمانند باد
سوار زرنگاہ رستم شیرزاد

تہمتن نے اندیشہ دل میں کیا
کہ برزو مبادا کہیں ہو رہا
رہا کر وہیں دست چپ سے کمند
کیا اسنے برزو کی گردن کو بند

سواراں نے جہد فراواں کیا
بہت حملہ برزو نے بھی ہاں کیا
بہت سخت زور آزمائی ہوئی
نہ برزو کو لیکن رہائی ہوئی

کہ پنجے میں وہ شیر کے تھا اسیر
کہ دونوں تھے پیل افگن و شیرگیر
زوارہ نے وہیں فرامرز کو
کہا یوں کہ اے گرد پیکار جو

کمند اب مجھے دیکے ہو گرم جنگ
تو کر قافیہ جاکے ترکوں کا تنگ
کمند اسکو دیکے وہ مرد دلیر
ہوا گرم پیکار مانند شیر

ہوا دشت میں اسقدر کشت و خوں
کہ دامان صحرا ہوا لالہ گوں
غرض نیر تاباں ہوا جب نہاں
گئے تب سو خیمہ جنگ آوراں

بہنگام شب جاکے افراسیاب
کہا جاکے پیراں نے شاہ شتاب
تو آب پانے لگے توراں کی رہ
یہ لشکر روانہ ہوئی سب سپاہ

ہوا شاد سے خسرو نامور
لگے تہنیت دینے فتح و ظفر
پے قتل برزو ہوا حکم شاہ
ولے پہلواں رستم نیک خواہ

ہوا پیش خسرو شفاعت گذار
سر خوں سے گذرا وہ شاہ جہاں
لگا کہنے رستم سے پھر شہریار
کہ برزو کو لیجا تو اے نامدار

سو خانہ رستم اسے لیگیا
فرامرز سے پھر یہ کہنے لگا
کہ لیجا اسے سوئے زابلستاں
وہ برزو کو لیکر ہوا پس رواں

رہا پھندے سے چھوٹ کر اک دم کیا
گرفتار زنجیر اس کو رکھا

خبر یافتن شہرو مادر برزو از گرفتاری برزو و آمدن در ایران برائے رہائی برزو و اظہار کردن شہرو از رستم کہ برزو فرزند سہراب است

جو برزو کی ماں نے سنی یہ خبر
تو ایراں میں آئی وہ خستہ جگر
اس آشفتہ خاطر کا شہرو تھا نام
پسر کی جدائی سے تھی تلخ کام

نہ برزو کو پایا جو ایران میں
ملی مادر برزوے نامور
یہ شہرو نے اس سے کہا ایکدن
وہ بولی کہ لا خواہر نیک نام
وہ جب لیگئی پیش برزو طعام
زن نیکبخت آئی اک صبح سحر
کہا جیسے یہ راز پنہاں نہاں
تو پھر لاسے ہوار تازی سمند
پھر آئی وہ زن والسے با مد طرب
کھی لیکے سوزن وہ برزو کے پاس
جب آیا وہاں برزوے نامدار
سوا وہ بیرہ ہوئے رہ سپہر
لگے کرنے اس دشت میں کارزار
رکھی جنگ موقوف انجام کا
زن مطرب خانہ پہلوان
پھر اسوقت اسے رستم نیک نام
کیا دان طلب اسنے و ستارہ خوب
تہمتن یہ بولا کہ میں کیا کروں
تو شہرو نے اسکو نہ کھانے دیا
ہوا خشمگیں برزوے نامدار
سفید اب مجھ سے ... تیری سبب
نہ ہرگز دیا کچھ جواب سخن
دلیرانہ دونوں پیل سر فراز
بہت بعد کے چہ کیا وقت کا
ہو وال ساجم سنداں وہیں
ہوئے پھر وہ ہر بیاں باہم پریشاں
تو برزو کا ہاتھ کا ... دیا

تو واں سے گئی زابلستا نیں
کیا اسکو راضی بہت نیکو زر
کہ اے مادر مہرباں خواہر دلفروز
دیا اسنے وہیں لیکا کر طعام
ہوا دیکھ انگشتری شاد کام
یہ سنکر لگا کہنے برزو اسے
ولیکن تو سیتے ہیں کمیر نہاں
بہنگام شب زیر کاخ بلند
کہا آکے شہرو سے احوال سب
نہ لائی ذرا دلمیں بیم و ہراس
تو اسپان رہوار پر ہو سوار
کہ رستم تھا اسپر مرداں کا گذر
سو ہم برزو و رستم نامدار
لگا کہنے برزو سے وہ نامدار
وہ بولی گنہگار ہوں بیگماں
گرسنہ ہوں کچھ تجھ سے طعام
یہ بولے تہمتن سے ہمراہیاں
نہیں مجھسے ہوتا ہو برزو یوں
نہ زنہار اپنی زباں پر رکھا
لگا کہنے اسے رستم باوقار
نہیں شرم لیکن تجھے ہو غضب
لگا کہنے برزو کہ اسے پیلتن
ہوئے لیکے گرز گراں زمساز
نہ لیکن گرا ان سے کوئی سوار
گرے سے کیا لیتہ از دوے کہیں
مثال دلیران گردن فراز
وہ برزو کو بھی کھینچکے لے چلا

زن مطرب خانہ پیل تن
ہوئی نسبتا خواہری چھوڑ کر
تو پہنچا اسکے پیش برزو آگر
رکھی اسنے انگشتری بھی نہاں
لگا کہنے بھیجی ہو کسنے یہ چیز
یہ ہو میری ماں ہو نہیں یا کہ اب
ودوں طعام اک سو یہاں تو لا
مرا کھینچتا آن کر انتظار
بہت مال شہرو نے لا کر دیا
سہ شنبہ بھی شبکو لائی وہاں
وہ شہرو وہ زن اور برزو
ملا راہ میں رستم نامور
کئے زخم باہم رہا بیشتر
کہ کیونکر ہوا جد سے تو رہا
جو کچھ بھی ہیں آئے سو تیجے سرا
پذیر اکیا گر دے یہ سخن
ہوا وہ جو برزو رواں شتاب
ملا کر وہیں زہر بھیجا طعام
زن مطرب خورد و بر سپیر
ہوا اسکے جو کام سر دیاں
ہوا خشمگیں رستم نامور
اگر مرد تو ہے تو اٹھ کر نبرد
پیلے پھر ہوئے گرز باہم رواں
ہوا پیل کشتی انہیں پھر وہاں
لگے زور کرنے بجوش و خروش
تہمتن کے تو سن تو وقت ستیز
نہ تھی خواہش برزوے زیست

ہوے بھی ماں اس سی باکر وفن
وفور اس محبت کا تھا دیدم
تو بھیجوں طعام آج تیار کر
کہ معلوم برزو کو ہو بے نشاں
وہ بولی الٰہی مرد صاحب تمیز
تجھے دوست اپنا یقیں جانکر
بریدہ کروں تا کہ زنجیر یار
کہ ہو نکا روانہ میں ہو کر سوار
بہت اسکا ممنون احسان کیا
کہ برزو نے اسکو کہا تھا جہاں
شتاباں ہوئے توران میں
پڑی جبکہ برزو پہ اسکی نظر
نہ لیکن ہوا ایک بھی کارگر
سبب حال برزو نے اس سے کہا
کہ مجھ پہ سمجھ ہرگز نہ ایذا روا
کہا سوے اک گوشہ پھر پیلتن
تو خسرو کو کیا دیگئے گا جواب
خلے پیش برزو جو پہنچا طعام
ہوئی کھاکے شے عدم راہ پھر
نہیں یہ سزاوار نام آوراں
خجالت سے ہرگز اٹھایا نہ سر
یہ سنکر اٹھا رستم شیر مرد
ہوئے سست بازو جنگ آوران
فرود آئے گھوڑے سے وہ پہلوان
بہنگام کشتی ہوئے سخت کوش
رواں جب کیا زخم دنداں تیز
کہ رستم کی ہو اسکے کچھ ساز باز

کروں تا کہ رحم آپ کو زخمو تر — ولیکن نہ رستم نے چھوڑی کمر
زمیں پر گرا برزو انجام کار — نشانی سے پہچر رستم نامدار
چڑھا اسکے سینے پہ تا بیدریغ — کہ اسکے سر کو جدا کھینچ تیغ
وہیں مادر برزو سے پہلوان — لگی کہنے رستم سے کر کے فغان
کہ سہراب کا یہ جواں ہے پسر — نہ کر ایسا یہ تیرا ہے اے نامور
تو برزو کو مت قتل کر زینہار — ذرا دل میں کر خوف پروردگار
وہ بولا کہ باطل ہے تیرا سخن — یہ بولی کہ اے رستم پیل تن
گرانمایہ خاتم زر ناب کی — نشانی میں رکھتی ہوں سہراب کی
یہ کہکر نکالی وہ انگشتری — نگیں فروزندہ جوں مشتری
ہوا دیکھکر شاد وہ نامجو — بغل میں لیا برزو گرد کو
گرا پاؤں پر از سر انکسار — بفرط خوشی برزو نامدار
پھر آئے بہم با دل شادماں — رواں ہو کے وانسے سوئے سیستان
کیا ایک برپا تہمتن نے تخت — کہ بیٹھا وہاں برزو نیکبخت
ملا بابا اسے زال سے بعد ازاں — ہوا دیکھکر زال زر شادمان
بصد شادمانی ہوا ہمکنار — کیا سر پہ اسکے بہت زر نثار
مہیا کیا جشن عیش و طرب — نشاط و خوشی تھی وہاں روز و شب

رسیدن سوسن خنیاگر در ایران کہ جادوگری طاق بود و ہمراہ آمدن افراسیاب و شکست یافتن

گیا شاہ ایران جو کھا کر شکست — دلیران ایران ہوئے چیرہ دست
ہوا تھا جدا جب انہیں برزو شیر — تو اس غم سے افراسیاب دلیر
شب و روز چوں غنچہ دلگیر تھا — تحیر میں تمثال تصویر تھا
زن گلبدن ایک سوسن بنام — کہ رامشگری میں تھی مشہور عام
یہ بولی کہ میں اے شہ نامجو — نہیں صرف رامشگر و نغمہ گو
مجھے علم جادوگری بھی ہے یاد — زمانے میں اس فن کی ہوں اوستاد
تہمتن کی آنکھیں کروں شب پرست — نہیں ہوش جاتا اگر زور دست
تو دیکھ اب تماشہ مرے سحر کا — کروں تن سے رستم کا اب سر جدا
ملاؤں فرامرز کو خاک میں — دلیروں کو لاؤں میں دم ناک میں
پذیرا نہ کرتا تھا افراسیاب — ولیکن زن ساحرہ نے شتاب
فسوں سازی اپنی دکھائی بہم — طرف اس ارادے کے لائی اسے
زر و مال و اسباب جو کچھ کہا — سپہدار توران نے اسکو دیا
وہ ہو شہ سے رخصت شتابان گئی — روانہ سوے ملک ایراں ہوئی
یل جنگی اک اسکے ہمراہ گیا — کہ تھا پیلسم نام اس گرد کا
وہ جب ملک میں پہنچے ایران کے — تو رستے میں پہچر زابلستان کے
بنائی سرا ایک اور قلعہ ایک — پسندیدہ و خوب و پختہ و نیک
مسافر جو آتا تھا ہر صبح و شام — تو سوسن کھلاتی تھی اسکو طعام
مراتب مسافر نوازی کے جب — ادا کرتی تھی وہ ز راہ طرب
دیا جاتا میوہ و چنگ و رود — شراب و کباب و رباب و سرود
مسافر نوازی میں ہر گز تھی واں — کہ تیزی نگساری تھی و پیگیاں
ذرا ماجرا سنئے اک روز کا — کہ رستم کے گھر جشن شاہانہ تھا
وہاں گیو گودرز جنگی سوار — یل بیژن و طوس عالی تبار
دلیران ایران وہیں تھے تمام — مہیا سرود و چنگ رود و جام
تھی آراستہ محفل دلستاں — فریبرز تھے پیر و جوان
سپہ طوس گودرز میں تھا عناد — لگے کرنے واں گفتگو فساد
زباں پر جو اس وقت گستاخی — سو نالائق وقت دشوار تھی
لیا طوس نے خنجر از روئے کیں — رہام دلاور نے جھٹکا وہیں
کف طوس سے کھینچ خنجر لیا — وہاں سے خفا ہو کے طوس اٹھ گیا
رہام دلاور پہ غصہ ہوا — یہ پہچر برزو پہلواں سے کہا
نہیں جانتا کیا تو رستم یلاں — کر الزام [illegible] سبھی مہماں
کہا پھر یہ رستم نے گودرز کو — کہ طوس دلاور کو لے آ [illegible]
تو آیا جا کے [illegible] — [illegible] وہیں پہ واں
لگا کہنے گیو [illegible] نامجو — کہ گودرز اور طوس میں تندخو
[illegible] — [illegible] کہنے سے گر [illegible]

لیے شست سے جو نکلا تھا تیر / سپر پردہ لیتے تھے وہ نوک پر
ہوا جبکہ ترکش تہی تب وہیں / دلیرانہ سالار توران زمین

مقابل ہوا لیکے گرز گراں / یہ دیکھا تو ہومان نے آ کر وہاں
کہا شاہ سے یوں کہاں ہے پنہا / نہ یہ قصد کر اے شہ نامدار

نہ ہوگا تو عہدہ برا گرز سے / کہ برزو نہیں کم ہژبر سے
وہ بولا کہ اب دلمیں لے فکر و / فزوں تر ہو خشم سے یزد کا درد

کہ ہے دشمن تازہ یہ پہلوان / کیا سنکے ہومان نے پھر یہ بیاں
کہ میداں ہیں گر کشتہ ہو یہ سوار / تو نام آوری کچھ نہیں بیہا

مبادا اگر تجھکو پہنچے گزند / خرابی ہو پھر اے شہ ارجمند
جو کچھ گرد ہومان سے تھا کہا / وہی حرف پیران کی شہ سے کہا

یہ لشکر کو شہ نے کہا پھر کہ اب / دلیرانہ حملہ کناں ہوں سب
کرو قتل بدخواہ کو یا اسیر / رہائی نہ پاوے یہ گرد دلیر

ہوئے حملہ آور ہزاروں سوار / لیا گھیر برزو کو انجام کار
پیاپے سے زخم اسپر رہا / ولے زین پہ قایم دلاور رہا

یہ احوال دیکھا تو آئے دواں / فرامرز و رستم بفوج گراں
بہم گرم کیں ہر دو لشکر ہوئے / رواں نیزہ و تیر و خنجر ہوئے

یہ آواز شمشیر و گرز گراں / ہوا دشت بازار آہنگراں
رواں ہر طرف اسقدر خوں ہوا / کہ دریائے خوں جلوہ گوں ہوا

پھراتے ہیں کیخسرو شیر گیر / شہ نامور شہسوار دلیر
نکل قلب سے مثل شیر ژیاں / گیا پھر امداد برزو دواں

جہاندار پہنچا جو برزو کے پاس / تو یکدست ترکاں ہوئے بدحواس
گریزاں ہوا وہیں افراسیاب / ہوا خسرو نامور فتحیاب

یہ چاہے تھا کیخسرو نامدار / کہ دنبال سالار توران دیار
شتاباں ہو پھر رستم پہلواں / لگا کہنے اے بادشاہ جہاں

پہ ہے آرزو اور تمنائے دل / کہ زابلستاں باں ہو متصل
وہاں آپ تشریف لیچلیں / سرافراز بندہ کو اپنے کریں

ہوا پھر وہاں سے زابلستاں / جہاندار خسرو بصد فرو شاں
رہا جا کے یک ہفتہ رستم کے گھر / ہوا شاد وہاں رستم نامور

کیا پیشکش مال و اسباب گنج / تہمتن نے خسرو کو بے رنج
گزارش کیا پھر کہ اے بادشاہ / ہوا چار صد سالہ یہ نیک خواہ

زرہ شئے عنایت ہو فرماں اگر / تو میں چند مدت رہوں اپنے گھر
فرامرز برزو رہیں ہمرکاب / یہ سنکر جہاندار گردوں جناب

یہ بولا کہ اب شوق سے ہو یہاں / ولیکن تو پروقت آنا وہاں
بلطف و کرم برزو گرد کو / دیا شہ نے غور و ہری شاد ہو

کہا یوں کہ ان کیجیو انصاف و داد / تو ملک رعیت کو آباد شاد
فرامرز کو دیکے ہندوستان / کیا خرم و خوشدل و شادمان

بجا وجشن پھر سے تخت گاہ / روانہ ہوا زابلستاں سے شاہ
بصد خوبی و خرمی وہ بھی / ہوا رونق افزائے کاخ شہی

فرستادن کیخسرو گودرز را جانب توران بجنگ افراسیاب و آمدن پیران و ہومان با فوج گران مقابل پہلوانان و کشتہ شدن پیران و ہومان و شکست یافتن فوج توران و فتحیاب شدن پہلوان گودرز

طلب کر کے گودرز کو ایک روز / لگا کہنے اے خسرو نیکروز
کہ لیکر سپاہ رستم نامدار / سوے ملک توران گیا چند بار

کیا نامداران توران کو پست / ہوا شاہ توران کو دیکر شکست
اور اب ہے مری نوبت اے پہلواں / سپاہ گراں لیکے تو جا وہاں

بداندیش نے کی ہے پھر پیچ پیچ / پہنچکر شتابی سے مانند ہیچ
پراگندہ کر لشکر انبوہ کو / کہ تا فتنہ کشور میں برپا نہ ہو

قرامرز سے یوں کہا بعد ازاں | کہ تو جا کے اب سوئے ہندوستاں
تصرف میں لاتا ہوا ملک کو | رہ ہند سے ہوئے چیں آئیو

کہ توران میں گودرز جب پہنچا بالیں | بہم ہو کے ملتی دو فوج گراں
بہ بند پیر شتابستہ و دلپذیر | سپہدار توران کو کیجیو اسیر

سپہ لیکے گودرز جنگی سوار | رواں ہو اسوئے توران دیار
پل بیژن و طوس و گیو جوان | گئے اسکے ہمراہ با فروشان

سنی شاہ توران نے جب یہ خبر | سپہ لیکے ہومان کو تب زود تر
رواں سوئے گودرز جنگی کیا | عقب اسکے پیران ویسہ کیا

دو لشکر مقابل ہوئے آکے جب | ہوا گرم بازار پیکار تب
گیا آپ ہومان سوئے رزمگاہ | کہ گردان ایران سے ہو کینہ خواہ

مقابل ہوا بیژن نامدار | ہوئے گرم پیکار دونوں سوار
ہوا آخرکار ہومان ہلاک | ملا تیر جنگی تہ خون و خاک

اراکین ترکاں پریشان ہوئے | سو فوج پیران گریزاں ہوئے
ہوا شاد گودرز جنگ آزما | شہ نامور کو یہ اسنے لکھا

کہ ہومان نے آکر جو کی ہم سے جنگ | تو میدان میں کشتہ ہوا بیدرنگ
ہوئی فوج اسکی تباہ و خراب | دلیران و غازی ہوئے فتحیاب

اب آتا ہے پیران بصد فروشان | لئے ساتھ جنگی سپاہ گراں
تہمتن اگر پہنچے امداد کو | تو بہتر ہے اے خسرو نامجو

جہاندار خسرو نے پھر اور فوج | رواں کی برا امداد کی مثل موج
کہا یہ تہمتن کو اے نامجو | مددگار گودرز کا جا کے ہو

ادھر گودرز و پیران دو ہر | مقابل دو لشکر ہوئے آن کر
ہوئے گرم پرخاش از روئے کیں | دلیران ایران توران زمیں

بہت جنگ واقع ہوئی تا دو سال | ہوا سخت باہم جدال و قتال
بہت قتل ہوتے تھے پر ہر دو سو | نہ ہوتا تھا کم لشکر جنگجو

کہ ایران توران سے بر مرد | پہنچا تھا واں لشکر بیحد و
ہوا کشتہ پیران پھر انجام کار | ہوئے قتل واں بھی ورنامدار

گئی فوج توران بحال خراب | حضور سپہدار افراسیاب
میسر ہوئی فتح گودرز کو | ہوا شاد و خرم یل نامجو

بازگشتن افراسیاب و رسیدن کیخسرو در توران و آمدن شیدا پسر افراسیاب برسم رسالت با خسرو و تنہا درخواست جنگ کردن و کشتہ شدن شیدا از دست خسرو و بعد ازاں باہر دو لشکر محاربہ عظیم بمیان آمدن و تباہ شدن و کشتہ شدن افراسیاب

سنی شاہ توران نے جب یہ خبر | کہ پیران و ہر یل نامور
ہوا کشتہ میدان میں و نیز دو | ہوا شاہ کے دل کو تب سخت درد

یہ سمجھا سپہدار شوریدہ حال | کہ دولت کا میری اب آیا زوال
غمیں دل ہوا چشم گریاں ہوئی | بہت غم سے خاطر پریشاں ہوئی

دل زار سے کھینچا آہ سرد | لگا کہنے یوں شاہ بارنج و درد
کہ پیران ہمارا تھا پشت و پناہ | سپہدار سالار توران سپاہ

ہوا غم سے پیراں کے میں سوگوار | خوشی آتی نہیں زندگی زینہار
نہیں خواہش تاج و اورنگ ہے | کلہ خود او تخت بیرنگ ہے

مجھے کام دنیا سے جینے سے کیا | زرہ اور جوشن ہی جائے قبا
نہ لوں جب تلک شاہ ایران کا کیں | مجھے خواب آرام ہرگز نہیں

غرض اپنی مجلس میں اس کام پر | قسم کھائی اور جنگ پر باندھی کمر
مگر فوج کے جمع کرنے میں شاہ | ہوا دل سے مصروف شام و پگاہ

سنا خسرو نے نصرت و فتح جب | ہوا خسرو نامور شاد تب
گذر آب جیحون شاہ بہار | تو کشتی سے ہو کر سوئے توران

تو لایا بجا داب و رسم و نیاز
سنی جبکہ گفتار شیدا تمام
سناں اک بنایا برائے فرود
ہوا مہرباں مجھپہ دشمن مرا
وہ بیرحم مطلق بلا کا رہے
کہ مجھسے کرو یا کہ شیدا سے رزم
جو ہیں اسکو رخصت نہ کرتا وہیں
دلیراں یہ بولے کہ افراسیاب
لکھا نامہ مکر تا بید رنگ
ہر اک نامور نامداروں سے گر
تبہ ہووین بدست ایرانیاں
کہا پھر یہ رستم نے اے تاجور
کہا شہ نے شیدا کو سوز و گر
وہ بولا کہ ہے دلمیں یہ آرزو
یہ گفتار سنکر ہوا شاد کام
لکھا یوں کہ اب اے شہ کینہ جو
جہاں آفریں گر مرا یار ہے
تو ہے مثل شیر ژیاں گر دلیر
ترے شیدا نے مجھسے چاہی نبرد
ہوا پاسخ نامہ تیار جب
ولیکن یہ شیدا نے لکھا فرد
وہیں قارن گرد آیا وہاں
کہا تم نے شیدا نے اے ہوشیار
مرے ساتھ آ کر تو کیجو نبرد
سحرگاہ شیدا دلاور سوار
لگا کہنے یوں شیدۂ نامدار
کیا زور شیدا نے ہر چند یہ

بٹھایا اسے شہ نے با امتیاز
لگا کہنے تب خسرو ذو الکرام
کہا شیدا پھر سے جائے فرود
زر و مال و گوہر کرے ہے عطا
ستمگار ہے مردم آزار ہے
ولیکن مدد کا کرے نہ کوئی عزم
تو کرتا رواں مجھپہ شمشیر کیں
مزہ رہے اے شاہ گردوں جناب
تو غیرت سے شیدا سے ہو گرم جنگ
ہوا کم تو ہرگز نہیں کچھ خطر
قیامت ہو پھر اک برپا وہاں
سحرگاہ شیدا کو رخصت تو کر
کہ رخصت کیا جھک کے اے نامور
کہ اے شاہ تو مجھسے ہو رزم جو
کہا شیدا پھر واں جہاں تھا قیام
رہا کچھ نہیں وجہ گفتگو
اور اقبال و دولت مددگار ہے
تو میں ہوں ہژبر افگن و شیر گیر
نہیں میں ہوں نامرد گر وہ ہے مرد
کہا شاہ نے گرد قارن سے تب
کہ اب پاسخ تیز نامہ لکھو
کہا تھا جو شہ نے کیا وہ بیاں
تو کل جا کے ہو دیکھ کار زار
مدد کو نہ پہنچے کوئی اور مرد
سپہ ان میں آیا پیچھے کارزار
کہ مجھسے مسل کشتی ہے اے شہریار
نہ ہرگز ملا خسرو نامور

دلیرانہ شیدا نے کھولی زباں
سحر ہیں آخر روز وہ لگا جواب
کیا نامداروں کو شہ نے طلب
ویے اسکی اس مہربانی پہ خاک
اسے خواہش صلح تنہا نہیں
غرض سخن شیدا کی تھیں پر ستم
یہ خسرو نے کہکر ارادہ کیا
نہیں مکر سے خالی اس کا سخن
اگر شیدا اب بھی نہیں ہووے ہلاک
مبادا جو خسرو کو پہنچے گزند
نہ زنہار تو مثل آتش ہو تیز
عقب اسکے نامے کا لکھکر جواب
کہا تو نے جو کچھ سو اسکا جواب
کہا شہ نے اچھا تو رہ آج یاں
سپہدار توراں کے پیغام کا
تو دیتا ہے جو گنج توران یار
تو اور رنگ ہے وہ سیم و اقلیم و زر
خدا کی قسم ہیں تجھے بیدرنگ
سحر وہ ہو اور میں ہوں اور تیغ تیز
کرو شیدا سے لیکن کسی شخص کو
نہ بھیجا تجھے یاں لئے پیام
سحر دیکھتا تو تماشہ ذرا
یہ پہنچا تو خسرو کو میرا پیام
لگا کہنے قارن کہ ہنگام جنگ
تو کہ خنجر و نا مدد بھی وہیں
از اسپ سے پھر وہ دونوں دلیر
جہاندار نے اسکو زیر کیا

پیام پدر واں کیا سب بیاں
یہ کہکر کیا اسکو رخصت شتاب
لگا کہنے اسسے یہ خسرو کہ اب
کہ ہرگز نہیں سینہ کینے سے پاک
یہ بھیجا پیام اسنے از روئے مکر
نمایاں تھا چہرے سے آثار خشم
کہ ہو ساتھ شیدا کے جنگ آزما
جفا پیشہ ہے مثل چرخ کہن
تو اسکی بلا سے نہیں اسکو باک
خرابی ہو پھر زیر چرخ بلند
نہ کر ساتھ شیدا کے ہرگز ستیز
رواں کیجیو سوئے افراسیاب
عقب تیرے لایا ہے قارن شتاب
کروں تجھسے پیکار کل بیگماں
شہنشہ نے پاسخ مہیا کیا
نہیں چاہیے کچھ مجھے زینہار
جو رکھتا ہے تو میرے لیے سپہ
کروں کشتہ سب کو نہیں ہنگام جنگ
کروں ساتھ اسکے میں تنہا ستیز
سو شاہ توراں تباہاں تو ہو
یہ چاہا کہ ہو کام تیرا تمام
کہ تن سے ہو کہیں اور کہیں سر ترا
کہ وقت سحر اے شہ ذو الکرام
کہ یکسو شہنشہ کو ہے عار ننگ
گیا سامنے مثل شیر عرین
بہم گرم کشتی ہوئے مثل شیر
پکڑ گردن و پشت بیٹا وہیں

کیا چاک خنجر سے اُسکا جگر
کرو پاک تم لیکے مشک و گلاب
جہاندار کا نام اس کو دیا
سپہدار نے جب سنی یہ خبر
نہ ہرگز دیا نامے کا کچھ جواب
سو شاہ ایران پئے افراسیاب
بہت جہد تورانیاں نے کیا
ہوا سخت خوں عرصۂ رزمگاہ
یہ چاہا کریجے دلیرانہ جان
مظفر ہوا خسرو نامجو

ہوا غرق خوں شیدۂ نامور
مرتب کرو مقبرہ بھی شتاب
زبانی یہ احوال ظاہر کیا
کہ کشتہ ہوا شیدۂ نامور
کیا گرد قاروں کو رخصت شتاب
روانہ ہوا سے کے لشکر شتاب
کہ دلمیں بھرا کینہ شیدہ کا تھا
سما لشکر ترک آخر تباہ
بزور اس کی مردم نے موڑی عنان

کیا حکم خسرو نے یہ بعد ازاں
رواں ہو گئے پھر قارن نامدار
گئے دو ہیں شیدہ کے ہمراہیاں
جہاں سے ہوا ایک قلم ناامید
کیا دل میں ہرگز نہ صبر و قرار
ستیزندہ لشکر سے لشکر ہوا
لڑے ترک خونخوار دل کھول کر
نہ میداں میں اک گرد توران بچا
گیا آخر کار افراسیاب

کہ شیدہ کے اب تن کو اے مرزبان
گیا پیش سالار توران و بار
کیا ماجرا جنگ کا سب جناب
سعادت نظر سے ہوئی ناامید
کمر چست باندھی پئے کارزار
نمایاں وہاں وزن محشر ہوا
نہ ہرگز کیا جان کا کچھ خطر
جریدہ سپہدار توران رہا
سو ریگ آمو بحال خراب
لکھا مژدۂ فتح کاوس کو

گرفتار آوردن شہزادہ ہوم افراسیاب را پیش کیخسرو و کشتہ شدن افراسیاب و مراجعت کیخسرو از توران با یران

گیا ریگ آمو سے افراسیاب
بصد عجز خاقان نے بھیجا مہر
کہا تب یہ خسرو نے خاقان اگر
فرستادہ پھر پیش خاقان گیا
گیا چین سے پھر سو کران میں
جہاں جاتے تھا شاہ افراسیاب
تلف فوج ترکان ہوئی سربسر
لگا پھرنے تنہا بصد اضطراب
رہا جاکے واں شاہ برگشتہ بخت
فریدوں کی تھا نسل سے اک عزیز
سنی شب کو آواز افراسیاب
سنا یہ کہ کوئی ترکی زبان
کہاں وہ دلبری وجاہ و حشم
یقیں اسنے جانا کہ افراسیاب
پئے انتقام اسنے باندھی کمر

گریزاں سو کشور چیں شتاب
زر و گوہر و گنج و تاج و نگیں
کرے شاہ توراں کو چیں سے بدر
پیام شہنشہ مفصل کہا
عقب اسکے پہنچا شہ پاکدیں
پہنچتا وہاں خسرو کامیاب
گرفتار آئے بہت نامور
پریشان تنہا وہ بے خورد و خواب
نہ لشکر نہ کشور نہ افسر نہ تخت
ملک زادہ ہوم صاحب تمیز
اُتر کوہ سے ہوم آیا شتاب
یہ کہتا ہوا چشم تر سر زبان
فلک نے کیا تجھ پہ جور و ستم
کہ ... فغاں از دو چشم پر آب
کیا ... تا صبح ہو جاوے ہرگز

وہاں پر بھی خسرو تعاقب کناں
فرستادہ پیشکش لیکے جب
تو بہتر ہے ورنہ وہ ہوگا تباہ
یہ گفتار سنکر ہوا پرخطر
وہاں سے بھی لی راہ پشت فرار
نہ پائی کہیں اسنے جائے قرار
نہ یک تن رہا شاہ توران کے پاس
سو شہر بردع کوئی غار تھا
ستم سے زمانے کے ناشاد تھا
سر اُس کوہ نزدیک غار
جدھر سے کہ آتی تھی ہر دم صدا
الہی شاہ توران یا چیں ...
تن تنہا بیاباں میں آیا ہو آہ
یہ تھا اس بیان ... در و غم ...
ہوئی صبح تابندہ جیسا شکار

شتابی سے پہنچا بفوج گراں
گیا پیش خسرو بفرط طرب
رہیگا نہ ملک و سریر و کلاہ
کیا شاہ توراں کو وہیں بدر
کہ تاب اقامت نہ تھی زینہار
کہ تھا سب کو خوف شہ نامدار
نہ ہمدم تھا کوئی بجز نیم بار
کہ تاریک مثل شب تار تھا
شب و روز سرگرم فریاد تھا
اقامت گزیں تھا وہیں پر نہاں
اُدھر کو دئے کان اُسنے لگا
کہاں [illegible]
سو غار تاریک لایا پناہ
کہ پہنچا تھا پہلے سکوں گزیر
تو آیا وہاں ہوم نزدیک غار

پکارا کہ اے شاہ افراسیاب
دعا تیری یکسر ہوئی مستجاب
خدا نے ترے پاس بھیجا مجھے
کہ برپا نہیں قصد کرون میں تجھے
تو غار تاریک سے باہر آب
یہ سنکر وہ نکلا بہ فرط طرب
اُسے ہوم نے خوب پہچان کر
لگایا پر مور ایک مشت آن کر
ہوا وہ سراسیمہ و پُر الم
لگی ہونے کشتی وہاں پھر بہم
گیا شاہ توراں کی گر زور سخت
وہ تھا گرفتار زیر کے سخت
نہ ہرگز گیا پیش کچھ زور دست
کیا پنجہ پرزور نے اسے پست
اٹھا ہوم نے اسکو پٹکا وہیں
کیا پھر گرفتار از روے کیں
زمانہ کا ہرگز نہیں اعتبار
کسی کا نہیں چرخ گردندہ یار
کرے نامداروں کو دم میں تباہ
کرے سربلند و نگوں پست آہ
تضرع کناں ہوکے بولا وہ یوں
مرے دست و بازو کئے بستہ کیوں
بھلا مجھ سے کیا تجھکو پہنچا ضرر
کہا ہوم نے تو ہے بیداد گر
جہاندار نوذر شہ نامدار
سیاوش سپہدار عالی تبار
جہاں سرو اغریرث پہلوان
سوا انکے تھے اور شہزادگان
مرے سب بزرگان فرخ نہاد
کہ تھے نامدار و فریدوں نژاد
نہیں قتل تو نے کیا بیگناہ
نہ آیا تجھے رحم زنہار آہ
ترے جور سے ہیں گریزاں ہوا
سو کوہ و صحرا شتاباں ہوا
و گر نہ تجھے بھی تو کرتا ہلاک
کہ ہرگز خدا کا نہ تھا تجھکو باک
رہا آنکے بالاے کوہ بلند
کہ تا تجھکو پہنچے نہ تجھ سے گزند
دعا میں ہیں کرتا تھا صبح و شام
کہ برباد ہو تیرا جاہ و حشم
رہے کچھ نہ تیرا نشاں دہر میں
نہ تا جاکے آباد ہوں شہر میں
جو چاہتا ہوں تھا مجھکو خدا نے دیا
تجھے اب گرفتار میرا کیا
ذرا کر حقیقت تو اپنی عیاں
کہ کیونکر تباہ ہوکے آیا یہاں
بیاں ماجرا اُسنے یکسر کیا
نشان خسرو نامور کا دیا
شتاباں ہوا ہوم فرخندہ خو
سوے تاجور لیکے بدخواہ کو
وہ بولا کہ تو مجھکو یاں قتل کر
نہ لیجا حضور شہ نامور
پذیرا اُسنے کیا یہ سخن
کشاں لیگیا سوے شاہ زمن
ہوا شاہ کیخسرو ارجمند
کیا لطف سے ہوم کو سربلند
سر افراسیاب جفا پیشہ کا
کیا تیغ براں سے شاہ نے جدا
ستمگار کر شیوہ و کینہ ور
کہ تھا قید میں اسکو بھی زود تر
کیا قتل شہ خنجر آبدار
ادا پھر کیا شکر پروردگار
کہ تیری عنایت سے ذو الاکرام
لیا بدسگالوں سے اب انتقام
جو تسخیر سب ملک توران کیا
تو خسرو نے پھر قصد ایران کیا
ہوا حکم یوں رستم گرد کو
کہ توران میں تو رہے یل نامجو
عمل اپنا کر شوکت و شان سے
بداندیش ہو دور توران سے
بفتح و ظفر پھر شہ پاک دین
ہوا رونق افزاے توران زمین
جہاندار کاوس کشور کشا
ز رہ سے مسرت گیا پیشوا
خوشی سے لپٹ کر باہم ہوئے
برنگ گل تازہ خرم ہوئے
کہا یوں بامداد لطف کریم
میسر ہوئی ہم کو فتح عظیم
مخالف سے خون سیاوش لیا
ہوئی جمع خاطر بفضل خدا

رحلت نمودن کیکاوس از جہان فانی بملک جاودانی و بر تخت نشستن کیخسرو

جہاں میں نہیں کچھ وفا پر مدار
نہیں ہے کسی کو بقا نہ بہار
گیا ہوش سے بادشاہ و وزیر
کسیکو نہیں ہے قضا سے گریز
جہاندار کاوس انجم حشم
شتاباں ہوا سوے ملک عدم
چہل روز کیخسرو نامدار
رہا غم سے کاوس کے سوگوار
سر تخت شاہنشہی بعد ازاں
ہوا مثل خورشید جلوہ کناں
کیا تازہ اورنگ پر جب جلوس
تو حاصل ملک نے کیا پابوس
ہوا ہفت اقلیم پر حکمراں
ہوا اسکی بخشش سے خرم جہاں
رعیت نوازی جہاں پروری
حقائق شناسی کرم گستری
نہ دی ہاتھ سے شاہ نے [illegible]
رکھا عدل سے کام لیل و نہار
میسر ہوئی خلق کو [illegible]
پیچے شاہ کی دولت مردمی

پس از مرگ کاؤس تا ہفت سال | رہا حکمراں شاہ فرخ خصال
عبادت پہ مصروف پھر دل ہوا | سو حق پرستی پہ مائل ہوا

امور خلافت سے رکھا نہ کام | کیا اہلکاروں کو مالک تمام
ہوا جبکہ تنہا شہ نامدار | عبادت میں مشغول لیل و نہار

بزرگان ایران گئے پیش شاہ | یہ بولے کہ اے خسرو دیں پناہ
نہ یکبار ہو تخت شاہی سے دور | کئے چاہئے سلطنت کے امور

کرو حق پرستی میں شب کو بسر | کرو کاروبار دنیا بوقت سحر
لگا کہنے خسرو ہوا اب میں سیر | نہیں سوجھتی تمنائے تاج و سریر

یہ ہے آرزو میری شام و سحر | کہ دار الفنا سے کروں میں سفر
کروں سلطنت کا میں کیا کاروبار | کہ باقی نہیں دل ادھر زینہار

دلیران و گردان ایران زمیں | ہوئے سنکے دلگیر و اندوہگیں
طلب رستم و زال کو زر کو کیا | مفصل یہ احوال ان کو لکھا

یہ سنکر وہ ایران میں آئے رواں | گئے پیشوا جملہ نام آوراں
بیاں نامداروں نے پھر یوں کیا | کہ اے پہلوانان کشور کشا

خدا جانے خسرو کو اب کیا ہوا | کہ اورنگ شاہی سے تنہا ہوا
مقرر کیا ہے جدا اک مکاں | شب و روز رہتا ہے خسرو وہاں

نہیں اس مکاں میں نشاں یا رہی | نہیں اسکو ہم سے سروکار ہی
ہوئے اس حقیقت سے آگاہ جب | ہوا رستم و زال کو رنج تب

شتابان ہوئے سوئے شاہ جہاں | کیا آکے بیروں پردہ فغاں
شہنشہ نے آواز سنکر شتاب | کیا اس مکاں میں انہیں باریاب

یہ پوچھا کہ کس طرح آئے یہاں | وہ بولے کہ اے بادشاہ جہاں
تری سنکے غفلت ہوا ہم کو غم | [illegible] ہم با دل پر الم

کہا شہ نے یوں کاے یلان دلیر | ہوا ہوں تو دولت دنیا سے سیر
تجھے قصد یزداں پرستی ہے اب | عبادت میں مشغول ہوں روز و شب

غرض جہد و کوشش یہی ہے مدام | کہ تا جمع ہو زاد راہ عدم
یہ پاسخ دیا پھر کہ اے بادشاہ | جو ہے خواہش توشۂ زاد رہ

تو خیرات ہر روز و شب کیجئے | فقیران و مسکین کو زر دیجئے
عبادت سے بہتر ہے شاہ جہاں | تو جب ہے لازم سو مرد ماں

وہ بولا کہ مردم سے نفرت ہے اب | سنی غیب سے یہ صدا ایک شب
کہ نزدیک اب آئے ایام مرگ | مہیا تو کر ساز ہنگام مرگ

نصیحت ہوئی جب نہ کچھ کارگر | تو خائف ہوئے رستم و زال زر
ولیکن یہ کہنے لگا زال گرد | کہ میں بھی ہوں شاہا بہت سالخورد

یہی آرزو ہے یہی چاہتا | کہ زنہار ہوں میں نہ تجھ سے جدا
ترے ساتھ میں بھی ہوں گوشہ نشیں | کروں یاد ذکر جہاں آفریں

شہنشہ نے سنکر یہ پاسخ دیا | کہ جاؤ وگر یاں میں جاؤنگا
کروں حق کو تفویض جاں اسطرح | ہوئی غیب سے شب ندا اسطرح

یہ سنکر وہ دونوں یل نامور | برآمد ہوئے وانسے باچشم تر
انہیں دیکھکر جملہ ایرانیاں | لگے کرنے فریاد و شور و فغاں

یہ زاری و فریاد سنکر وہیں | برآمد ہوا خسرو پاک دیں
ہر اک کی شہنشہ سے کی لو رہی | کہا میں نہ تم سے کرو دل تہی

نہیں چاہئے اسقدر رد و رنج | کہ ہے رفتنی ہر سرائے سپنج
بھلا اب ہیں شاہان پیشیں کہاں | جہاں کو گئے ہم بھی جاویں وہاں

یہ کہکر وہیں خیمہ باہر کیا | شبستاں سے سوئے بیاباں گیا

ترک کردن کیخسرو دولت دنیا را و تاج و تخت شاہی بلہراسپ سپردن خود در یک چشمہ رفتن از انجا ناپدید شدن

جہاندار خسرو نے روز دگر | لئے جمع ایراں سے سب نامور
عطا کی انہیں نعمت بیکراں | ہر اک کو جہاں میں کیا کامراں

فقیران مسکین جو تھے شہر میں | کیا ان کو شہ نے غنی دہر میں
پر اسکے جو عشق شاہ گیتی فروز | رہا دل ہو مصروف تا ہفت روز

کیا شہ نے پھر ترک تاج و حشم | رہا کچھ نہ دنیا و دولت کا غم
ہوا سب سے فارغ شہ با خبر | دیا تاج و اورنگ لہراسپ کو

یہ دونوں تھے دختر سے کاؤس کی
ملک زادہ گشتاسپ مرد دلیر
وہ تھا لائق تاج و فرماندہی
موافق نہ تھا شاہ سے زینہار
زریر دلاور سو شہ نے کہا
جدہر کو شتابندہ گشتاسپ تھا
سمند عزیمت کی پھیر عناں
کرے ہے وہ تو قیصر کا وسیاں
دگر نہ کہیں پھر نکل جاوئےگا
پھرے پھر وہاں سے وہ دونوں جواں
جو آیا نظر شاہ نامہرباں
خدیو دلاور بفرمان شاہ
سو خانہ ناکام آیا زریر
متاع و زر و مال جب ہو چکا
کہا اہل و فرزندے یوں آج سے
وہ رکھتا نہ تھا قوت اک روز کا
وہیں مہتر ساربان نے طعام
ہوا جب نہ گشتاسپ واں کا مباب
کسی نے اسے وہیں بٹھا کر یہاں
غضب کی آہنگ اسپر ہوا
غرض واں سے گشتاسپ ناں لے گیا
کھلایا طعام اسنے لیجا کے سیر
کہ نسل فریدوں سے ہوں آج لیں
لگا کہنے یہ سرور ارجمند
یہ کہکر لگا رہنے دہقاں کے گھر
یہی رسم تھی قیصر روم کی
فراہم وہاں ہوتے تھے شاد و شاد

کہ لہراسپ کے ساتھ منسوب تھی
دلاور جواں شاہزادہ زریر
نمایاں تھی چہرے سے فرخی
رکھے تھا اسے شاد ناچار خوار
کہ لیجا سواران جنگ آزما
اودہر کو تفحص کناں یہ گیا
بہانے سے ہوا ہے ایراں نہاں
نہیں تجھپہ اور تجھپہ کچھ مہرباں
نہ زنہار پیش پدر آوئےگا
خوشی سے سوے خانہ آئے وہ واں
تو ناچار گشتاسپ جنگی جواں
گیا اسکے دنبال لیکر سپاہ
سو روم پہنچا وہ مرد دلیر
تو پھر سوے دیوان قیصر گیا
نہیں ہے زیبندہ در کار یاں
سو خانۂ ساربان ناں گیا
کھلا کر کیا خرم و شاد کام
گیا سوے آہنگراں پھر شتاب
حوالے کیا پتک آہنگراں
کہ نقصان اسکا سراسر ہوا
سو دست با چشم گریاں گیا
لگا کہنے دہقاں سے مرد دلیر
اقامت گزیں ہو سو اس سے ہوا
تو اور میں ہوں ہیچ ہی اے گہر
وہاں اسنے کی ایک مدت بسر
کہ دختر شہ کشور روم کی
جواناں خوشتر سے و فرخ نہاد

دو فرزند تھے اور خاتون سے
ولیکن تھا ہشیار ہر کار میں
دلیر و زبردست مغرور تھا
خفا ہو کے اک روز مرد جواں
تو گشتاسپ کو لا شتابی یہاں
ملا اسکو گشتاسپ انجام کار
لگا کہنے گشتاسپ اے نامجو
ولیعہد اپنا کرے مجھ کو گر
زریر دلاور نے پاسخ دیا
سنی سنتے گشتاسپ کی جب یہ بات
سو روم تنہا گریزاں ہوا
گیا وہ رنگ وہ تفحص کناں
غریبانہ گوشے میں کر کے قیام
کہا میں دبیر و نویسندہ ہوں
کرے گر توقف تو پھر سے نام
بسان غریبان و بیچارگاں
کہا پھر یہ گشتاسپ سے آج واں
کہا جا کے اسنے کہ مزدور ہوں
بزور اسنے مارا وہ ہسطور تپک
بہت دیکھے دشنام انکے کہیں
گیا رحم دہقاں نے یہ دیکھکر
کہ تو کون ہے کیا ہے تیری نژاد
کہا کار رد تھا نہاں اختیار
کہ ہوشنگ کی نسل سے میں بھی ہوں
پھری آخرش گردش روزگار
جو ہوتی تھی بالغ بعہد لطف تب
جسے چاہتی دختر نازنین

خبردار آداب و قانون سے
جوانمرد گشتاسپ ہر چار میں
دل شاہ سے اسلئے دور تھا
گریزاں ہوا سوئے ہندوستاں
شتاباں ہوا پھر زریر جواں
زریر اس سے بولا کہ اے نامدار
نہیں میری پیش پدر آبرو
تو حاضر ہوں میں چلکے پیش پدر
کہ ہوں میں کفیل آپکے کام کا
نہ ہرگز کیا اس سے کچھ التفات
شتابندہ طرف بیاباں ہوا
ولیکن نہ پایا کہیں کچھ نشاں
لگا صرف اوقات کرنے مدام
یہاں چاکری کا میں جویندہ ہوں
مقرر کوئی رفتہ رفتہ ہو کام
ارادہ کیا چاکرے کا بیاں
ہمیں ہے نہیں خواہش ساربان
ہر اک کام میں خوب محنت کروں
کہ سنداں شکستہ ہوئی اور تپک
گیا دور دکان سے اپنے وہیں
وہ گشتاسپ کو لیگیا اپنے گھر
یہ بولا وہ دہقان فرخ نہاد
نہیں کچھ غم گردش روزگار
دیے ہوں ستمدیدہ چرخ دوں
ہوا یاور اقبال انجام کار
وہ بیاہ کرتا تھا جشن طرب
اسے شوہر اپنا وہ کرتی وہیں

کتابوں میں تھی اک دختر شہریار ہوئی جبکہ بالغ بت گلعذار
بلائے جواناں عالی گہر ملک زادگان خجستہ سیر
اسے خواب آیا تھا اسکو نظر کہ یک مرد خوش رو ہے با کر و فر
نصیبوں میں ہے اسکے ایرانی تخت تر جفت ہوگا وہ فرخندہ بخت
نہ دیکھا جواں کوئی اس شکل کا کہ جسکا تصور کتابوں کا تھا
اسے دخت نے دستہ گل دیا سحرگاہ پھر یہ شادی کیا
وہ دہقان وہ گشتاسپ فرخ جواں بہم بزم آراستہ تھی جہاں
کہ مجلس ہے قیصر کی آؤ چلو کہ شاید نصیب اپنے وہ وقت ہو
گئے الغرض ان دو دونو جواں کہ وہ بزم آراستہ تھی جہاں
لگی کہنے وا بہ سے وہ ماہرو کہ تھی اس جواں کی مجھے جستجو
اسے دستہ گل حوالے کیا گئی پھر شبستان میں وہ مہ لقا
خدا جانے کیا اس جوانکی ہو ذات نہیں ہم کو معلوم ذات و صفات
کہا یوں کہ رکھئے خدا پر نظر جو چاہے کرے داور دادگر
لگا کہنے پھر قیصر نامجو کرو خوب تحقیق اس بات کو
گئے پیش گشتاسپ فرخ خصال ہوئے جا کے اس سے وہ پرسان حال
یہ احوال سنکر گئے مرد ماں کیا پیش قیصر مفصل بیاں
کیا فرض پھر مرد ماں نے یہی عیاں اسکے رخ سے ہے فر شہی
نہ ہرگز دیا شہ نے کچھ مال و زر کیا بلکہ دونوں کو گھر سے بدر
گذر کر کے دریا سے گشتاسپ شاہ شکار ایک گور خر کا پگاہ
غرض قوت ہر روزہ نخچیر تھا پراگندہ خاطر تھا دلگیر تھا
ہوئے وہ جواں انکو بھی خدمتگار کہ تھا اقربائے شہ نامدار
کہ بیٹھے ہیں اک گرگ خونخوار آ رسانندہ رنج و آزار سے
بچا اس سے ہرگز نہ چھوٹا بڑا لڑائی نہ کچھ کر سکا ہیں ذرا
گیا سنکے حیرت میں وہ نامجو کہ کیونکر کروں قتل اس گرگ کو
کہ تنہا دلیرانہ ہر صبح و شام سو وحشت پاتا ہے بیچ و خم
مگر اس سے تو خالی اہل و حرم اٹھائے تھا کہ خوں اس گرگ کو
گذریاں بھی ہمراہ اسکے گیا یہ گشتاسپ نے جا کے اسنے کہا

شہ روم نے تب بصد انبساط مہیا کیا ایک جشن نشاط
جو دیکھے کتابوں نے سب ایکبار نہ آیا پسند اس کو اک نامدار
غریبانہ آیا ترے شہر میں نہیں اسکے رکش کوئی دہر میں
شہ روم نے پھر بھی روز دگر دکھائے کتابوں کو سب نامور
دگر بار پھر رات کو وقت خواب نظر آیا اسکو وہ عالی جناب
کہ ہاں جشن میں آج آویں سبھی مسافر بھی اور مردم شہر بھی
شادی کی دہقانے سنا جب صدا جوانمرد گشتاسپ سے یوں کہا
رخ شاہد دولت آوے نظر میسر ہو جمعیت و کر و فر
سو شاہ گشتاسپ فرخ سیر پڑی جبکہ اس نازنین کی نظر
یہ کہکر وہیں دختر دلستاں ہوئی پیش گشتاسپ وہیں کول
غضبناک سنکر ہوا بادشاہ لگا کہنے یوں کھینچکر غم سے آہ
یہ چاہا کہ دختر کو کیجے ہلاک ولیکن امیروں نے سمجھائے پاک
مناسب نہیں عہد کا توڑنا نہیں خوف آئین سے منہ موڑنا
کہ یہ کون ہے ذات اسکی ہے کیا تفحص وہیں مرد ماں نے کیا
وہ بولے کہ لہراسپ کا ہوں پسر خفا باپ سے ہوکے آیا ادھر
نہ زنہار قیصر نے باور کیا کہا قصہ دختر نے پھر خواب کا
نہ کچھ عذر یاں پیش ہرگز کیا پئے عقد گشتاسپ سے دخت کا
کتابوں کو گشتاسپ فرخ بہم لگے رہنے ویرانے میں لاجرم
گذریاں کو اک حصہ دیکے مدام سو خانہ لاتا تھا وہ ذوالکرام
وہ دختر شہ روم کی اور بھی پری چہرہ خورشید رو مہ جبیں
جوانوں کا مرن داہر تھا نام یہ مرین سے بولا شہ ذوالکرام
کیا ایک کو اس نے کیسر تباہ گیا ہیں کئی بار لیکر سپاہ
اگر سے تو اسے قتل کر اے جواں تو پھر دوں تجھے دختر دلستاں
گذریاں نے ان سے جا کہا کہ گشتاسپ داماد سلطان کا
کہے سے شکار ایک گرگ کلاں دلیر و تنومند ہے وہ جواں
ہوا شاد مرین یہ سنکر سخن گیا پیش نامی آور سپہ شکن
کہ اپنا [illegible] [illegible]

پذیرا کیا مرو نے یہ سخن
دلیرانہ روز دگر پیلتن
سو گرگ جنگی شتاباں ہوا
نہ رہنماروں میں ہراساں ہوا

گذربان ومرین بھی ہمراہ گئے
ولے راہ میں خوف سے رہ گئے
کیا سامنے گرگ کے وہ جواں
تو دیکھا کہ ہے شیر سے بھی کلاں

طرح شیر کی گرگ نے دوڑ کر
وہیں پنجہ مارا جو اسکے سپر
دلاور جواں نے بیک ضرب تیغ
دوبارہ کیا گرگ کو بے دریغ

گذربان ومرین شتاباں گئے
بہت دل میں مسرور شاداں ہوئے
کہا پھر یہ مرین نے اے نامدار
تو نام اپنا مت کیجیو آشکار

وہ کہنے لگا کس قدر تھا یہ کام
کہ اپنا کروں آشکارا میں نام
حضور شہ روم مرین گیا
کہا گرگ کو قتل بیٹے کیا

ادا ہونے کی شرط اے بادشاہ
مجھے دیجئے اب دختر نیک خواہ
نہ باور کیا شہ نے زینہار
گیا سوئے صحرا شہ نامدار

وہاں گرگ کشتہ جو آیا نظر
تو حیراں رہا قیصر نامور
پھر ایفائے وعدہ کیا باخوشی
وہ دخت پری چہرہ مرین کو دی

کہا شہ نے اہرن سے یوں بعد ازاں
کہ ہے کوہ میں اژدہا اک وہاں
اگر کشتہ ہو تجھ سے وہ اژدہا
تو حاصل ہو دلکا ترے مدعا

ہوا دل میں اپنے وہ اندیشناک
کہ کیونکر کروں اژدہا کو ہلاک
گذربان نے احوال گشتاسپ کا
بیاں پیش اہرن بہ تفصیل کیا

کہ تنہا دلیرانہ ہو جنگ جو
کیا کشتہ گشتاسپ نے گرگ کو
یقیں ہے کہ گشتاسپ بے خوف و باک
کرے اژدہا کو بھی دم میں ہلاک

یہ سنکر حضور اسکے اہرن گیا
بیاں اس سے اپنا کیا مدعا
لگا کہنے گشتاسپ عالی تبار
کہ اک خنجر تیز دندانہ دار

تو لاکر کے طیار اے جواں
کہ تا قتل ہو اژدہا سے وہاں
کیا اور لایا وہ خنجر وہیں
یہ کہکر گیا سوئے کوہ بریں

ہوا الغرض مرد کشور کشا
مقابل ہوا آن کر اژدہا
فرس سے وہ ہر دم تھا آتش فشاں
خدنگ افگناں تھا یہ مرد جواں

کئے جب چہل تیر اسنے رہا
ہوا اژدہا خستہ سرتا بپا
وہیں خنجر تیز پھر زود تر
سر نیزہ گشتاسپ نے باندھ کر

دہن میں کیا اژدہا کے رواں
وہیں لیکر پھر ایک سنگ گراں
کیا خستہ مغز سر اژدہا
نشاں اژدہا کا نہ ہرگز رہا

وہ دنداں تیز اسکے کندہ کئے
خوشی سے وہ اہرن کو لا کر دئے
وہ خوش شہ اہرن آیا دواں
کیا ماجرا اژدہا کا دواں

وہ دنداں دئے قیصر روم کو
تعجب میں آیا وہ شہ نامجو
نہ باور کیا پھر سخن زینہار
گیا جانب کوہ ہو کر سوار

جو وہ اژدہا کشتہ آیا نظر
تو اہرن سے کہنے لگا تاجور
کہ یہ کام ہے دیو کا بیگماں
نژاد کیاں سے ہو یا کوئی یاں

کہ جسنے یہ کار نمایاں کیا
تو ہرگز نہیں قاتل اژدہا
وہ بولا کہ اے سردار انجمن
نہ زنہار تو اب ہو پیماں شکن

کہ تھی شرط جو کچھ ہوئی وہ ادا
شتابی سے کر تو بھی وعدہ وفا
بیاں کی یہ گفتار اہرن نے جب
ہوا قیصر روم ناچار تب

غرض ہمراہ اہرن نامجو
کیا کتخدا دختر خرد کو
کتایوں کی استاد تھی اک زن
یہ اس سے لگی کہنے وہ سیمتن

کہ ہے قاتل گرگ و مار سیاہ
ملک زادہ گشتاسپ با عز و جاہ
گئی وہ کتایوں کی ماں کے حضور
لگی کہنے یوں با فراواں سرور

کہ گشتاسپ ہے اک دلیر اکلاں
شجاع و دلاور پہلواں جواں
جو مرین و اہرن کا یاور ہوا
تو پھر مدعا ان کا یکسر ہوا

غرض اس دلاور نے بے خوف و باک
کیا گرگ اور اژدہا کو ہلاک
کتایوں کی ماں نے یہ قصہ تمام
کیا عرض پیش شہ ذوالکرام

یہ سنکر شہ روم کہنے لگا
مجھے روز اول یہ معلوم تھا
کہ زیب سپہر برین جز کیاں
نہیں کوئی ہرگز دلاور جواں

ہنوں جیسکے جنگل سگا ہے زبا
پلنگان شیران و گرگ اژدہا
کیا شہ نے گشتاسپ کو پھر طلب
بصد جاہ و شوکت بصد طرب

سپہدار سالار لشکر کیا

جنگ کردن گشتاسپ با الیاس

فزوں مرتبہ پایہ برتر کیا

والی خزر و گرفتار کردہ آوردن الیاس را از میدان پیش قیصر روم

ہوا جبکہ گشتاسپ سالار فوج ۔ ہوئے تابع حکم سردار فوج
لکھا پھر یہ نامہ شہ خزر کو ۔ کہ اب خزر سے دست بردار ہو
شہ کشور خزر الیاس شاہ ۔ کہ رکھتا تھا ساتھ اپنے جنگی سپاہ
سپہ لیکے آیا سوئے ملک روم ۔ سپہ وہ کہ فولاد ہو جس سے موم
سو لشکر خزر آیا دواں ۔ ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
ہوا کشت و خوں دشت میں اس قدر ۔ کہ صحرا ہوا بحر خوں سربسر
پکارا یہ میدان میں آن کر ۔ کہ الیاس کہتا ہے ہمت اگر
دلیرانہ الیاس آیا وہیں ۔ ہوا ساتھ گشتاسپ کے گرم کیں
تو الیاس ہرگز نہ قائم رہا ۔ زمیں پر گرا زیں سے ہو کر جدا
ہوا قید میداں میں الیاس جب ۔ گریزاں ہوا لشکر خزر سب
غرض ملک تسخیر یکسر کیا ۔ بہت گنج قیصر نے وانسے لیا
وہاں آکے از روئے لطف و عطا ۔ زیادہ کیا رتبہ گشتاسپ کا
سپہدار گشتاسپ نے ایک روز ۔ کہا شاہ سے اے شہ نیک روز
یہ سنکر وہیں پیش سلطان روم ۔ لگے کہنے یوں نامداران روم
نہیں خوب لہراسپ کے ساتھ رزم ۔ مناسب نہیں ملک ایراں کا عزم
کہ ہے شاہ لہراسپ میرا پدر ۔ عیاں اسکا احوال ہے سربسر
دلیران ایراں کو یارا کہاں ۔ کہ ہوں ساتھ میرے ستیزہ کناں
کہ تسخیر ایراں میں جا کر کروں ۔ تجھے صاحب تخت و افسر کروں
سو شاہ لہراسپ نامہ لکھا ۔ یہ مضمون تم اسمیں شہ نے کیا
اگر نصف ایران و تاج و کلاہ ۔ مجھے دے تو ہو صلح اے بادشاہ
ہوا لیکے قالوس نامہ رواں ۔ گیا جبکہ وہ پیش شاہ جہاں
یہ کہنے لگا پھر شہ نامجو ۔ کہ تسخیر کر کے فقط خزر کو
کہا یوں فرستادہ سے بعد ازاں ۔ حقیقت ذرا جنگ کی کر بیاں
یہ سنکر کیا نامہ بر نے بیاں ۔ کہ قیصر کا داماد ہے اک جواں
کہ بیشے میں اک گرگ خونخوار تھا ۔ اور اک کوہ پر تھا وہاں اژدہا

نہ معلوم تھا یعنی اسکی سپاہ ۔ شہ روم سمجھے تھا پشت و پناہ
مہیا تو کر ورنہ سامان جنگ ۔ چو منظور خاطر ہو کر بید ننگ
حقیقت یہ سنکے ہوا خشمگیں ۔ کیا قصد پیکار اس نے کہیں
ادھر سے بھی گشتاسپ لیکر سپاہ ۔ بفرمان قیصر ہوا کینہ خواہ
سر و پہلو و سینہ تھا وقت جنگ ۔ نشانہ کو دو سنان و خدنگ
سپہدار گشتاسپ مرد دلیر ۔ رواں کر کے گھوڑے کو مانند شیر
تو ہو ساتھ میرے یہاں گرم جنگ ۔ نہ ہرگز کرے جنگ میں کچھ درنگ
جو گشتاسپ نے زور سے نیزہ کو ۔ کمر میں کیا بند الیاس کو
گرفتار کر کے وہ جنگی جواں ۔ اسے لیگیا پیش قیصر کشاں
گیا خزر تک پھر تعاقب کناں ۔ شہ روم با شوکت و فروشاں
پھرے خزر سے بفتح و ظفر ۔ سو روم آیا بصد کر و فر
کیا بلکہ مختار یکسر امور ۔ جو اسکو دیکھا بانشاط و سرور
تو کہتا تھا اب سے ایراں گرو ۔ نبرد آزما شاہ ایراں سے ہو
کہ لہراسپ ہے بادشاہ عظیم ۔ وہ رکھتا ہے گنج و سپاہ عظیم
جوان تو لا در ہوا خشمگیں ۔ شہ روم سے پھر یہ بولا وہیں
مری جنگ کی تاب اسکو نہیں ۔ کہاں ہے یہ طاقت جو ہو گرم کیں
ہراساں ہیں گر روم کے نامور ۔ تو ارشاد ہو مجھکو اے شہریار
کہا جبکہ گشتاسپ نے یہ سخن ۔ تو شاداں ہوا سرور انجمن
کہ ہے ساتھ تیرے مجھے عزم جنگ ۔ نہیں جنگجوئی میں ہرگز درنگ
کروں گر نہ ایراں کو میں خراب ۔ تو ہوجیے گرفتار رنج و عذاب
بجا لاکے آداب نامہ دیا ۔ پڑھا پڑھ کے لہراسپ کشور کشا
ہوا قیصر روم مست غرور ۔ ہوا فہم و دانش سے یکبار دور
کہ الیاس کا ملک کیونکر لیا ۔ اسے قید قیصر نے کیونکر کیا
دلیر و تنومند گشتاسپ نام ۔ ہوا ہاتھ سے پہلے اسکے یہ کام
دلیرانہ دونوں کو تیغوں سے پاک ۔ کیا اس نے لا در سے جا کر ہلاک

پھر الیاس خزر پکو ہنگام جنگ
مشابہ ہے کسکے وہ جنگ آزما
یہ جانا جہاندار لہراسپ نے
نہ کر اتنا اک پہلواں پہ غرور
نہیں خزر ایران نہ الیاس ہم
یہ نامہ نویسندہ جب لکھ چکا

اٹھا رہیں سے لایا جوان بیدرنگ
کہ جسنے یہ کار نمایاں کیا
کہ پیدا کیا فتنہ گشتاسپ نے
کہ یہ بات ہے عقل و فہم سے دور
تو اندازے سے رکھ نہ باہر قدم

یہ پوچھا جہاندار نے پھر کہ ہاں
نظر کرکے اُسنے لکھے زریر
شہ روم کو نامے کا پھر جواب
ہزاروں ہیں یاں گرد شمشیر زن
بدستور بھیجا شاہی خراج

یہ بیٹھے ہیں جتنے یلاں ایجواں
کہا کسکے ہم شکل ہے وہ دلیر
لکھا یوں کہ اے شاہ والا حشم
نبرد آزمایاں لشکر شکن
ہے ورنہ تیرا نہ اورنگ تاج
تو قالوس کو شہ نے رخصت کیا

طلبیدن لہراسپ گشتاسپ را از روم و تفویض نمودن تخت و تاج بہ گشتاسپ و خود بیاد خدا مصروف بودن

برادر جو گشتاسپ کا تھا زریر
تو کر صلح اس سے نہ ہو کینہ خواہ
کہ بیٹے کی میں قدر جانی نہ آہ
خطا میری اب سر بسر کر معاف
ہوا پیر ہوں افسر و تخت سے
رکھوں سر پہ تیرے کلاہ مہی
کہا جبکہ قیصر سے پیغام شاہ
وگرنہ مصمم ہے پرخاش جنگ
کہا جیسے گشتاسپ پر تخت بخت
کتابوں کو لیکر شتابان ہوا
گیا جبکہ لہراسپ کے روبرو
وہیں پھر جہاندار فیروز بخت
وہ بیٹھا وہاں جب تو سب نامدار
جہاندار لہراسپ فرخ خصال
مجھے کام کچھ سلطنت سے نہیں
نہ زنہار دل میں رہی حب جاہ
کسی طرح ہیں یاں شہ صاف دل
ہوا جبکہ معتکف لہراسپ شاہ
شہنشہ بفضل خدائے کریم

کہا اس سے لہراسپ نے اے دبیر
کہ بیٹے ہیں ہم خواہش تاجگاہ
ولے ہو نہیں بیجا نہیں سمجھ جو
کدورت سے کر آئینہ دل کا صاف
تو فیروز ہو یاوری بخت سے
مبارک تجھے تاج و تخت شہی
لگا کہنے تب قیصر کینہ خواہ
جہاں ہے یہ تیغ و سنان و خدنگ
کہا اس نے پیغام لہراسپ سب
رواں سوئے اقلیم ایران ہوا
اُٹھا تخت سے تب شہ نامجو
بچھا ایک تخت اپنے پہلو میں تخت
بحکم شہنشاہ عالی تبار
جہاں میں ہیں اک صد و بست سال
تو ہے مالک تخت و تاج و نگیں
گیا پھر سوئے بلخ لہراسپ شاہ

تو جا پیش قیصر فرستادہ وار
تو پھر پاس گشتاسپ کے آکے تو
تری یاد میں کیا پریشاں ہے وہ
روانہ ہوا جب سوئے ایران یار
ارادہ یہ ہے معتکف ہو کے اب
بحکم شہنشاہ آفاق گیر
مجھے شاہ نے بہر ایران اگر
شہ روم نے جب یہ پاسخ دیا
پیام پدر سنکے ہو شاد شاد
جو نزدیک پہونچا وہ سالار دہر
پسر اور پدر رہے پھر ہمکنار
لگا کہنے گشتاسپ سے اے پسر
ہوئے اُسکے محکوم و فرمان پذیر
کہا شہ نے گشتاسپ بیدار تر
یہ کہکر قبائے شہی دور کر
کہیں اندرون بلخ میں اک مکان

یہ کہہ جا کے اس سے کہ ای شہریار
بخوبی یہ پیغام پہنچا جو
بہت اپنے دل میں پشیماں ہے وہ
کہ ہو شوق دیدار لیل و نہار
کروں یاد یزداں ہمیں روز و شب
سوئے روم ایران سے آیا زریر
تو پھر صلح البتہ ہو ہمدگر
وہ رخصت ہوا اپنے لشکر گیا
ملکزادہ گشتاسپ فرخ نہاد
گئے پیشوا تا بہ ایران شہر
ہوئے مثل ابر بہار اشکبار
تو اس تخت پہ ہو جلوہ گر
دلیران و گردان میر و وزیر
کیا بیٹے اب ترک کار جہاں
لباس فقیری کیا زیب تن
پرستشگہ خلق تھا کعبہ سان
بہ یزداں پرستی ہوا مشتغل
تو بیٹھا سر تخت گشتاسپ شاہ
[illegible]

نشستن گشتاسپ بر تخت و پیدا شدن اسفندیار

کیا پھر وہیں جنگجو نے دلیر
ہوا جبکہ پشتوہ جنگی ہلاک
کئی پہلواں اور کئی دیوزاد
شتاباں ہوا پھر سوار دلیر
پہ اسپ خروشندہ سلطان چین
اُسے صاحبِ شوکتِ شان کہیں
کیا دیو نے زخم وہیں رہا
دلیران ایراں سے کہنے لگا
وہیں سنکے بولا یہ سفندیار
اگر دیو خونخوار کو کر کے پست
پھرا تے ہیں لشکر میں غوغا اٹھا
یہ سنکر ملک زادہ اسفندیار
کہا ہو نہیں وہیں تن سفندیار
رداں کی وہیں دیو سر کی تیغ
کیا زخم نیزہ رہا دلیر
جدا اُس کے سر جسم ناپاک سے
مدد کو گئے سفندیار
یہ کہکر سپہدار اسفندیار
ہوا حملہ آور بفوج گراں
گریزاں ہوا لشکر سلطان چین
کہ جان سینہ بیں اے شاہ کر کو اگر
پڑا تھا جہاں کشتہ جنگی زریر
ہوئی تلخ اب زندگانی مجھے
لگا کہنے وستور سے شہریار
ہوئے کشتہ ایرانیاں یکصد ہزار
ہوئے قتل میدان میں یکصد ہزار
دیا دیو نیزہ وستور کو پیر رنج

جوانمرد پشتوہ پور زریر
زریر دلاور ہوا خشمناک
مقابل ہوئے آکے مانند باد
سو شاہ ارجاسپ مانند شیر
کرے نامداران ترکان چین
بہت گنج و زر بخشاؤں کہ میں
ہوا قتل وہ مرد جنگ آزما
کہ ہو مرد کوئی نبرد آزما
کروں جا کے بیں پور کا کارزار
تو دے لشکر چیں کو یکسر شکست
کہ اس دیو نے حشر برپا کیا
وہیں اسپ بہزاد پہ ہو سوار
نہیں تاب دیو ونکو یہ زینہار
سو ناداں جہاں بے دریغ
سناں نے کیا بس جگر سے گزر
جواں نے کیا بستہ فتراک سے
یہ کہنے لگا اُس سے اے نامدار
عقب اُس کے دو توں جنگی سوار
زدو کشت باہم ہوئی خونیاں
ہوئے سب پراگندہ ترکان چین
تو آتش پرستی کریں سربسر
اتر اسپ سے شاہ آفاق گیر
دریغا کہ یوں کشتہ دیکھوں تجھے
کہ میداں نہیں کشتگاں کا شمار
ازانجملہ تھے ہشت صد نامدار
ہزار و صد و شصت و سہ نامدار
جہاندار نے از سر ابتہاج

کہ غرق خوں مرد خنجر گذار
رواں کر کے گھوڑا سوئے رزمگاہ
جوانمرد نے کھینچکر تیغ کیں
صف فوج کو چیر کر سربسر
دلیرانہ اک گرم پیکار ہو
وہیں بیدفش اک مرد دلیر
زریر دلاور ہوا کشتہ جب
جو اس دیو سے جا کے ہو جنگجو
جہانگیر گشتاسپ نے ہو کے شاد
تو سر پر تیرے افسر زر دکھوں
ہزاروں ہوئے کشتہ ایرانیاں
دلیرانہ آیا دواں سوئے دیو
جو ہوں ساتھ میرے نبرد آزما
دلیری سے وہ تیغ ہنگام جنگ
ہوا اکا زنگ نیزہ آنکھوں
شتاباں ہوا تنے میں پور زریر
کہ آؤ چلو سوئے ارجاسپ شاہ
شتاباں ہوئے سمت سالار چیں
کیا تاقب لشکر چین کا تنگ
گرفتار آئے بہت سرکشاں
کیا رحم گشتاسپ نے وہیں
ہوا نعش پر اُسکے نوحہ کناں
اُسے رکھ کے تابوت میں باعزاز
شمار آئے جب کشتگاں کا کیا
جب آیا سپہ نعش ترکان چین
میسر ہوئی جبکہ فتح و ظفر
دلیری و مردی اسفندیار

نہ جانبر ہوا آپ بھی زینہار
ہوا گرم کیں مثل مار سیاہ
کرے قتل دیوان ترکان چین
گیا جبکہ نزدیک وہ نامور
کرے جو کوئی قتل اس گرد کو
ہوا آن کر ہم نبرد زریر
ہوا پر الم شاہ گشتاسپ تب
ملا تے تہ خاک وخوں دیو کو
کہا یوں کہ اے پور فرخ نہاد
تجھے تخت شاہی حوالے کروں
نہیں لائے تاب اقامت جہاں
بسانِ ہزبر ژیاں کر غریو
کشندہ ہوں دیوان خونخوار کا
پکڑ لی دلاور نے اور بیدرنگ
گرا خاک پر دیو سرکش نگوں
اور اک گرد فرسید مرد دلیر
کروں اسکے لشکر کو یکسر تباہ
جہاندار گشتاسپ بھی پھر وہیں
رہی پھر نہ ارجاسپ کو تاب جنگ
پہ کہنے لگے ہو کے زاری کناں
پھر آیا وہاں شاہ روئے زمیں
کہا یوں کہ اے سرفراز کیاں
شہنشہ ہوا سوئے خیمہ رواں
ہوا آشکارا کہ وقت دعا
تو ظاہر ہوا یہ کہ گردان چین
ہوا شاد و شاہنشہ نامدار
ہوا دیکھ کر شاد ماں شہریار

اُسے شاہ نے تخت و افسر دیا
جہاں میں آئین طرز نو سکو
شہ روم محکوم وہیں ہوا
گیا پھر سو ہند اسفندیار
گیا جس ولایت میں اسفندیار
گئی ہر طرف ژند و استا کتاب
سپہدار نے پھر یہ نامہ لکھا
ہر ایک ملک میں مردم خاص و عام

خوشی سے ولیعہد اپنا کیا
مروج تو کر دین زردشت کو
پذیرندہ دین و آئین ہوا
وہاں بھی یہ آئین ہوا آشکار
گیا جس طرف نامہ نامدار
نہ آئی کسی کو یہ زنہار تاب
سو شاہ گشتاسپ کشور کشا
ہوئی گرم آتش پرستی تمام

کہا پھر کہ اے پور عالی گہر
ہوا شاہ سے رخصت اسفندیار
رکھا ژند و استا کو بالائے سر
پھر آیا سوئے یمن پہلوان
ہوئے سب دل و جان سے واں کے
کرے حکم سے اسکے جو انحراف
کہ خورد و کلاں نے زردشت طریق
یہ سنکر ہوا شاہ گشتاسپ شاد

پئے ملک گیری تو باندھی کمر
سوئے روم پہلے گیا نامدار
اطاعت میں بہتو آئی نظر
ہوئے لوگ وانکے پرستش کناں
رعایا و شاہ و امیر و وزیر
کسی نے نہ ہرگز کیا بر خلاف
پذیرا کیا دین زردشت سب
کہ حاصل ہوئی جان و دل کی مراد

قید کردن گشتاسپ اسفندیار را باغوائے گرزم پہلوان و تشریف آوردن در سیستان

جہاندار نے ایک کی انجمن
وزیر تھا وہ بدخواہ اسفندیار
غرور اسکو ہے زور پر تجھ سے سر
کہ تجھ کو کرے آنکر یاں اسیر
ہوا سنکے آزردہ گشتاسپ شاہ
طلب کر کے پھر اپنے دستور کو
وہ جاماسپ دستور شاہ جہان
مجھے کل کی شب خواب آیا نظر
کیا واسطے میری تعبیر کا
ہوئے میری شمشیر سے سرکشاں
سمجھتا ہوں اپنا تجھے دوستدار
لگا کہنے یہ سنکے اسفندیار
ملک زادہ رکھتا تھا اسفندیار
چہارم تھا نوشاذر نام جو
روانہ ہوا سوئے گشتاسپ شاہ
اُسے قید کر کے کیا پھر رواں
سنا جبکہ بہمن نے یہ ماجرا

ہوئے آکے حاضر سران انجمن
لگا کہنے شہ سے کہ اے شہریار
کہ ہم تجھ اسکا نہیں شیر نر
ترا چھین لے ملک و تاج و سریر
نہ مائل ہوا پھر سوئے رزمگاہ
لگا کہنے شاہنشہ نامجو
گیا پیش اسفندیار جواں
کہ ہے خشمگیں تجھ سے میرا پدر
ہوا پر غضب شاہ کشور کشا
پرستندہ بادشاہ جہاں
جو کچھ مصلحت ہو سو کر آشکار
کہ آزار دیگا تجھے شہریار
بزرگ اسمیں تھا بہمن نامدار
ہنرمند دانا و فرخندہ خو
سو فرزند کو ساتھ لیکر سپاہ
شہنشہ نے سوئے دژ گنبدان
بصد رنج و غم بلخ میں تب گیا

کوئی ایک تھا گرزم پہلواں
سنا ہے کہ اسفندیار جوان
رکھے ہے وہ دل میں خیال تباہ
سنا تھا جو بیٹے وہ ظاہر کیا
کیا اک قلم پھر و آرام و خواب
کہ جلدی تو جا پیش اسفندیار
دیا پھر پیام شہ نامدار
وہ بولا کہ ہے رستہ تیرا یہ خواب
کیا میں نے ہر اک کو آتش پرست
نہ کی میری خدمت پہ ہرگز نظر
وہ بولا یہ بہتر ہے اے نامور
وہ بولا کہ بہتر ہے جو ہے پدر
دوم پور مہرنوش نامور
غرض لے کر بہمن کو اسفندیار
گیا جب حضور شہ نامدار
ستونہائے سخت آہنی لاکے چار
وہاں سے سوئے دژ گنبدان

ندیم شہنشاہ گیتی ستاں
رکھے ساتھ اپنے ہے فوج گراں
ارادہ یہ اس کا ہے شام و پگاہ
جو بہتر سمجھئے وہ کیجے شہا
رہا تا سحر وہ شب اضطراب
بیاں لا شتاب اسکے اے نامدار
لگا کہنے پھر وہیں اسفندیار
جوانمرد نے تب کہا یوں شتاب
کیا سربلندان عالم کو پست
ہوا خشمگیں آہ یوں تاجور
کہ حاضر ہو چلکر حضور پدر
نہ پھیر اسکے فرمان سے زنہار سر
سوم آذر کرو فرخ سیر
بجاہ و حشم کر کے مختار کار
ہوا تب گرفتار اسفندیار
ستونوں سے باندھا اسے استوار
پھرا ہمرہاں کو وہ لیکر رواں

گیا الغرض پیش اسفندیار | ہوا باپ کا خاموش و شرمسار | اگرچہ گیا روزگار دراز | تو گشتاسپ شاہنشہ سرفراز

ہوا بلخ سے عازم سیستاں | کہ آئین تازہ کرے واں رواں | جو زردشت پہنچا وہ فرماں روا | تو آیا تہمتن وہیں پیشوا

کیا اختیار اُسنے آئین شاہ | ہمہ فوج کیا اُس میں دین شاہ | رکھا ژند واستا کو بالائے سر | کیا اُسکو راضی وہاں دو دو تر

کیا بعد ازاں شاہ کو مہماں | رہا شاہ گشتاسپ دو سال واں

رسیدن کہرم پسر ارجاسپ با فوج سنگین

در بلخ و لہراسپ را کشتن و بلخ را فتح کردن و آمدن گشتاسپ از سیستان و آمدن ارجاسپ برای امداد پسر و شکست خوردن گشتاسپ

سنی شاہ ارجاسپ نے یہ خبر | کہ اسفندیار یل نامور

بفرمان گشتاسپ آفاق گیر | میان در گنبداں ہوا اسیر | گیا ہے سوئے سیستاں بادشاہ | نہیں بلخ کے شہر میں کچھ سپاہ

یہ سنکر ہوا شاد واں شاہ چین | کیا پھر وہیں عزم پرخاش و کیں | سپہدار کہرم جو تھا اس کا پسر | اُسے پاس اپنے بلا آن کر

سوئے بلخ اُسنے روانہ کیا | وہاں اسقدر کوئی ہرگز نہ تھا | کہ کہرم ہوا آن کینہ خواہ | گئے مردماں پیش لہراسپ شاہ

کہا یوں کہ اے بادشاہ جہاں | نہیں کوئی سردار لشکر یہاں | مناسب ہے اب کیجئے سروری | کہ زیبندہ ہے تم کو سرلشکری

یہ کہنے لگا وہ شہ نیکنام | کہ مجھ کو ہے یزداں پرستی سے کام | سروکار کچھ سروری کا نہیں | مجھے کام سرلشکری سے نہیں

بہت عذر لایا وہ فرخندہ کیش | ولے عذر ہرگز گیا کچھ نہ پیش | مکان عبادت سے لہراسپ شاہ | گیا لاجرم جانب رزمگاہ

سپہ ساتھ تھی شہ کے بارہ ہزار | فزوں اس سے ہرگز نہ تھا یک سوار | مقابل جب فوج کہرم ہوئی | دلیرانہ پھر جنگ باہم ہوئی

چو لہراسپ آیا سوئے کارزار | گئے کشتہ ترکان چین بیشمار | سواران بلخی نے وقت وغا | کیا قافیہ تنگ بدخواہ کا

سپہدار کہرم ہوا خشمگیں | لگا کہنے اے نامداران چیں | ہم کینہ آور ہیں جنگی سوار | اُدھر ایک ہزار اُدھر صد ہزار

ولیکن نہایت تعجب ہے یاں | کہ پڑتے ہیں غالب نظر اینہاں | یہ سنکر ہوئی حملہ آور سپاہ | ہوئے سو ازاں لہراسپ شاہ

لیا گھیر لہراسپ کو بس وہیں | ہوا گرم بازار پرخاش و کیں | ہوا زخمی و خستہ لہراسپ شاہ | زمیں پہ گیا خسرو دیں پناہ

ہوا جبکہ لہراسپ زیں سے جدا | تو پھر چینیوں نے دو پارہ کیا | ہوا بلخ میں چینیوں کا جو غل | کیا بلخیوں کو اسیر اور قتل

شکستہ کئے یکسر آتشکدہ | کیا ژند واستا کو آتش زدہ | زنان شبستان گشتاسپ شاہ | ہوئیں قید یکسر بحال تباہ

ولے بھاگ کر اک زن دلستاں | شتاباں ہوئی جانب سیستاں | گئی پیش گشتاسپ با چشم تر | کیا ماجرا بلخ کا سربسر

ہوا سنکے غمناک شاہ جہاں | یہ رستم سے بولا کہ اے پہلواں | یہ ہے وقت یاری و امداد کا | شہنشہ کو رستم نے پاسخ دیا

کہ بالفعل شاہا تو کر عزم جنگ | عقب تیرے پہنچا میں بیدرنگ | ہوا شاہ گشتاسپ وہیں بادلاں | سوئے بلخ پہنچا وہاں سے دواں

سپہدار ارجاسپ بھی لیکے فوج | روانہ ہوا چین سے مانند موج | ہوا ملحق کہرم نامور | ہوا یعنی آکر معین پسر

جو ارجاسپ آیا بفوج گراں | ہراساں ہوئی فوج ایرانیاں | سو اسکے رستم نے نامہ لکھا | کہ کچھ کام درپیش ہے یاں شہا

سقمر ہوئی خستہ آیا جرم | مجھے رکھیے معذور باصد ازم | ہوا خشمگیں خسرو ارجمند | نہ آیا اُسے عذر رستم پسند

سپہ سے لگا کہنے پھر تاجور | بلا سے نہ آیا تہمتن اگر | جہاں آفریں ہے ہمارا جو یار | یہ کہکر ہوا شاہ ایراں سوار

پھر اس جا سے کر عزم اسفند یار
لگا کاٹنے سر بسمت بسیار
کئے تیغ سے کل صد و شصت و پنج
صد اشتر لبریز نکلے بیدرد و رنج

ہو کر جنگ سے گرد ترکان یوں
وہ میدان بس ہو گیا بحر خوں
ہوئی فوج ارجاسپ شاہ کی تباہ
گریزاں ہوئی چھوڑ کر رزمگاہ

ظفر یاب گردان ایران ہوئے
گریزان سواران ترکاں ہوئے
رہی جب نہ تاب ثبات و قرار
شہ چین ہوا رہ نورد فرار

بفرمان اسفند یار جواں
ہوئے گرد ایران تعاقب کناں
بہت ترک کھینچے تہ تیغ کیں
ہوئی لالہ گوں خون سے اُنکی زمیں

لیا منہ میں ترکوں نے پھر برگ کاہ
حضور جوانمرد لائے پناہ
ہوا مہرباں اُن پہ اسفند یار
پھر آیا حضور شہ نامدار

تری بہنوں کو لیگیا شاہ چیں
تو پھر اُس سے ہو جا کے اب گرم کیں
چھڑا کر اُنہیں قید سے لا یہاں
نہ تاخیر کر ہو شتابی رواں

قسم ایزد پاک کی اے پسر
کہ آوے تو جب دم بفتح و ظفر
کروں ترک دنیا و دولت وہیں
عبادت کروں ہو کے گوشہ نشیں

حوالے کروں تجھ کو تخت شہی
زر و گنج و دیہیم و فرماندہی
یہ سُنکر دلاور نے پاسخ دیا
مبارک تجھے تخت و افسر شہا

ترا ہوں میں اک بندہ جاں نثار
نہ خواہندہ افسر و زر نگار
بفرمان شاہنشہ دیں پناہ
شتابی ہوں ارجاسپ کینہ خواہ

نہ توراں میں چھوڑوں نہ چیں میں ٹہار
کروں جا کے ارجاسپ کو سخت خوار
چھڑا لاؤں بہنیں خواہروں کو شتاب
باقبال شاہ ثریا جناب

کہا شاہ نے آفریں مرحبا
شب و روز یار ہو تیرا خدا
لگا کہنے شاہ سے پھر اسفند یار
کہ یوں عرض کرتا ہے اب گرگسار

کہ ہو مخلصی قید سے مجھکو گر
تو خدمت کروں خوش شام و سحر
جہاں قصد کیجیے میں ہوں رہنما
بجا لاؤں میں شرط خدمت سدا

جہاندار نے اُس کو کرکے طلب
کہا یوں ز روئے نشاط و طرب
کیا قید سے تجھکو ہم نے رہا
اور کیجو تو بھی رسم وفا

حضور جوانمرد اسفند یار
تو رہیو شب و روز خدمتگذار
پھرا تا ہوں اب قلم کی عناں
اور آتا ہوں اب پر سر ہفتخواں

رفتن اسفندیار جانب روئین دژ براہ ہفت خوان برائے رہائی ہمشیرہائے خود

رہا جب ہوا قید سے گرگسار
تو پھر مرد روئیں تن اسفند یار
اُسے لیکے اپنے مکاں میں گیا
رہا اُس پہ مصروف لطف و عطا

کہا یوں کہ صدق ارادت سے گر
رہے تو مرے پاس شام و سحر
کرے راست گوئی جہاں اختیار
تو ہر دم فزوں ہوئے عز و وقار

سمجھے ایک ترکاں سوا اک دوں
ترے تن سے ورنہ جدا سر کروں
وہ بولا کہ جز راستی زینہار
نہیں کچھ مجھے کام لیل و نہار

کروں صدق دل سے پرستندگی
بجا لاؤں رسم و رہ بندگی
لگا کہنے اس سے یہ اسفند یار
کہ سوئے روئیں دژ لے گرگسار

بتا کونسی راہ سے ہوں رواں
کہ پہنچوں میں آرام سے جلد واں
وہ بولا کہ اک راہ ہے خوبتر
کہ ہے کیسر آباد لے نامور

سہ ماہ مسافت رکھے ہے وہ راہ
سبھی گذر جائے واں سے سپاہ
کم آباد ہے اسکی راہ دگر
ولے میوہ و آب ہے بیشتر

دو ماہہ مسافت ہے اے نامور
نہیں کچھ بھی خوف و خطر زینہار
سوم ہفت روزہ ہے اے ارجمند
ولے سخت وہ راہ ہے پر گزند

اور اُس راہ کا نام ہے ہفتخواں
کسے ہے یہ قدرت کہ جاوے وہاں
ہر اک منزل اسکی ہے پر خوف و بیم
جہاں جا وہاں ہے بلائے عظیم

کہیں شیر و گرگ اور کہیں اژدہا
نہ ہو جنگ سے جسکے کوئی رہا
زن ساحرہ ماہرو شور بخت
بیاباں کہیں برف و سرمائے سخت

گذر اُس بیاباں میں دشوار ہے
کہ ہر گام پر تیغ و آزار ہے
یہ بولا جوانمرد اسفند یار
کہ مجھکو نہیں کچھ خطر زینہار

شتابندہ ہوں میں سوئے ہفتخواں
کروں تیغ سے ہر بلا کو وہاں
یہ کہکر پلائی مے خوشگوار
ہوا مست مخمور جب گرگسار

اگر تم وو صد سال کوشش کرو
کروں سر جدا شاہ ارجاسپ کا
لیا ایک بہانہ وہ شور بخت
بیک زخم شمشیر زہر آبدار
بنایا وہ رویین دژ آہن سے تھا
کوئی چارہ دیکھا نہ تسخیر کا
اُٹھا کر بہت رنج آیا یہاں
تو حق ہے کہ بابس آنسو بھرا
کہ کیفیت دژ ذرا کر بیاں
سدا غلہ پیدا ہو واں بے حساب
کہ نہ مردم غیر کا واں نہیں
یہ سنکر ہوا شاد اسفندیار
تو رہنا خبردار شام و پگاہ
اسیوقت لیکر سپاہ بیخطر

نہ ہرگز وہ حصن فتح ہو
دلیرانہ لوں کینہ لہراسپ کا
کہی اس نے شوخی سے گفتار سخت
قلم کی وہیں گردن گرگسار
نہیں نام تھا واں گل و خشت کا
نہ پایا وہاں کام تدبیر کا
دریغا کہ محنت گئی رائگاں
غمیں خاطر دل پراگندہ تھا
وہ درویش بولا کہ اے پہلواں
رواں ہیں بہت چشمے جیسے آب
ولے یوں ہے حکم سپہدار چیں
کہا آپشوتن سے یوں آشکار
کہ تجھ سے ولے ہے یکسر سپاہ
دلیرانہ آنا در قلعہ پر

وہ بولا کروں فتح اک آن میں
زن و دختر و خواہر شاہ چیں
ہوا پُر غضب سنکے سالار دہر
گیا شب کو لیکر کئی پہلواں
سہ فرسنگ بالا و پہنا جبل
یہ بولا کہ کہتا تھا سچ گرگسار
میسر ہوئی کچھ نہ راحت مجھے
ہوا ایک درویش وہی عیار
سپاہ گراں ہے درون حصار
نہیں واں کوئی چیز مطلوب یار
کہ آوے کہیں سے جو بازارگاں
کہ جاتا ہوں میں بنکے بازارگاں
نہ ہونا تو زنہار اندیشہ مند
زد و کوب واں آنکر کیجیو

میں گھوڑے کو دوڑا کے میدان میں
کروں میں گرفتار زیر نگیں
ہوئی شعلہ خیز آتش خشم و قہر
سر قلعہ اسفندیار جواں
ہوا دیکھ حیراں جوانمرد یل
کہ یہ دژ نہ تسخیر ہو زینہار
ہوئی حاصل آخر نہ ہمت مجھے
یہ کہنے لگا اس سے اسفندیار
نبرد آزمایان خنجر گذار
چھپا ہے اس دژ میں ہر ایک شے
تو آنے دو اُسکو یہاں بیگماں
درون دژ رویین اے پہلواں
دھواں جبکہ ہو دژ میں آتش بلند
جدا تن سے ترکوں کے سر کیجیو

رفتن اسفندیار بلباس سوداگران در دژ رویین و کشتن ارجاسپ و کہرم پسرش را و فتح یافتن

چھپا وہیں کرکے یکصد شتر
وہ ہشتاد اُشتر کہ باقی رہے
ہوئے سارباں صد یل کینہ جو
سنا شاہ ارجاسپ نے ناگہاں
جو پہنچا در قلعہ پہ کارواں
یہ ارجاسپ کو جاکے بھیجا پیام
یہ ہے خواہش بندۂ خاکسار
متاع گراں پیشکش کی بہر
یہ پوچھا کہ اے سوداگار
یلی گرگساراں نبرد آزما
کہ ایراں سے عازم ہوا ہے سفر

کیا جامہ کاروانی بہ بر
سو ہر اک پہ صندوق دو دو کسے
نبرد آزمایان پرخاش جو
کہ آیا ہے ایراں سے اک کارواں
نہ ہرگز مزاحم ہوئے پاسباں
کہ اے شاہ نامآور و کامگار
کہ آئے حضور شہ نامدار
ہوا خرم و شاد سالار چیں
تو میراں کی ہے خبر کر بیاں
سلامت ہے یا قتل اسکو کیا
نہیں ہے وہ اسکی مجھے کچھ خبر

وہ اشتر تھے دیبائے رومی سے پُر
صد و شصت گردان جنگ آوران
غرض اسطرح سے سوئے حصار
کہا جا کہا ہر گذربان کو
گیا پھر وہ سوداگر ارجمند
رہ دور سے با متاع گراں
دیا شاہ نے حکم آوے یہاں
کہا نام کیا اُسنے پاسخ دیا
کہ کس مصلحت میں ہے لیل و نہار
دیا اس نے پاسخ کہ اے بادشاہ
ولیکن یہ تھا راہ میں اشتہار

وہ اشتر پر از لعل و یاقوت و دُر
کئے مرد جنگی نے انمیں نہاں
گیا مرد رویین تن اسفندیار
کہ زنہار اس سے مزاحم نہو
خوشی سے درون حصار بلند
مسافت کو طے کرکے آیا یہاں
گیا پیش ارجاسپ بازارگاں
کہ خرّاد ہے نام میرا شہا
جہاندار گشتاسپ اسفندیار
ہوئے منقضی مدت پنج ماہ
کہ یہ عزم رکھتا ہے اسفندیار

کہ آوے رہ ہفتخواں سے ادہر
وہ جیتا و رخصت ہوا بعد ازاں
غرض لیکے بازار میں اک مکاں
دلاور کی دختر بت مہروش
سوکار واں وہ شتاباں ہوئیں
وہ بولا کہ ہوں مرد بازرگاں
ولے وہ ہیں واقف ہوئیں راز سے
لگیں اس سے کہنے کہ ای نامور
تمہاری رہائی کو میں آیا یہاں
گیا ایکدن وہ جواں پیش شاہ
کہ کشتی تباہی سے نکلے اگر
یہ جی میں ہے اب نذر کیجے ادا
کہا شہ نے جا اس سے بعد ازاں
بلندی پہ ہوں قلعہ کی خیمہ زن
وہاں پھر سرا پردہ کرکے بلند
ہوا رونق افزائے بزم طرب
شہ چین و ترکان یکدست شاد
پشوتن نے دیکھا تو لیکر سپاہ
خروشندہ پھر ہوکے مانند شیر
وہ مجلس میں تھے پیکے مست شراب
کہ لیکر سواراں تو پنجاہ ہزار
سواراں چیں اور پنجاہ ہزار
تو لیکر صد و شصت مردان کار
بہت کشتہ و خستہ ترکاں ہوئے
یہ کہکر گئیں ہر دو والا تبار
خروشاں ہوا جاکے مانند شیر
لئے خنجر آنکھوں کا وہ تیغ

سنا شاہ ترکاں یہ سنکر خبر
کیا شاہ نے ہنگام رخصت بپا
لگائی دکاں پر متاع گراں
شہ چین کے مطبخ میں آتش
بہ جرأت سے آکے پرساں ہوئیں
نہیں واقف حال شاہ و بلاد
لیا اسکو پہچان آواز سے
کہ ہیں کچھ عیاں راز خلوت ہوگر
کسی سے نہ یہ راز کیجو عیاں
لگا کہنے کے شاہ گیتی پناہ
کروں جشن ترتیب میں زود تر
غرض شب ہو مجلس یہی دل فزا
کہ مسکن گزیں ہوں جہاں وہ ملک
کروں ایک ترتیب واں انجمن
خوشی سے وہ سوداگر ارجمند
گئے نامداران ساتھ اسکے سب
ہوئے مست و مخمور پیکر شراب
در و دژ پہ آکر ہوا کینہ خواہ
کہا میں ہوں اسفندیار دلیر
یہ سنکر گیا سوئے خانہ شتاب
کہ اب جاکے بدخواہ سے کارزار
تھیں جا بجا تھے درون حصار
جوانمرد روئیں تن اسفندیار
جو باقی رہے سو گریزاں ہوئے
سو منزل گرد اسفندیار
اٹھا خواب سے تب وہ شاہ لعین
رہا زخم باہم کئے بیدریغ

کہا یوں کہ کیا تار اسفندیار
کہ یاں آ ہو جا تجھ جسوقت تو
لگے آنے ہر جنس کے مشتری
سنی یہ خبر جبکہ دونو نے واں
کہ احوال گشتاسپ و اسفندیار
یہ کہکر ہوا تند اور خشمگیں
بہنگام شب پیش اسفندیار
جواں نے بھی پہچان انکو لیا
وہ بیچاریاں شاد و خرم ہوئیں
تباہی میں آیا تھا میرا جہاز
عنایت سے پھر ایزد پاک کی
یہ سنکر لگا کہنے ارجاسپ شاد
نہایت ہے تنگ اے شہ نامدار
کروں روشن آتش بفرط خوشی
ہوا محفل آرائے عیش و نشاط
طعام لطیف و مے رود و جام
ہوئی روشن آتش وہاں بعد ازاں
وہاں جسکو پایا اسے بیدریغ
ہوا شاہ ارجاسپ کو آشکار
سپہدار کہرم کہ فرزند تھا
سپاہ گراں لیکے کہرم گیا
سپہ پیش ارجاسپ کمتر رہی
گیا وقت شب سوئے ایوان شاہ
گئیں وہیں پیش جواں خواہران
دلیرانہ وہ مرد جنگ آزما
لگے کرنے باہم وہیں کارزار
ہوا کشتہ ارجاسپ انجام کار

رہ ہفتخواں سے کرے جو گزر
مزاحم نہ ہوویگا وہاں کبھی
ہوا گرم بازار سوداگری
کہ آیا ہے ایراں سے بازرگاں
سمجھے گر ہے معلوم کر آشکار
وہ بیچاریاں روتی پھر گھر گئیں
گئیں پھر وہ سیمیں مہ عذار
طلب کرکے خلوت میں انکو کہا
گئیں پھر وہ در مطبخ شاہ چیں
قبول اس گھڑی میری تھی نیاز
کنارے پہ کشتی مقصد ملی
کہ محفل میں آجنگے ہم صبحگاہ
پہ لطف شہی سے ہوں امیدوار
شہ چین نے پروانگی اسکو دی
دم صبح شہ از سر انبساط
مہیا تھا سامان عشرت تمام
کہ فرزند گہار جس کا پہنچا وہاں
کیا کھینچکر قتل برندہ تیغ
کہ آیا در دژ پہ اسفندیار
اسے شاہ ارجاسپ نے یوں کہا
ہوا جا پشوتن سے جنگ آزما
ہوئی جب دلاور کو یہ آگہی
دلیرانہ چیں سے ہوا رزم خواہ
دیا اسکو سکتے سے تیغ کا نشاں
سو خوابگاہ شہ چیں گیا
سپہدار ارجاسپ اسفندیار
مظفر ہوا گرد اسفندیار

زن و دختر و خواہر شاہ چیں
گرفتار ساتھ اسکے ہوئیں وہیں
پھر واں سے پھر وہ دلیر جواں
بسوئے در قلعہ آیا دواں
کئے قتل گردان چیں بیشمار
یکایک وہاں یہ ہوا آشکار
کہ بدخواہ نے ہو کے پرخاش جو
کیا کشتہ اب شاہ ارجاسپ کو
وہ کہرم پسر شاہ ارجاسپ کا
پشوتن کے تھا ساتھ جنگ آزما
سنی جب آواز حیران ہوا
وہیں جانب دژ شتابان ہوا
گیا جبکہ کہرم درون حصار
ہوا گرم جنگ اس سے اسفندیار
پشوتن بھی دنبال کہرم گیا
ہوا گرم بازار پرخاش کا
دلیران و توران گردان چیں
ہوئے بسکہ واں کشتۂ تیغ کیں
در دژ ہوا غرق خوں سربسر
پڑی نعش پر نعش ادھر اودھر
زبوں آخرکار ترکاں ہوئے
سراسیمہ واں سے گریزاں ہوئے
ولیکن نہ زنہار کہرم ہٹا
دلیرانہ بید انہیں قائم رہا
لگا کہنے کہرم سے اسفندیار
کھڑا کیا ہے اے کہرم نامدار
مرے ساتھ ہو آ کے گرم نبرد
یہ سنکر مقابل ہوا شیر مرد
وہ مرد توانا و چست و دلیر
ہوئے گرم پیکار مانند شیر
پکڑ کر کمر بند کہرم وہیں
دلاور نے پٹکا برے زمیں
کیا تیغ سے پھر سر اسکا جدا
خوشی سے وہاں حکم پھر یہ دیا
کہ جو کوئی حاضر ہو یاں آنکر
کروں اسپہ لطف و کرم بیشتر
حضور اسکے حاضر جو ترکاں ہوئے
تو وہ مورد لطف و احساں ہوئے
بہت دن قلعہ میں رہا نامور
مسخر ہوا ملک چیں سربسر
سران نواحی توران دیار
ہوئے آ کے محکوم اسفندیار
ہوا واں جو کوئی نہ فرماں پذیر
تو بس قتل اسکو کیا اسیر
نہ کوئی رہا چیں میں اک نامدار
نہ توران میں کوئی رہا شہریار
سپہ کو بصد لطف و جود و عطا
دلاور نے گنج فراواں دیا
زنان پری وار ارجاسپ شاہ
رکھیں اپنے مشکو میں با عز و جاہ
وہ لے دختر و خواہر شاہ چیں
ہراک پکر کی حوالہ وہیں
لکھا نامۂ فتح گشتاسپ کو
ہوا شاد وہ شاہ فرخندہ خو
یہ اسفندیار جواں کو لکھا
کہ اے نامدار نبرد آزما
تو با فضل ہو واں اقامت گزیں
تصرف میں لا ملک ماچین و چیں
سپہدار نے پھر لکھا یہ جواب
کہ اے تاجدار شہ با جناب
مسخر کیا ملک توران و چیں
یہاں وہم و اندیشہ ہرگز نہیں
بس اب آرزوئے قدوم شاہ
مجھے ہے شب و روز شام و پگاہ
دگر بارہ جب نامہ پہلواں
پڑھا شاہ نے تب لکھا آ یہاں

آمدن اسفندیار در ایران و ملامت کردن با پدر

سو ہفتخواں سے پھر اسفندیار
روانہ ہوا سوئے ایران دیار
وہاں جبکہ پہنچا وہ فرخ نہاد
ہوئی تھی جہاں رزم تیر و باد
تو اس میں پایا تمام و کمال
تلے برف کے دب گیا تھا جو مال
گیا جبکہ نزدیک شہر پدر
تو وہیں بحکم شہ نامور
بزرگان ایراں گئے پیشوا
وہاں سے جو نزدیک ایواں گیا
تو آیا جہاندار گشتاسپ بھی
بغلگیر ہو کر بفرط خوشی
کیا آفریں اور کی یہ دعا
کہ عالم ستاں رہیو صبح و مسا
کیا ایک ترتیب جشن نشاط
پئے جام مے از رہ انبساط
اسے ہاتھ سے اپنے بھر کر دئے
کئی آپ بھی بادشہ نے پئے
کہا شہ نے پھر کر کے اے پہلواں
بیاں کر ذرا قصۂ ہفت خواں
کیا کشتہ جس طرح ارجاسپ کو
تو کر مجھ سے تا دل مرا شاد ہو
وہ بولا کہ ہمدم ہوں شہ شراب
کہوں میں کیا اے شاہ گردوں جناب
کہ گفتار مستاں ہیں بے اعتبار
سحرگاہ مفصل کروں آشکار
جہاندار گشتاسپ وقت دگر
سر تخت زریں ہوا جلوہ گر
برابر تھا کرسی پہ اسفندیار
جواں نے حضور شہ نامدار
مفصل کہا قصۂ ہفت خواں
کیا ماجرا جنگ کا سب بیاں
بظاہر ہوا خوش شہ ارجمند
ولیکن ہوا دل میں اندیشہ مند
نہ پھر کچھ دیا اسکو دیہیم و تخت
کہ تھا شاہ کو اس سے وسواس سخت
جو دیکھی یہ بے مہری شہریار
ہوا خستہ آزردہ اسفندیار
گیا پاس جو تھی مادر مہرباں
حضور اسکے جا کر یہ بولا جواں

کہ بیٹے کیا قتل ارجاسپ کو
بفرمان شاہنشہ نامجو

گرفتار تھیں انکی واں خواہران
رہا کرکے لایا میں انکو یہاں

اٹھائی بہت محنت و رنج سخت
کہ تا شاہ بخشے مجھے تاج و تخت

پر ایفائے وعدہ میں باقی قصور
تو کہ جاکے انصاف سے ہے یہ دور

کتایون نے بیٹے کے از روئے پند
کہا یوں کہ اے سرور ارجمند

تو یہ بات ہرگز خدا ہے نہ لا
کہ ہو بدگماں شاہ کشور کشا

کیا واکے پھر گرفتار بند
روا رکھے پھر شاہ تجھ پر گزند

پدر کے ہے تارک پہ تاج شہی
ولے فی الحقیقت ہے تجھکو شہی

کہ محکوم ہیں تیرے سوار فوج
تو ہے صاحب حکم و سالار فوج

نہ کر اضطراب اے یل بے نظیر
کہ آخر ہوا شاہ گشتاسپ پیر

کریگا تو شاہی پس مرگ شاہ
کہ ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

خوش آئی نہ پند یہ اسے زینہار
اٹھا ہو کے دلگیر اسفندیار

کہا ایک دن وقت مستی مے
کہ ساری خدائی کو معلوم ہے

کیا قتل دشمن کو اے بادشاہ
رکھا میں نے ناموس تیرا نگاہ

جو کچھ کام اس جانفشاں نے کیا
نہ ہرگز کسی پہلواں نے کیا

ولے حیف ایفائے وعدہ ہنوز
نہ تو نے کیا اے شہ نیک روز

بظاہر یہ کچھ تھی پہلوان
ہوا وہیں مصروف شاہ جہاں

ولے دل میں ناخوش ہو شہریار
یہ گفتار آئی بہت ناگوار

طلب کرکے جاماسپ کو اپنے پاس
کہا یوں کہ اے مرد اختر شناس

ذرا دیکھ احوال اسفندیار
تو کر مجھسے راز فلک آشکار

کہے کس طرح مرگ اسفندیار
یہ سنکر خردمند نے ایکبار

نظر کر سوئے گردش مہر و ماہ
کہا یوں کہ اے شاہ گیتی پناہ

زبردست ہے مرد اسفندیار
کسی کو نہیں طاقت زینہار

جہاں میں ظفرمند و فیروز ہو
مسخر کرے ہفت اقلیم کو

ولے پہلواں رستم نامدار
کرے گا اسے کشتہ انجام کار

ہوا شاہ شاداں یہ سنکر سخن
وہیں ایک ترتیب کی انجمن

بہت کرکے تعریف اسفندیار
لگا کہنے اس سے کہ اے نامدار

مبارک تجھے تخت و تاج شہی
کہ زیبا ہے تجھکو کلاہ شہی

یہ کہکر لیوے سران سپاہ
نگاہ کرکے بولا شہ دین پناہ

کہ کشتہ ہوا شاہ لہراسپ جب
ہوئیں دختران و زناں شاد سب

کہا بیٹے یہ رستم گرد کو
کہ اب چلکے میرا مددگار ہو

نہ آیا میرے ساتھ ہرگز ادہر
نہ لی اتنی مدت میں میری خبر

اطاعت سے پھیرا ہے سر آنجناب
یہ کہتا ہے نخوت سے ہر روز و شب

کہ ہے کابل و زابل و نیمروز
عطا کردہ خسرو خصم سوز

تہمتن ہے قصہ لیل و نہار
ثنا گوئے کیخسرو نامدار

براہ اطاعت وہ آتا نہیں
مجھے کچھ بھی خاطر میں لاتا نہیں

مے سے لیں کینہ ہے اس بات کا
نہایت تردد ہے صبح و مسا

مناسب ہے اب یہ کہ اسفندیار
کرے رستم گرد سے کارزار

جواں سے کہا شاہ نے بعد ازاں
کہ ارجاسپ کے لشکر سو سیستاں

تہمتن کو یا کشتہ کر یا اسیر
تو پھر آکے لے مجھ سے تاج سریر

وہ بولا کہ میں پہلے اے بادشاہ
ہوا شاہ ارجاسپ سے کینہ خواہ

شہ چیں کو وقت وغا دی شکست
لیا ملک یکسر اسے کرکے پست

عوض اسکے گر زم کو کینے سے آہ
کیا قید مجھکو بحال تباہ

کیا کشتہ بیٹے ارجاسپ کو
کہ شاداں ہو شاہنشہ نامجو

کہوں قصہ ہفتخواں یاد کر
تو پھر راست ہوں میرے تن پر سر

وہ گرگان جنگی وہ شیر ژیاں
وہ کافر بلا اژدہا ہے دہاں

زن پیر جادو وہ غول سیاہ
کئے کشتے بیٹے بفضل الٰہ

وہ سیمرغ آیا جو بہر ستیز
تو کھینچا اسے بھی تہ تیغ تیز

وہ سختی سرما وہ باران برف
وہ طغیانی و جوش دریائے ژرف

کروں گر بیاں میں تو ہو بیدرنگ
رواں قتل کر ڈالے خارہ سنگ

گذر تھا جہاں سخت میں واں گیا
شہنشاہ کا حکم لایا بجا

بہانے کو مت کام فرما شتاب
رہ لطف سے کیجیے کامیاب

کہ جہاں سے پھرتے نہیں نہنگ
شہان فلک قدر عالی وقار

بھلا روح میں تو نے شاہنشہا
کیا کشت اک گرگ و اک اژدہا

حوالے کیا پھر تجھے تخت و تاج
پدر نے تجھے از سر ابتہاج

کیئے بیٹے اب کارہائے کلاں
ملائے تہ خاک خون دشمناں

اگر میں کروں فخر شایستہ ہے
بزرگی مجھے آج بائستہ ہے

مناسب ہے بابا و لائق تجھے
کہ اورنگ و دیہیم دیدے مجھے

شہنشاہ نے پھر یہ پاسخ دیا
کہ گفتار تیری ہے یکسر بجا

ولے سخت غم ہے کہ ہر صبح و شام
کہ کاووس خسرو کے آگے مدام

کمر بستہ حاضر تھے چوں بندگاں
یل زال اور رستم پہلواں

اور اب سرکشی ہم سے کی اختیار
نہیں حکم لائے بجا زینہار

بڑا حیف ہے سخت ہے عار و ننگ
کہ ہو نامور تو فیروز جنگ

نہ آئے آگے سلام شام و سحر
کریں سرکشی رستم و زال زر

تصرف میں با نصف ایران کہیں
سر بر خلافت کا دعوی کریں

لگا کہنے یوں گرد آفاق گیر
کہ دیجیے مجھے آپ تاج و سریر

شہا بندہ ہوں پھر سوئے سیستاں
کروں جنگ رستم سے میں بیگماں

وہ بولا کہ تیرا ہے دیہیم و تخت
نہ بد دل ہو اے سرو نیک بخت

شتاباں ہو تو لیکے گنج و سپاہ
تہمتن سے ہو جا کے اب رزمخواہ

گرفتار کر رستم و زال کو
تصرف میں لا ملک اور مال کو

زوارہ فرامرز کو بھی نہ چھوڑ
بد اندیش کے سر کو جلد ہی توڑ

نہ رکھ بد سگالاں کا نام و نشاں
نہ ہو پھر کوئی کینہ آور وہاں

نہیں چاہیئے اندیشہ کچھ زینہار
کہ تو ہے جہاں میں یل نامدار

کیا ہفتخواں فتح تونے تمام
بلند اس جہاں میں ہوا تیرا نام

کیا قتل ارجاسپ کو روز جنگ
وتر سو میں آخر لیا بیدرنگ

نہیں تاب رستم جو ہو ہم نبرد
تو ہے شیر کش گرد ہو شیر مرد

کریگا تو اکدم میں اسکو اسیر
تجھے پھر میں دونگا یہ تاج و سریر

قسم زندہ استا کی اے پیلتن
کہ ہو جانشین زینہار پیمان شکن

دلاور جہاں نے دیا یہ جواب
کہ رستم کو ہرگز نہیں ہے یہ تاب

جو کچھ سر کرے آگے بید نہیں جنگ
کرو میں نہیں یوں اسکو بس بیدرنگ

یہاں کا لئے تربیت کر رہے
ہمارے بزرگوں کا پروردہ ہے

سنا ہے کہ رستم یل نامدار
رہا یاں شب و روز خدمتگزار

بہت اسنے کار نمایاں کئے
زبوں نامداران توراں کئے

نہ ایرانیاں کھینچتے رنج سخت
تہمتن نہ کرتا اگر کار سخت

ہزاروں تھے نزدیک یزداں پاک
کر ایسے دلاور کو کیجے ہلاک

مخالف ترا تھا اگر پور زال
تو مہماں ہوا کیوں تو اسکا وبال

مگر تجھ کو اندیشہ کچھ اور ہے
بھلا یہ بھی شاہا کوئی طور ہے

تجھے بھیجتا ہے سوئے سیستاں
ترے حق میں ہے بد سگالی نہاں

نہیں خوب شاہا ہوئے پیماں شکست
یہ بہتر کہ شہ قول کا ہو درست

بہ گشتاسپ بولا کہ سن اے جواں
بلا سے اگر رستم پہلواں

بزرگوں کی خدمت میں حاضر رہا
نہ کوئی مرے ساتھ اسنے کیا

دلاور میاں عذر لے نامور
تمہارے افسر و اورنگ ہو گر

رہی سیستاں لے بفوج گراں
گرفتار رستم کو کر جا کے واں

پیادہ اسے لا یہاں کرکے بند
پڑی ہاتھ گردنمیں اسکی کمند

کہ عبرت ہو اوروں کو پھر زینہار
نہ کوئی کرے سرکشی اختیار

وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں
بہانہ تو کرتا ہے بس بیگماں

یہ مقصد ہے تیرا کہ ہو اسنے دور
رہوں میں نہ زینہار تیرے حضور

مبارک یہ اورنگ و افسر تجھے
جہاں ہے بس ایک گوشہ مجھے

یہ کہہ کر جواں ہو گئے چیں بجبیں
شتاباں ہوا سوئے خانہ وہیں

لگا کہنے جاماسپ سے شہریار
کہ جا زود تو اسفندیار

خبر لا کہ اس کا ارادہ ہے کیا
یہ سنکر وہ دستور دانا گیا

ہوا جا کے جب پاس وہ پیماں سگال
وہ بولا کہ اے مرد فرخ خصال

مگر کچھ مصلحت ہو وہ مجھ کو بتا
خردمند نے تب یہ پاسخ دیا

بجا لا شاہی سے حکم پدر
نہ سر کھینچ زنہار اے نامور

وہ بولا کہ بہتر بفرمان شاہ
سوئے سیستاں ہوں گا وقت پگاہ

حضور شہنشاہ کشورستاں
کیا جاکے جاماسپ نے یہ بیاں

کمر جنگ پر ہے روئیں تن اسفندیار
بجنگ یل رستم نامدار

ہوا شاد وہاں شاہ گردوں جناب
گیا ہے وہ پیش [illegible]

وہیں رستم گرد کو لیگیا
وہاں جاکے رستم سے کہنے لگا

یہ ہے حکم گشتاسپ شاہ دلیر
کہ رستم کو لے آ تو کرکے اسیر

بس اب تو بھی راضی ہو اس بات پر
کہ واں لیچلوں تجھکو پابند کر

پہنچ کر حضور شہ کامگار
کروں میں رہا تجھکو اے نامدار

نہ اکرم رکھے شاہ گرفتار بند
نہ پہنچائے ہرگز تجھے کچھ گزند

رہا سنکے خاموش وہ پہلواں
کہا پھر سپہدار نے یوں بیاں

کہ راضی نہیں ہو اگر بند پر
تو بس ہوکے رخصت تو جا اپنے گھر

یہ لایا زباں پر یل پیلتن
کہ یکبار اے سرور انجمن

بسان شہنشاہ فرخندہ خو
مرے گھر تو مہماں ذرا چلکے ہو

جو کچھ مجھ سے فرمائے تو بے ازاں
بجا لاؤں فرماں ترا اے جواں

وہ بولا کہ آیا تھا یاں شہریار
بطور دگر اے ستودہ شعار

ولیکن میں آیا بعزم دگر
بھلا کیوں کہ مہماں ہوں آپکے گھر

اگر میرے فرماں سی پھر جائے تو
سر جنگ اندر روئے کیں آئے تو

تو میں کس طرح کھاکے نان و نمک
کروں تجھسے پیکار زیر فلک

تجھے بند کرکے نہ لیجاؤں گر
تو کیا قدر پاؤں حضور پدر

وہ بولا کہ زنہار میں بھی یہاں
نہ کھاؤنگا اب اے سپہدار ناں

سپہدار نے پھر دیا یہ جواب
کہ پی اور دے مجھکو صہبائے ناب

طلب کرکے پھر جام و مینا وہیں
کئے نوش باہم کئی ساتگیں

تہمتن یہ بولا کہ رخصت ہوں اب
کہوں زال سے جاکے احوال سب

جو کچھ مصلحت دے مجھے زال زر
گزارش کروں میں یہاں آنکر

جواں نے کہا ہوں کہ آنا شتاب
بیاں بھیجنا صاف ورنہ جواب

سوئے خانہ رستم جو رخصت ہوا
تو پشوتن نے اندیشہ اسدم کیا

کہا اے سپہدار آفاق گیر
کیا کیوں نہ رستم کو تو نے اسیر

نہایت زبوں گشت بیچا کیا
کہ دشمن کو یوں اپنے جانے دیا

لگا کہنے اس سے یہ اسفندیار
کہ پھر آوے گا رستم نامدار

لگا کہنے پشوتن کہ اے شیر گیر
زبردست ہے وہ سوار دلیر

بیاں مصلحت ہو کہ اے نامدار
نہ ساتھ اسکے ہو زنجیر زنہار

مبادا اگر پھر کار دشوار ہو
بنے دگر دور دشوار ہو

ہوا اس سخن سے وہ اندیشہ مند
گیا سوچ میں سرور ارجمند

گیا رستم گرد جب اپنے گھر
یہ قصہ کہا زال سے سربسر

کہا زال نے یوں کہ اے نامدار
ملک زادہ اپنا ہے اسفندیار

سحر اسکی خدمت میں پھر جائیو
نہ وسواس دل میں ذرا لائیو

بسوئے سپہدار عالی گہر
شتاباں ہوا گرد روز دگر

اسے لیگیا آکے اسفندیار
کیا خوب رستم کا عز و وقار

وہ بولا کہ ہے منتظر زال زر
قدم رنجہ فرما تو اے نامور

کیا اس نے انکار اور یوں کہا
کہ اے پہلواں یاں سے آپ ہی نہ جا

لئے ساتھ پیش شہ ارجمند
رواں ہو تو ہو کر اسیر کمند

کہا اس نے اے گرد فرخ شیم
تو رکھ مجھ پہ مصروف لطف و کرم

کہ ہیں کام تیرے بہت آؤنگا
سدا تیری خدمت بجا لاؤنگا

کئے میں نے کارنمایاں مدام
کئے پست گردان توران تمام

جہاں میں سرافراز گرداں ہو تمہیں
نگہدار شاہان ایراں ہو تمہیں

کیا دشمنوں سے جہاں میں نے پاک
کیا سرکشان جہاں کو ہلاک

مروت سے کرتا ہوں اب انکسار
نہیں ورنہ تجھ سے خطر زینہار

یل پیلتن سے یہ سنکر سخن
ہوا خشمگیں سرور انجمن

یہ جانا ز روئے غضب بیدریغ
تہمتن پہ کھینچے رہا زخم تیغ

ولیکن تحمل کیا اور ہنسا
یہ سنکر تہمتن سے کہنے لگا

شفقت بہت تو نے کی بیشتر
پس آرام سے بیٹھے نوش کر

کہا پھر سے دست چپ بیٹھ تو
یہ سنکر لگا کہنے اے نامجو

[illegible] بہت بیٹھے [illegible]
یہ کہکر گیا بیٹھ بے رنج و غم

ہوا پھر سپہدار چیں بر جبیں
خفا ہو کے رستم سے بولا وہیں

[illegible] لے رستم نامور
کہ ہے نسل سے جبکہ زال زر

سیہ چہرہ و چہرہ موئے سفید
ہوا دیکھ کر سام اسے ناامید

نکالا زال کو [illegible] ایوان میں
وہیں چھوڑ آیا بیابان میں

کہ کھا جائیں اسکو [illegible]
ہوا ایک سیمرغ کا واں گذر

جو ناپاک و بدشکل دیکھا اُسے
تو سیمرغ نے بھی نہ کھایا اُسے
وہیں پاس بچوں کے وہ لیگیا
کھلاتا تھا مردار صبح و مسا

وہ مردار کھا کر ہوا جب کلاں
تب آیا وہ پھر جانب سیستاں
پسر ایک بھی سام رکھتا نہ تھا
اُسے لاجرم پھر پذیرا کیا

بزرگوں کی میرے جو کی چاکری
تو حاصل ہوا رتبہ سروری
تو پیدا ہوا زال سو بعد ازاں
کہ اب فخر کرتا ہے اتنا یہاں

یہ سنکر ہوا تند وہ پیلتن
زباں پر یہ تندی سے لایا سخن
کہ حرف پراگندہ و ناسزا
تو زنہار اپنی زباں پر نہ لا

نہیں ہے یہ گفتار سے نامور
سزاوار شاہان عالی گہر
تو ہے طفل بے عقل ناداں ابھی
نہیں تجھ کو زنہار کچھ آگہی

بزرگاں تھے واقف تیرے سربسر
اور آگاہ ہے خوب تیرا پدر
کہ ہے پشت سے سام کی گرد زال
نریمان تھا سام فرخ خصال

بزرگان جنگی تھا ہوشنگ سے
زبوں شیر نر جس کی تھا جنگ سے
سمجھ لے سپہدار انجم حشم
کہ ہیں یعنی یک جدی تم اور ہم

مری ماں بھی تھی دخت مہراب شاہ
خداوند تمکین و اعزاز و جاہ
کہ ضحاک تھا اُس کا پنجم پسر
جہانگیر شاہنشہ نامور

دلیران ایراں نے ہر چند بار
کیا چاہتے تھے مجھے شہریار
یہ کہتے تھے رکھ سر پہ تاج مہی
تو کر ملک ایراں میں شاہنشہی

پذیرا نہ زنہار میں نے کیا
نہ خواہاں ہوا افسر و تخت کا
وگرنہ پہنچتی تمہیں کب شہی
میسر نہ آتی یہ فرماندہی

دلیری پہ اپنی نہ مغرور ہو
کیا تو نے بس کشتہ ارجاسپ کو
تو مانند میرے دلاور نہیں
دلیری و گردی میں ہمسر نہیں

کبھی شاہ کھینچے نہ تیغ تیز
کیا قتل دیووں کو وقت ستیز
شکستہ کیا میں نے وہ ہفتخواں
نہ گنڈے جہاں فیل و شیر ژیاں

وہ دیو سپید اور اکوان دیو
کہ تھا گرد عالم میں جنکا غریو
لگے وہ دم میں تہ خون و خاک
کیا شاہ مازندراں کو ہلاک

چھوڑایا شہنشاہ کاؤس کو
ایل گیو و گستہم اور طوس کو
سپہدار توراں تھا افراسیاب
کسی کو نہ تھی جنگ کی جسکی تاب

کئی بار وہ میں نے اسکو شکست
گیا پیش اُسکا نہ کچھ زور دست
کیا میں نے خاقان چیں کو اسیر
مری تیغ براں ہے آفاق گیر

ہنر کر جنگجوئی جو کچھ ہے تمیز
نہ کھو رائگاں اپنی جان عزیز
سپہدار جنگ آور کینہ جو
ہوا پر غضب سنکے اس بات کو

یہ چاہے تھا اُس دم کہ ان بے دریغ
تہمتن کو کھینچے اب زیر تیغ
ولیکن یہ سوچا ہے مہماں
یہ گرداب ہے یعنی آیا یہاں

ستمگر روا رکھئے مہمان پر
تو لطف و مروت سے ہو دور تر
یہ بولا کہ بیٹے کیے جرم نرم
تو کیوں مثل آتش کی ہوتا ہے گرم

فلک گرچہ رتبہ ہے تو لیکن اسے
پرستندہ بادشاہان کے
جو کی بندگی تو نے شام و پگاہ
تو حاصل ہوا تجھ کو یہ عز و جاہ

تو کرتا رہا روز و شب چاکری
لقب جنکی تھی بلکہ پیغمبری
کہ ایران سے تا روم و توران و چین
مروج کیا تازہ آئین و دین

کیا ایک عالم کو آتش پرست
کیا میں نے گردن فراز و نگوست
لباس و زر و سیم ہے نامدار
نہ تھا حصن مازندراں استوار

غضب پر بلا تھا سر ہفتخواں
کہاں ہفت در تھا ترا ہفتخواں
و ہلوائے ہفتخواں دہ ہزار
گئے تھے تیرے ساتھ جنگی سوار

مراداں نہ کوئی مددگار تھا
فقط رخش و گرز گراں بار تھا
وہ دیوان خونخوار جنگ آوراں
کئے میں نے کشتہ تنہا وہاں

تھے ساتھ ہمرہ گروہ ہزار
دلیران جنگی و مردان کار
نہ ساتھ اُنکے ہوتی تجھے تاب جنگ
گریزندہ ہوتا تو لیس بے درنگ

کروں کیا میں اپنی زباں سے بیاں
کہ ہے اس حقیقت سے واقف جہاں
کہ بیجن و میلاد گستہم نے جب
رکھا سر پہ لہراسپ کے تاج جب

دلیراں نہ ہرگز رضامند تھے
بزرگان ایراں نہ خورسند تھے
یہی تھی تمنا سب خورد و کلاں
فراہم ہو بادشاہ جہاں

وہی میں نے معقول سب کو کیا
نہ زنہار پرخاش اُنہنے دیا
ہوئے جبکہ ہم یاور اے نامدار
ہوا شاہ لہراسپ تب شہریار

پیادہ ہوا آپ مانند شیر / کیا بہر جنگ آزمائی دلیر
یہ چاہے تھا اسفندیار جواں / زوارہ سے ہوئے ستیزہ کناں
کہ رکھتا ہوں پھر عزم پیکار میں / نہیں تجھسے کچھ دست بردار میں
کہ احوال معلوم ہے سب ترا / سراپا ہے زخمی بدن اب ترا
وہ بولا کہ جاری ہے گر تن سے خون / ولیکن نہیں تن ہوا کچھ زبون
غرض رزمگہ سے وہ جنگ آوران / ہوئے شام کو سوئے خانہ روان
کیا اسکے تابوت کو پھر رواں / سوئے شاہ گشتاسپ کیہاں ستاں
ولیکن یہ تھا ماجرا آپ کا / خدا جانے کیا پیش کل آئیگا
سرشتہ اسکی ہوا آہن سنگ سے / مجھے اسکے اندیشہ ہے جنگ سے
ولیکن نہ کوئی ہوا کارگر / کسی سے نہ عاجز ہوا نامور
یقین ہے کہ جانبر نہو وقت شب / سیاوالے ہے زندہ گر ہو غضب
گیا جبکہ ایوان میں نزدیک زال / اور اسکے تہمتن کا دیکھا جو حال
کہا یہ کہ ہنگام بھی یہ غم / ہمارے نصیبوں میں تھا ہی ستم
کیا بستہ زخموں کو مرہم لگا / تہمتن نے پھر زال سے یوں کہا
قوی بازو سخت ہے زورمند / تنومند مانند نخل بلند
میرا تیر سنداں سے کرتا گذر / نہ ہرگز ہوا اسپر کچھ کارگر
اگر زور کرتا میں کہسار پر / تو پر کندہ کرتا اسے اے پدر
نہ وہ جنگ جو پشت زیں سے ہلا / کہوں کیا کہ اس قوت زور کا
ہوئی جنگ موقوف ہنگام شام / وگرنہ میرا کام کرتا تمام
کہ پھر ہاتھ آوے نہ میرا نشاں / کرے جستجو گرچہ جنگی جواں
تو پھر آکے ایوان میں اسفندیار / کرے ہمکو یکسر گرفتار و خوار
جو ہوتا یہاں آج وہ شیر مرد / تو بدخواہ کے ساتھ کرتا نبرد
بلاؤں میں ناچار سیمرغ کو / ترے واسطے اس سے ہو چارہ جو
تو پر کو میرے تو جلا ضرور / کہ فی الفور پہونچیگا تیرے حضور
تو سیمرغ حاضر ہوا آن کر / گذارش کیا یوں کہ اے زال زر
سمجھکر کہ ہے سخت اسفندیار / ہوا اسکے پرخاش کا خواستگار
ہوئی گرم پیکار انجام کار / بہم رستم گرد و اسفندیار

کہا یوں کہ اے گرد اسفندیار / ترے ساتھ کرتا ہوں میں کارزار
کہ اتنے میں رستم نے اس سے کہا / زوارہ سے مت ہو شیر آزما
مجھے کیا تصور کیا تونے اب / تہمتن سے بولا سپہدار تب
اگر اب بھی راضی ہو تو بند پر / تو بہتر ہے رستم نامور
ہوا روز آخر اب اے نامور / کروں جنگ تجھسے میں وقت سحر
ہوا غم سے بیٹے کے اسفندیار / نہایت پریشان دل بے قرار
لکھا یوں کہ اے خسرو پاک دین / ترے حکم سے مجھکو چارہ نہیں
پشوتن سے کہنے لگا بعد ازاں / کہ آدم نہیں رستم پہلواں
بہت زخم شمشیر و گرز گراں / رہا بیٹے اسپر کیے بیچواں
کیا تیر سے اسکو آخر زبوں / ہوا جوشن کالبد غرق خوں
ادھر تھا تردد میں اسفندیار / ادھر پہلواں رستم نامدار
کہ مجروح و خستہ ہے سرتاپا / جراحت پہ اسکے تاسف کیا
برادر پدر اور پور زن / لگے رونے سب مردم انجمن
سر رو ئیں تن اسفندیار دلیر / مقابل نہیں ہے جسکے شیر
بری تیغ براں تھی شگاف / سنا تو ٹوٹی تھی دل کوہ قاف
نہ مغلوب آیا پہ اندیش ہائے / نہ کچھ زور بازو کیا پیش ہائے
پکڑ کر کمر بند اسفندیار / کیا زور ہر چند پر زینہار
کوئی دیو ہوا اور کوئی جنگی سوار / کہیں ہیں نے دیکھا نہیں [illegible]
لبی اب تاب پیکار مجھکو نہیں / نکل جاؤں ناچار یاں سے کہیں
کہا زال زر نے یہ سنکر سخن / اگر تو نکل جائے اے پیلتن
کروں کیا کہ ہے اندلوں سکھ خور / یل نامور بر شدہ پیل زور
نہیں اسقدر فرصت ای بی ادب / کہ اس پہلواں کو کروں یاں طلب
کیا اسنے وعدہ یہ مجھسے کہاں / کہ پیش آوے مشکل کوئی ناگہاں
بلندی پہ گر آتش افروختہ / جو سیمرغ کا پر کیا سوختہ
مجھے کس لئے اکیلا تونے یاد / وہ بولا کہ اے مرغ فرخ نہاد
نہ ہارا اس سے ہمنے کیا مشتہر / نہ آیا سر رستم و دم کینہ ور
ہوا رستم و رخش مجروح ریش / بلا وقت پیری کی آئی ہے پیش

یہ سیمرغ بولا کہ ہے کیا خطر — کروں چارہ اسکا میں اب دو تر
طلب رخش و رستم کو کرکے وہاں — یہ دیکھا تو ہے خون بہے فراوان

پیا خون کو اوسکے لپٹنے پر — بہے زخم اچھے وہیں سر بسر
ہوا رستم و رخش پھر تندرست — توانا و زور آور و چاق و چست

لگا کہنے سیمرغ سے نام جو — کہ اے شاہ مرغاں مددگار ہو
یقیں ہے اگر تو مرا ہوئے یار — تو ہوئے زبوں گرد اسفندیار

وہ بولا کہ ہے وہ یل ارجمند — توانا و گردن کش و زورمند
مجھے اور تجھے ہے یہ قدرت کہاں — کہ ہوں ساتھ اسکے تیز کماں

سے ہفت خواں یہ جواں جب گیا — مراجعت داں ایک سیمرغ تھا
مقابل ہو ساتھ اسکے آکر ہوا — تو سیمرغ ہرگز نہ جانبر ہوا

تو گر اس جواں سے ہے دور تر — تو بہتر ہے اے رستم نامور
یہ سنکر ہوا زال گریہ کناں — کہا یوں کہ گر رستم پہلواں

کہیں جو ورجائے تو اسفندیار — کریگا ہمیں اندر کار سخت خوار
بتا کوئی تدبیر بہر خدا — کہ دام غم و رنج سے ہو رہا

وہ بولا کہ اے رستم نامدار — مرے ساتھ چل رخش پر ہو سوار
گذر کرکے دریا سے پر رنج و غم — گئے اک بیاباں میں دونوں بہم

غرض منتظر اک بیاباں میں تھا — شجر یہ سیمرغ نے یوں کہا
کہ ایک شاخ لیجا اب تو توڑ کر — اسے راستہ کرکے تو آگ پر

بتا اسکا ذاکر و شاخ خدنگ — سحر جلکے میداں میں ہو گرم جنگ
پھر اس تیر کو لے یل نامدار — رہا کر سوئے چشم اسفندیار

کرے جو کوئی کشتہ اس مرد کو — وہ رنج و بلا سے رہا پھر نہ ہو
نہیں خوب ہے قتل اسفندیار — خرابی ہے قاتل کی انجام کار

ولے کور کرنے سے اسکے ضرر — نہ پہونچے ذرا شوق سو کور کر
یہ خاصیت اس چوب کی ہے کہ ہاں — تباہ ہو ناوک فگن کی جہاں

وہاں پھرے بیٹھے پر حکم خدا — یہ سنکر ہوا خوش وہ زور آزما
پھر آئے وہ دونوں ہیں پیش زال — ہوا زال مسرور شاداں کمال

وہ سیمرغ رخصت ہوا بعد ازاں — گیا سیستاں سوئے آشیاں
جو اندر رستم نے پھر بیدرنگ — مرتب کیا ایک وہ شاخ خدنگ

لگائے دو پیکان زہر آب کار — ہوا فتح و نصرت کا امیدوار
نہ تاباں ہوا تھا ہنوز آفتاب — حریف جفا کیش تھا گرم خواب

کہ میداں میں آیا سوار دلیر — یل نامور رستم شیر گیر
ہوا نعرہ زن مثل پیل دماں — کہ اے مرد اسفندیار جواں

ذرا خواب نوشیں سے بیدار ہو — کہ آیا پھر اب رستم جنگجو
اٹھا سنکے آواز اسفندیار — پشوتن سے بولا کہ اے نامدار

ہوے دل میں تھا وقت شب یہ گماں — کہ جانبر نہ ہوئے گا یہ پہلواں
کہوں کیا میں کاری تھا زخم تیر — تعجب کہ ہے ہوشمند دلیر

نداوی کہ احوال اسکا ہے کیا — مگر اس نے زخموں کو بستہ کیا
وہی رخش ہے یا کہ رخش دگر — شتابی سے اب جلد لا یہ خبر

بسوی تہمتن پشوتن گیا — تو رستم یہ بولا کہ دیکھے سے کیا
[illegible] — کہ ہر زخم کی [illegible] چارہ ساز

سوا اسکے اک زخم کاری تھا — پشوتن نے آکر جواں سے کہا
کہ وہ بیدونے سے چاق ہے پہلواں — ہوا تھا تو کل خستہ اے ناتواں

دلیری سے اسکے مجھے ہے خطر — مناسب ہے اب [illegible] نامور
تو یہ چاقی تو دل سے [illegible] — تہمتن کے ساتھ آشتی ہو ضرور

خطا ہو پشوتن پہ اسفندیار — [illegible] نہیں پھر کر سوار
تہمتن سے بولا کہ اے پہلواں — ہوا تھا تو کل خستہ و ناتواں

نہیں زخم کا اب اثر زینہار — ترا باپ شاید کہ ہے سحر کار
کیا اس نے جادو سے پھر تندرست — کہ آیا تو میداں میں پھر چاق چست

مجھے آج خستہ کروں اسقدر — کہ ہوا تو صد گر زال [illegible]
وہ بولا کہ جی میں نہ رکھ یہ ہوس — اٹھا یہ خیال اپنے دل سے تو بس

مجھے چشم پر لے یل نامور — تو ہر گز کرے تیر [illegible] اثر
کرو [illegible] کشتہ انجام کا — [illegible]

کرو مت رزم جو ہو سر صلح آ — تو [illegible] سر لطف [illegible] خطا
[illegible] — [illegible]

کیا باپ کو تو نے اسکے ہلاک
دل اسکا نہ ہووے گا کینہ سے پاک

برادر بھی اسکے ہوئے قتل مرد
عجب کیا جو وہ تجھ سے ہو نام برد

مناسب تھی تربیت اسکی بادل
کہ بدخواہ اپنا ہے یہ بیگماں

زوارہ کو رستم نے پاسخ دیا
کہ لادیں وصیت دکھیو تم بجا

یہ سنتے ہی حضور شہ نامدار
کیا لیکے تابوت اسفندیار

جہانشاہ گشتاسپ نالہ کناں
لگیں کہنے رو رو کے یوں حالہاں

نہ رستم ہی پھر غم نے زال زر
کہ شادم ہی تو پورا کیا اسنے پدر

زوارہ کے جان بسر پر ستم
عجب ہے یہ پھر تجھکو بندہ وہ غم

تھا حالت ہی بادشاہ سرفرو
کہ نفرت تھی ہر سمت سے شاہ کو

پشیماں ہوا شاہ عالی تبار
کیا نعش کو دفن انجام کار

لکھا نامہ رستم نے پھر شاہ کو
کہ ہوں بھیجتا اے شہ نام جو

حضور سپہدار اسفندیار
کیا بھیجے چل بندگاں نکسار

بہت اسکو دیتا تھا میں گنج و زر
یہ کہتا تھا ہردم اے نامور

پہلوں پیش سلطان کشور کشا
نہ ہرگز جواں نے پذیرا کیا

نہیں چارہ تقدیر سے زینہار
ہوا وہ جو ہونا تھا انجام کار

کیا تربیت پور کو اسکے اب
ہنر اور آداب سکھلائے سب

جو کچھ حکم ہو اسکو لاؤں بجا
کہ ہوں بندہ شاہ کشور کشا

جو نامہ پڑھا شاہ نے سربسر
تو سنتے ہی کہنے لگا تاجور

کہ یہ ماجرا کر مفصل بیاں
وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں

تہمتن سے اس ہے بیخطا
درست و بجا ہے جو اس نے لکھا

اسے پند کی میں نے بھی چند بار
اثر کچھ نہ ہرگز ہوا زینہار

نہ آیا وہ ہرگز جہالت سے باز
لگا کہنے پھر شاہ گردن فراز

اجل نے اسے سخت جاہل کیا
یہ کہکر تہمتن کو نامہ لکھا

کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامدار
نہیں تیری تقصیر کچھ زینہار

یہاں آیو جب کر بہمن طلب
روانہ کرو تہمتن با ادب

تہمتن نے بہمن کو باصد وقار
روانہ کیا سوئے ایران دیار

ہوا دیکھ کر شاہ فرماں روا
و بعد بہمن کو شہ نے کیا

یہ قصہ تو میں کر چکا اب بیاں
شغاد لعیں کی کہوں داستاں

تولد شدن شغاد پسر زال از بطن کنیزک و کشتہ شدن رستم از دست او و خرابی خانماں

لکھی ہے بہ نظم فردوسی بے نظیر
کہ آزاد سرو ایک تھا مرد پیر

یہ کہتا تھا وہ پیر مرد سترگ
کہ سام و نریماں تھے جبکہ بزرگ

اسے قصہ خسرواں یاد تھا
کہا اس نے مجھ سے یہی ماجرا

کہ رستم سے اسفندیار جواں
ہوا اس طرح سے ستیزہ کناں

کہی بعد ازاں داستان شغاد
کہ تھی ہمدم زاد کو خوب یاد

پھر اس قصہ کو نظم میں نے کیا
غرض اس طرح سے ہے یہ ماجرا

کہ زال اک کنیزک پہ مائل ہوا
اور اک اس سے فرزند حاصل ہوا

رکھا زال نے نام اس کا شغاد
منجم یہ بولا کہ اے خوش نہاد

یہ طفل ہمایوں نہیں جب ہو جواں
کرے خانماں سب تبہ بیگماں

مناجات کی زال نے وہیں
کہ یا کردگار جہاں الغرض

بدی اسکی طبیعت سے ہو دور تر
بسے نیک تو ہر ماہ و پر

ہوا جب الغرض جب وہ جواں
کیا زال نے اسکو کابل رواں

واں کا جو تھا شاہ نیکو سیر
قرابت وہ رکھتا تھا با زال زر

ہوا جبکہ کابل میں داخل شغاد
تو اس شاہ نے پھر بصد عز و داد

اسے ایک ہی دختر دلستاں
کیا کتخدا اس کو با عز و شاں

عدو دل سے رستم کا کینہ خواہ
سدا الغرض جیسے تھا کابل کا شاہ

سپہدار کابل سے بولا شغاد
کرے بادشاہ خجستہ نہاد

ہوا ہے تہمتن سے ناشاد اب
نہ آئی اسے شرم ہے یہ عجب

قرابت پہ میری نہ کی کچھ نظر
ستاتا اسے بس کرم کیا سربسر

یہ جی میں ہے رستم سے لوں کینہ خواہ
کروں قتل اسکو بجان تباہ

[illegible] اب تا
کرے قتل کی تدبیر کیا

کہا اسنے ہاں اے شہ نیک زاد
دل آزردہ ہوں میں بھی اس کے [illegible]

دوبارہ کے اور رستم گرد کے ڈوبلک گیا استخواں دشت بھی کیے دفن زابل میں جا کر وہیں پھر آیا وہ کابل میں رو کے کہیں
ہوا گرم پیکار کابل کا شاہ ہوئی فوج کابل سراسر تباہ گرفتار پھر شاہ کابل ہوا مظفر سپہدار زابل ہوا
فرامرز نے اسکو زورے کہیں کیا ہاتھ سے قتل اپنے وہیں سو شاہ گشتاسپ آتا ہوں پھر خبر شاہ ایراں کی لاتا ہوں پھر

رحلت شاہ گشتاسپ بملک جاودانی وجلوس بہمن پسر اسفندیار بر تخت سلطنت ایران ولشکر کشیدن طرف سیستان وبعد جنگ بسیار فرامرز را قتل نمودن

کہا شاہ گشتاسپ نے ایک روز کہ یہ نامور بہمن ایک دن کلاہ شہی کے سزاوار ہے سوا اسکے شاہی کا حقدار ہے
ہوا کشتہ اسکا پدر بیگناہ اسے چاہیے تخت و تاج و کلاہ یہ کہکر بٹھایا اسے تخت پر رکھا سر پہ بہمن کے دیہیم زر
کیا پھر پشوتن کو اسکا وزیر کہ تھا دانش و فہم میں بے نظیر ہوا پھر رواں سوئے ملک عدم شہنشاہ گشتاسپ کیواں حشم
جہانبیں وہ شاہ ہمایوں خصال رہا حکمراں یکصد و بست سال جہاندار بہمن شہ نامور ہوا تخت شاہی پہ جلوہ گر
لگا کرنے داد و دہش صبح و شام ہوئے خرم و شادماں خاص و عام ارادہ کیا پھر زروئے غضب کہ زال و فرامرز سے لیجے اب
لیا چاہیے کین اسفندیار سواس غرض لیکے یکصد ہزار ہوا عازم سیستاں بادشاہ جو نزدیک دریا کے پہنچی سپاہ
یہ پیغام بھیجا سوئے زال زر کہ آیا ہوں میں بہر کین پدر بیاباں میں آ لیکے تیغ و سناں کروں بحر خوں از سر کیں رواں
فرستادہ نے جا کے جب یہ کہا زال کہا یہ کہ سنکر ہوا پر ملال کہا زال نے پھر بصد عجز کہیں کہ رستم کی تقصیر مطلق نہیں
ہوا اب جو روشن فراما جو ر کروں پیشکش اسکے گنج و گہر مرا قتل منظور ہے اب اگر تو حاضر ہوں پھیرو تمہارا سر
یہ کہکر بہت مال اسکو دیا فرستادہ پھر ہو کے رخصت گیا ہوا پیش بہمن ثناخوان زال مفصل کیا شاہ سے عرض حال
کہ جو طاعت خسرو نامدار نہیں کچھ ارادہ اسے زینہار ہوئی آتش قہر شاہی فرو سرکش بنا با در زال کو
ہوا جانب شہر بہمن رواں وہیں پیشوا زال آیا دواں گیا زال کے گھر شہ نامدار زر و گنج ولیکے لیا بیشمار
یہ پوچھا فرامرز ہے اب کہاں وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں گیا ہے فرامرز بہر شکار ہوا پر غضب سنکے یہ شہریار
کیا پھر وہیں زال زر کو اسیر لگا عاجزی کرنے وہ مرد پیر کہ اے شاہ میری ہے تقصیر کیا اگر ہے تو رستم کی کچھ ہے خطا
نہیں زندہ اب رستم نامدار کہ توچیں سے ہے کین اسفندیار برائے خدا مجھپہ اب رحم کر میری عاجزی پر ذرا نظر کر
کہ میں آج ہوں کمترین بندگاں پیادہ ہوا پیر آگے دواں روا رکھ نہ بیداد انصاف کر کہ رستم نے تجھکو سکھائے ہنر
ہوا بہمن اس بات سے خشمگیں کیا زال کو بند از روئے کیں یہ سنکر فرامرز جنگی سوار سپہ لیکے آیا پئے کارزار
سواران ایران و زابلستاں ہوئے از سر کیں ستیزہ کناں رہا تین دن گرم بازار جنگ بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ
بروز چہارم چلی باد سخت ہوئے تیرہ گردان اہل کو بخت ہوئے چشم تیرہ پڑی سنہ چاک ہوئے پہلوانان جنگی ہلاک
دلیران ایران تھے فیروز شاہ سر انکے پس پشت تھی تند باد ہوئے حملہ آور جو ایرانیاں گریزاں ہوئی فوج زابلستاں
ولیکن فرامرز جنگ آزما دلیرانہ میداں میں قائم رہا ہوا شیر جنگی نہ روباہ مزاج یہ سمجھا کہ ہے زیست آخر آج

اٹھا بادبان کا وسطے جنگ کا
پیلے پے سوار و دلیر
دلیرانہ پھر کھینچکر تیغ کیں
رہا ہر نش اسکو نہ کچھ زینہار
کیا حکم پھر یوں ز روئے غضب
نہیں مردم سیستاں کی خطا
سجالائے لشکر پہ وردگا
بدستور پھر اسکو باعز و شان
شبستان میں ایکدن رات کو
پڑا تھا کہیں راہ میں اژدہا
یہ سمجھا وہیں بہمن نامدار
وہ تھی حسن میں رشک شمس و قمر
غرض اس سپہر کو عمل تھا
وصیت یہ کرکے ہوئے عدم
ہماد خت بہمن بجائے پدر
کیا اسنے آغاز جود و سخا
سپہ کو دیا گنج و زر بے شمار
کہا یوں کہ بیجا کہیں اسکو وس
ہوا الغرض ہفت ماہ و جب
میادا کہ واقف ہوں یہ مرد و زن
کہا مجرمان سے یہ ہنگام شب
وہ صندوق دریا میں وقت سحر
وہاں اور وہ طفل فرخ نہاد
ہوا وقت دبیر و زبر اپسر
یہ دولت ہر اسکو میسر ہوئی
کہ واقف ہوا سیاست کوئی مگر
وہ دایہ پوشیدہ خوش رکھا تھا

کہ تا شاہ بہمن سے ہو کینہ خواہ
دلیران ایران تو جیسے تیر
سکے قتل گردان ایران وہیں
ہوا پھر گرفتار انجام کار
کرو مردم شہر کو قتل اب
روا رکھ نہ زنہار اے پیر جفا
کہ حاصل ہوئی فتح اے شہریار
کیا شاہ نے حاکم سیستان

ملے پہلواں کی نہ تھے بخت یار
ہوا خستہ تو تن فرامرز کا
فرامرز خستہ ہوا بعد ازاں
سردار کھینچکر لے پھر وہیں
وہ تسویں کہ دستور تھا شاہ کا
رہا زال کو بھی تو کر بند سے
یہ گفتار سنکر ز روئے عطا
بفتح و ظفر خسرو دیں پناہ

رحلت بہمن از جہان فانی بملک جاوداانی

شہنشاہ کو ناگاہ اسنے ڈسا
کہ اپنا اب آخر ہوا روزگار
تصرف میں لایا تھا اسکو پدر
جہاندار بہمن نے اسکو کہا
شاہان ہوا شاہ انجم حشم

فزوں اس سے ہر گز کیا کچھ اثر
ہما اسکی دخت خردمند تھی
مگر رسم آتش پرستی یہ تھی
کہ جب ان سے پیدا ہو کوئی پسر
جہاں میں بصد عجز و جاہ و جلال

برتخت نشستن ہمادخت شاہ بہمن

کیا خلق میں عدل ایسا و نہار
تو کر پرورش با نشاط و خطر
کیا پھر اسے اکدن طلب
خلل میری شاہی میں ہوگیا
کیا دایہ سے جاکے دریا میں اب
بہیں ایک گازر کو گویا نظر
جو دیکھا تو گازر ہوا شاد و شاد
عوض اسکے یہ طفل رشک قمر
تو پھر دونوں مسرور و خوشتر ہوئی
کیا دایہ کچھ بھی کو اسنے ضرر
دلیر و جوانمرد و زور آزما

ہوا بعد نہ ماہ پیدا پسر
ملے پیش مردم یہ ظاہر کیا
یہ سوچی ہما اپنے دل میں کہ گر
اسے ایک صندوق میں بند کر
بجا مردماں لائے بحکم ہما
نکال اسکو گازر وہیں لیگیا
خوشی سے اسے پیش زن لیگیا
دیا غیب سے ہمکو ایزد نے تاج
رکھا طفل کا اسنے داراب نام
قیاس شہر سے جا سے دیگر گیا
زبوں تھے تمام اس سے گردن کشا

دلیری نہ کام آئی کچھ زینہار
پیادہ ہوا وہ نبرد آزما
یہاں تک ہوا خون بہنے لگا
شہنشاہ بہمن نے از روئے کیں
شہ نامور سے یہ کہنے لگا
کہ کینہ تھا رستم کے فرزند سے
رہا بند سے زال زر کو کیا
کیا سیستاں سے سوئے تختگاہ
کیا تھا شہ شہر بہمن نامجو
نہ زنہار چارہ ہوا کارگر
دیا اسکو اور زینت تاج شہی
کہ ہمخواب کرتے تھے دختر کو بھی
کلاہ شہی اسکے ہو زیب سر
شہی شاہ بہمن کی ہفت سال
سریر شہی پہ ہوئی جلوہ گر
فقیروں کو یکسر تونگر کیا
حوالہ کیا دایہ کو زود تر
کہ ہوتے ہی پیدا پسر مر گیا
ہے شہر میں یہ ہمایوں پسر
کئی رکھکے یاقوت و لعل و گہر
دیا جبکہ صندوق کو پھر بہا
کنارے پہ لگتے اسے رکھا
کہا اسنے لا شکر ایزد و بجا
تو ہوا بابل بہت واہ تاج
کیا دل میں اندیشہ خاص و عام
زن و کودک و مال لیکر گیا
نہ تھا اسکے ہمسر کوئی نوجواں

خدا کا گازری کا شکر کرتا تھا کام اگر بند وہ اس کام سے تھا مدام
کہے تھا کہ مجھکو خدا نے دیا عجب طفل لائق و ناسزا
ولے تھی اسے یہ خبر کچھ نہیں کہ ہو ویگا یہ شاہ روئے زمین
لے فہم و ادراک تھا اسقدر کہ استاد حیران رہا دیکھ کر
بفرط خوشی آن کر ایک روز لگا کہنے گازر سے وہ نیک روز
وہ بولا کہ ہوں خوش و مستمند کہانسے میں لاؤں براق سمند
زن گازر اسدم ہوئی بیقرار دیا ایک یاقوت انجام کار
مشقت لگا کرنے وہ صبح و شام ہنر پہلوانی کے سیکھے تمام
زن گازر ایک روز بیٹھی تھی شاد وہاں آکے داراب فرخ نہاد
حقیقت وہ صندوق اور مال کی سنی جب ہوئی اسکے دل کو خوشی
زر و لعل جو کچھ تھا اُسنے لیا تصرف میں سب مال اپنے کیا
کہیں قیصر روم نے تھے کہیں شتابان ہوا سوئے ایران زمین
ہما نے کیا حکم اسکو کہ ہاں فراہم کرو لشکر بیکران
ارادہ جنہیں چاکری کا ہو یاں تو حاضر شتابی سے ہوں یکزبان
وہاں جبکہ داراب فرخ گیا تو وہ لیگیا اُسکو پیش ہما
تو کہنے لگی دلمیں اپنے ہما الٰہی یہ عجب شوکت و شان کا
کمایوں کہ اسکو مقرر رکھو سو جب بھی اسکا زیادہ کرو
شتابان پے جنگ قیصر ہوا فرود اک بیابان میں لشکر ہوا
جو داراب کے پاس خیمہ نہ تھا تو یہ زیر طاق شکستہ گیا
کہ اے طاق رہیو ذرا ہوشیار کہ خفتہ ہے یاں شاہ ایران دیار
سہ بار آئی آواز ایسے یہی سنی رشنواد دلاور نے بھی
کہا اُسنے پھر یوں کہ اے نامدار تلے طاق کے خفتہ ہے اک سوار
نہ زنہار تھی مردماں کی صدا یقیں ہے کہ تھی غیب سے یہ ندا
جو داراب اُٹھکر وہاں سے گیا تو وہ طاق ٹوٹا ہوا گر پڑا
سو دریا میں گازر کے ہاتھ ایکروز لگا ایک صندوق اُسے نیکروز
نہ صندوق میں صرف کچھ ہی تھا کئی لعل و یاقوت تھے بیبہا
اسے خلعت و اسپ خیمہ دیا کیا اسپہ مصروف لطف و عطا

سمجھتا تھا اکثر وہ چاہتا جو وہ گازر تھا دلگیر اس بات سے
کہ پیدا نہیں کرتا ہے ایکدم پیشہ ہی یہ بازی کمان صبح و شام
بٹھایا جو مکتب میں داراب کو کرتا سیکھ کر علم شایستہ ہم
جو کچھ علم تھا یاد استاد کو شتابی سے سیکھے وہ فرخندہ خو
خدا نے کیا علم میں مجھکو طاق ولے اب ہے مطلب بیاز و یراق
ہوا اُسکے دیگر وہ ذو الکرام نہ پھر اُسنے دو روز کھایا طعام
اسے بیچکر ایک گھوڑا لیا جو کچھ چاہیے تھا مہیا کیا
نہ ٹھہرے تھا گھر میں قرار و چین بیابان میں پھرتا تھا صید افگنان
یہ بولا مرا ماجرا کر بیان کیا اُسنے راز نہفتہ عیاں
یہ سمجھا جو اخر د فرخ نہاد کہ ہوں میں پسر دعالی نژاد
مصمم کیا دل میں عزم سفر کہ حاصل ہو جمعیت کر و فر
حضور ہمائے خجستہ نہاد سپہدار نامی تھا اک رشنواد
یہ بھیجا پیام اُسنے پھر جا بجا کہ مردان جنگی و جنگ آزما
ہو لشکر کے داراب سرور نشاد روانہ ہوا پھر سو رشنواد
کہ رکھتی تھی چاکر ہما دیکھکر پڑی جبکہ اسپر ہما کی نظر
عیاں اُسکے رُخ سے فر کیان نژاد کیان ہے یہ نوجوان
ہوا جبکہ لشکر فراہم وہاں تو پھر رشنواد دلاور جوان
ہوا نازل ابر باران وہاں گیا ہر کوئی خیمے کے درمیان
گیا خواب میں جبکہ داراب وان تو آئی ندا غیب سے ناگہان
نگہدار اسکا تو رب ہو یہاں کہ بہمن کا فرزند ہے یہ جوان
یہ مردم سے بولا کہ لاؤ خبر گئے مردماں پس وہیں دوڑ کر
کہ وہ طاق شکستہ ہے سر بسر جسے دیکھکر دلمیں گزرے خطر
وہ بولا کہ لاؤ جواں کو یہاں اسے آکے لیگئے تب مردماں
حقیقت لگا پوچھنے رشنواد لگا کہنے داراب فرخ نہاد
جو کچھ تھا تو اسمیں ہو پالیے مجھے خوشی سے وہ گھر اپنے لایا مجھے
کیا ماجرا سب مفصل بیان سپہدار سنکر ہوا مہربان
کہا پھر کہ گازر کو لاؤ یہاں اسے جا کے لے آئے پھر مردمان

کیے بند پر چار سو رہگذر · سواران جنگ آزما بیشمار
کہ نام ایک ظالم کا تھا ماہیار · اور اس دوسرے کا تھا جانوسپار
کوئی دم کو ہوگا گرفتار بند · کہ اب پھر گیا اس سے چرخ بلند
کہ ہو شاہ اسکندر نامدار · فریدوں تبار اہل عز و وقار
کہیں راہ میں بات کو اک بار · جدا اپنے لشکر سے تھا شہریار
یہ ہنگام فرصت جو آیا نظر · تو پھر ایک نے شاہ کے سینہ پر
لگے زخم کاری تو پھر تاجور · گرا پشت زیں سے وہیں خاک پر
گرا پھر شہنشاہ عالی جناب · سو تھا قتل شاہ دارا شتاب

سپہدار دو تھے وہ دو وزیر · ستم پرور و بدنہاد و شریر
لگے کہنے باہم کہ اقبال شاہ · گیا اور لشکر ہوا سب تباہ
یہی مصلحت ہے کہ بس بیدریغ · شہنشاہ کو کیجیے زیر تیغ
رکھا الغرض ظالموں نے روا · خداوند نعمت پہ جور و جفا
نہ تھا پاس دارا کے کوئی سوار · فقط تھے وہی دو لعین نابکار
رواں تیز خنجر کیا بیدریغ · رہا دوسرے نے کیا تیغ تیغ
خبر کی سکندر کو پھر بعد ازاں · کہ دارا کو ہم نے کیا قتل یاں
ہنوز اسکے قالب میں باقی تھی جاں · کہ پہنچا جہاندار گیتی ستاں
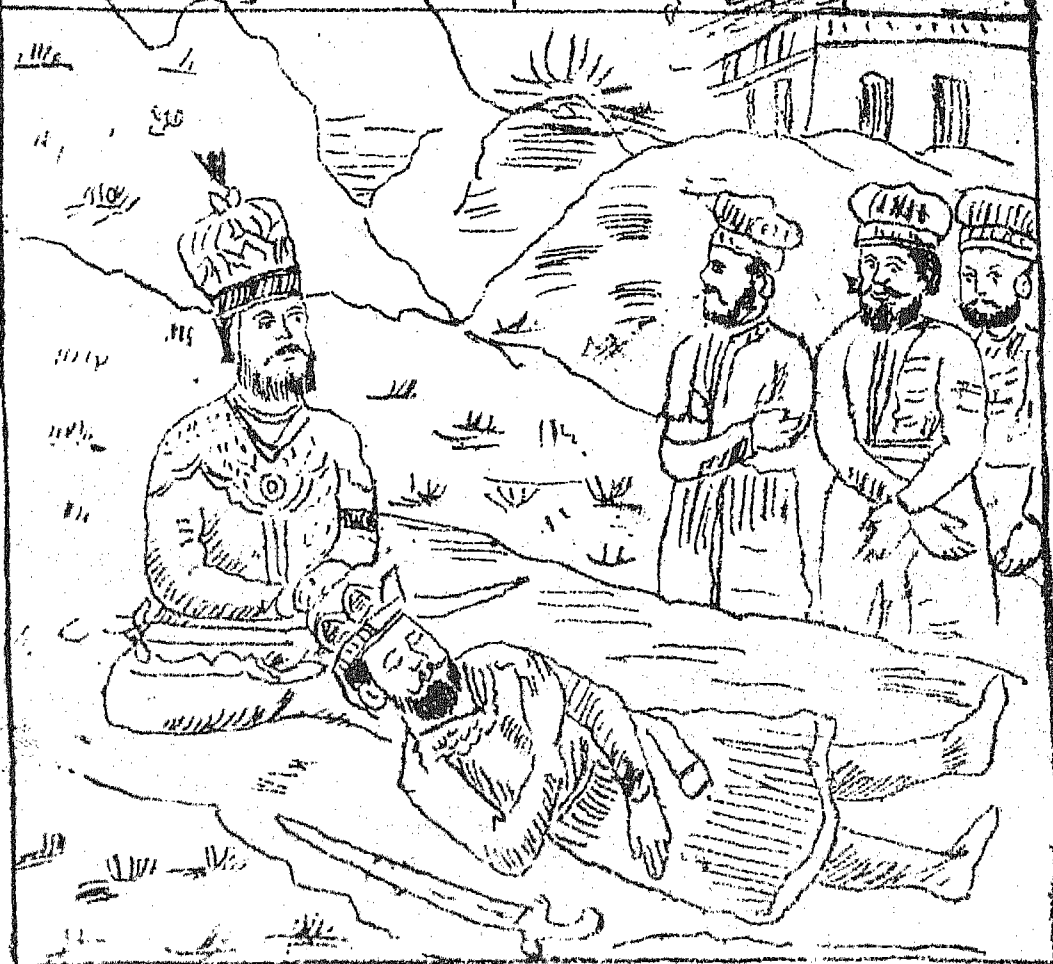
سکندر نے گھوڑے سے وہیں اتر · رکھا اپنے زانو پہ دارا کا سر
سکندر کو دیکھا جو بالیں پہ · تو سینہ سے کی آہ دارا نے سر
کہ دیکھوں تجھے اس طرح سرنگوں · تن خستہ سرتاپا غرق خوں
کروں چارہ سازی تجھے ترلی · ہو حاصل شفا پھر تو ہو بہتری

کئے چشم سے اپنے آنسو رواں · ہوا درد سے اسکے نالہ کناں
سکندر یہ بولا کہ اے تاجدار · نہ تھی یہ تمنا مجھے زینہار
بہانے میں لیجاؤں اب اپنے گھر · تجھے مسند زریں پہ جلوہ گر
بٹھاتا بھلا ایران کی تخت پر · شہا اب بہانے ہیں سب یہ دگر

سنا بیٹے ماں سے کہ تیغی بہم
پسر اک پدر کے ہیں تم اور ہم
تجھے اسلئے درد و غم ہے بڑا
کہ تو ہے حقیقی برادر میرا
کشندہ کو تیرے کروں میں ہلاک
ملاؤں ہر اک کو تہ خون و خاک
یہ کہکر لگا رونے پھر زار زار
ہوا درد و غم دل سے بہت بیقرار
سکندر سے دارا یہ کہنے لگا
کہ زاری و گریہ سے کیا فائدہ
گذر اب گیا چارہ سازی سے کام
مرا کام بیٹے ہوا بس تمام
خدا نے کیا تجھکو شاہ جہان
تو کر بادشاہی بصد فر و شان
شہا تیری گفتار شیریں ہوا اب
غم و درد دل سے ہوا دور اب
بآرام جاتا ہوں سوئے عدم
تو رہ اس جہاں میں سدا خرم
وصیت کروں میں تجھے کچھ اگر
پذیرا نہ ہووے تو اے تاجور
سکندر یہ بولا ز روئے صفا
کہ لاؤں بجا حکم یکسر بجا
لگا کہنے دارا کہ اے بادشاہ
مرا ننگ و ناموس رکھنا نگاہ
مری دختر اک روشنک نام ہے
پری چہرہ مہوش گل اندام ہے
اسے عقد میں اپنے لانا ضرور
اگر بطن سے اسکے پیدا ہو پور
تو اسفندیار اسکا رکھیو تو نام
مری روح کو کیجیو شاد کام
نہ یہ ہم کوئی رسم ہو نہ بہار
یہ ملحوظ رکھنا تو لیل و نہار
کہ قائم رہے دین لہراسپ شاہ
رہ و رسم آئین گشتاسپ شاہ
سکندر سے دارا نے جو کچھ کہا
سکندر نے یکسر پذیرا کیا
رکھا اپنی دہن پہ سکندر کے ہاتھ
لگا کہنے دارائے فرخ صفات
کہ رخصت ہوئی مجھ سے جان حزیں
نگہدار تیرا ہو جان آفریں
ہوئی چشم دارا کی جس وقت بند
لگا رونے اسکندر ارجمند
کیا چاک جامہ ہوا نوحہ گر
اسی عہد میں پہ پھر [illegible]
پیادہ ہوا پیش تابوت شاہ
کیا لاکے مدفون سو دخمہ گاہ
سر دار کھینچا پھر [illegible]
کشندوں کو دارا کے [illegible] وہیں
بزرگان ایران ثنا خواں ہوئے
دل و جاں سے محکوم سلطاں ہوئے
سکندر نے مرہون احسان کیا
بلطف و کرم سب کو شاداں کیا
سو مادر روشنک بعد ازاں
کیا نامہ بر کو شتابی رواں
لکھا روشنک کو یہاں بھیجدو
کہ جوں شمع روشن کرے بزم کو
رواں اسنے اس ماہ رخ کو کیا
حضور جہاندار کشور کشا
پرستار ساتھ اسکے لعلیں قبا
زر و گوہر لعل تھے بے بہا
جہاندار بر طبق آئین و دین
ہوا کتخدا ساتھ اسکے وہیں
رہا شہر ایران میں یکچند شاہ
سوئے ہند پھر واں سے کھینچی سپاہ

رفتن سکندر طرف ہندوستان و حاضر شدن کید ہندی

شہنشاہ تھا کید اک نامور
اسے خواب میں ہول آیا نظر
حکیموں سے پوچھی جو تعبیر خواب
کسی سے نہ کچھ راست آیا جواب
کہا مرد داں نے کہ درویش ایک
خردمند صاحب دل و مرد نیک
بیاباں میں ہے مہرباں ہو نام
کہیگا وہ تعبیر شاہا تمام
حضور اسکے پھر کید ہندی شتاب
گیا اور کہا اپنا یکدست خواب
کہا یوں کہ اے پیر فرخ سیر
شب اول آیا یہ مجھ کو نظر
کہ ایوان بلند اور ہے کلاں
اور اک خورد سوراخ بھی ہے وہاں
اور اک فیل مست آکر اس کاخ میں
گیا پھر نکل ہو کے سوراخ میں
دوم شب یہ دیکھا کہ ہو جلوہ گر
گراں بار ہوا اسکو وہ دیکھکر
عقب اس کے بندہ کو پھر تاب پا
روانہ ہوئے واں سے ماہی [illegible]
شب پنجم اک شہر آیا نظر
کہ ہیں کور واں مرد واں بے بصر
لباس لبیساں میں مصروف کار
[illegible] ی سی کچھ رہا
ششم روز سو جا جو ہنگام شب
نظر ایک آیا مجھے شہر تب
کہ سب جو ہیں یک قلم ساکناں
اور [illegible]
سو آزردہ جانے میں لیل و نہار
شب و روز پر غم ہیں رنجور و زار
انہیں دیکھ [illegible]
لیئے آتے ہیں ہر اک کی یار
شب ہفتم اے پیر و مرد کہن
نظر اسپ آیا کہ ہیں دو دہن
وہ کھاتا ہے دونوں سے [illegible] گیا
لیکن نہیں اسکے [illegible]

سوم ہشتمیں شب کو آئے نظر / وہ دیکھا آپ میں ایک ہاتھی سر بسر
تہی کو بھرتے ہیں ہر چند پر / نہیں بھرتے اسکے کنارے بھی تر
کہ کم آب ہوتا ہے انکا ذرا / نہم شب نظر تجھ کو یہ پڑا..
کہ رنگا دادہ ہر گوسالہ وار / کہ گوسالہ کا شیر پیل و نہار
دکھائی ہے بس پر پھی لاغر ہو تن / ولے فربہ گوسالہ کا ہو بدن۔
دہم شب کو اک چشمہ آیا نظر / کہ لب اسکی ہیں خشک اطراف تر
بیاں کیجیے مجھ سے تعبیر خواب / کہ دل ہی میرے درہم و مضطراب
وہ بولا کہ اے سکندر نامدار / تیرے ملک میں آئیگا ایکبار
تو زنہار مت ہو جیو گرم جنگ / غرض آشتی کیجیو بیدرنگ
وہ وحشت پہ چہرہ اور اک دبیر / کہ اختر شناسی میں ہے بے نظیر
خردمند و دانا و عاقل طبیب / قدح ایک تحفہ عجیب و غریب
کہ اگر اسکو کرے لب لب پیو / تو زنہار آب قدح کم نہ ہو
زو گرمی آتش آفتاب / ہے سرد ہرگز نہ ہو گرم آب
غرض یہ تیرے پاس ہو چار چیز / کہیں ہیں طرف اے شاہ والا تمیز
دو دیتا سکندر کو یہ ہر چہار / تجھے ملک بخشیگا وہ تاجدار
کہا کید ہندی نے یہ بعد ازاں / کہ تعبیر ہر خواب کیجے بیاں
دیا مرد درویش نے یہ جواب / کہ ہے پہلے دیکھی یہ تعبیر خواب
کہ وہ خانہ دنیا ہے اے نامور / اور اسمیں وہ سوراخ ہے [illegible]
وہ ہاتھی ہے اسکندر نامدار / تری شہر سے جو کریگا گذار
یہ پھر تو نے دیکھا روز دگر / کہ اک مرد بیٹھا ہے تخت پر
بیاں سفلا اک بادشاہ آئیگا / خرابی تیرے ملک میں لائیگا
سوم شب جو کر پاس آیا نظر / سمجھ تو خدا اسکو اے نامور
اسے کھینچے ہیں جو وہ مرد چار / کروں اسکی تعبیر میں آشکار
کہ دہقان آتش پرست آئیگا / رواج اسکا دین بہو پائیگا
یہود ایک آئیگا یاں بعد ازاں / کریگا وہ آئین موسی رواں
پھر اس ملک میں آویگا فرنیک / حکیم خردمند یونانی ایک
حکیموں کا مذہب کرے آشکار / کرے اسکا آئین سب اختیار
پھر اس ملک میں [illegible] آئیگا / وہ حق پرستی وہ پھیلائیگا
وہ تشنہ جو آیا نظر پھر تجھے / گریزندہ ماہی سے اور آب سے
رسول خدا ایک آئیگا یاں / کریگا ہدایت طلب تشنگاں
زمانہ اک آئے کہ سود و زیاں / نہ زنہار سمجھیں ذرا مردماں
کرے کور چشم کشاں روزگار / نہ فہمیدہ ہو کچھ نہیں زینہار
ششم شب جو زنجیر آئے نظر / کہ پوچھیں نہ اچھے بھلوں کی خبر
زمانہ اک آئے کہ دانشوراں / سراسر ہوں محتاج بیدانشاں
زمانہ انہیں سخت حیراں کرے / مسخرہ ہنرور سے ناداں کرے
جو دیکھا شب ہفتم اسپ دو سر / یہ تعبیر اسکی ہے اے نامور
کہ آئے زمانہ ایسی طور کا / کہ لطف و مدارا نہ ہوئے ذرا
دو چنداں ہو ہر ایک کو حرص آز / یہ چاہے کہ مت دست کرکے دراز
دہن میں ہر اک چیز کو لیجیے / نہ اک حبہ محتاج کو دیجیے
جو دیکھا شب ہفتم اے مرد نیک / کہ پُر ہیں دو خم اور خالی ہر ایک
زمانہ کوئی آئے اس طرح کا / دو حصہ توانگر ہو لیجیے شہا
تہیدست اک حصہ ہوئے جہاں / زر و سیم برسائے گر آسماں
تہیدست کو تو بھی سیری نہ ہو / فزوں تر ہو خواہش تہیدستا کو
نہم شب کو دیکھا جو تو نے شہا / کہ کھاتی ہے دو شیر گوسالہ کا
حریص اتنے دنیا میں ہوئیں یہاں / کہ مسکیں کی خواہش رکھیں ہر زماں
دہم شب جو آیا نظر تجھکو خواب / کہ اک چشمہ ہے خشک گرد اسکے آب
پھر اس چشمہ سے اک چشمہ کو لیں / تو آئے نہ پیمانہ دست میں..
زمانہ جو اس کے ہوگا عیاں / اسی عصر میں ہوگا اک حکمراں
بڑی عقل و فرہنگ سے سر بسر / رہیگا وہ سلطان عالی گہر
رعایا نہ پائے گی اس سے پناہ / یہاں ظلم سے اسکے ہوگا تباہ
کبھی فیض اسکا نہ ہوگا عیاں / نہ ہوئیگا نیکی ہمیں نشاں
زمانہ کریگا یونہیں انقلاب / سے گا اسی طرح عالم خراب
یونہیں تازہ اک عہد پھر آئیگا / کہ ہوگی نئی فوج افسر نیا
مال اسکا ہوگا ہے زر [illegible] / نہ لشکر نہ سلطنت کا ہوگا نشاں